مسافرانِ بہشت

ازقلم:

شہیدِ منیٰ حضرت مولانا مفتی محمد فاروق صاحب نور اللہ مرقدہٗ
سابق مہتمم جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ
خلیفہ اجل فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی قدس سرہٗ

زیر اہتمام:

حضرت مولانا محمد عباس صاحب دامت برکاتہم
مہتمم جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ، یوپی

جامع و مرتب: محمد فیضان غفرلہٗ تھانوی

ناشر مکتبہ محمودیہ
جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ، میرٹھ (یوپی) ۲۴۵۲۰۶

مسافرانِ بہشت

ازقلم

شہید منیٰ **حضرت مفتی محمد فاروق صاحب** نوراللہ مرقدہٗ
سابق مہتمم جامعہ محمودیہ علی پورہاپوڑ روڈ میرٹھ

خلیفہ اجل فقیہ الامت **حضرت مفتی محمود حسن صاحب** گنگوہی قدس سرہٗ

زیراہتمام

حضرت مولانا محمد عباس صاحب دامت برکاتہم
مہتمم جامعہ محمودیہ علی پورہاپوڑ روڈ میرٹھ

جامع ومرتب

محمد فیضان غفرلہ تھانوی

ناشر

مکتبہ محمودیہ

جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ (یوپی) ۲۴۵۲۰۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفصیلات

نام کتاب.........................**مسافران بہشت**

ازقلم................شیخ طریقت شہید منیٰ حضرت اقدس مفتی محمد فاروق صاحب قدس سرہٗ

خلیفہ ومجاز فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہٗ

سابق مہتمم جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ، یوپی

زیر اہتمام:...............................مولانا محمد عباس صاحب مدظلہ العالی

مہتمم جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ (یوپی)

جامع ومرتب:..............................مفتی محمد فیضان غفرلہ تھانوی

9152714613

سن اشاعت:..............................شعبان المعظم ۱۴۴۱ھ

کمپوزنگ:................................نجم الحسن قاسمی لکھیم پوری

9557274510

تعداد:..۱۱۰۰

صفحات:..

ملنے کا پتہ

مکتبہ محمودیہ

جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ (یوپی) 245206

فہرست مضامین

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات	صفحہ نمبر
۱	امیر المؤمنین حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ		۱۶
۲	امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ		۲۳
۳	امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ		۳۹
۴	سیدنا حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ		۵۹
۵	حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ		۶۱
۶	حضرت مولانا عبدالقدوس صاحب گنگوہیؒ	سنہ ۹۴۴ھ	۶۸
۷	حضرت شاہ ابوسعید نعمانیؒ	سنہ ۱۰۴۰ھ	۷۲
۸	حضرت شیخ عبدالحق صاحب دہلویؒ	سنہ ۱۰۵۲ھ	۷۵
۹	حضرت مولانا مظہر نانوتویؒ	سنہ ۱۳۰۲ھ	۸۷
۱۰	حضرت شیخ الاسلام ابواسماعیلؒ	سنہ ۱۳۰۸ھ	۸۸
۱۱	حضرت مولانا فخر الحسن صاحبؒ	سنہ ۱۳۱۵ھ	۹۰
۱۲	حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ	سنہ ۱۳۲۳ھ	۹۲
۱۳	حضرت مولانا عبداللہ صاحب گنگوہیؒ	سنہ ۱۳۳۹ھ	۱۰۱
۱۴	حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ	سنہ ۱۳۶۲ھ	۱۰۵
۱۵	حضرت مولانا حامد حسین صاحبؒ	سنہ ۱۳۷۱ھ	۱۱۱
۱۶	حضرت مولانا عبداللطیف صاحبؒ	سنہ ۱۳۷۲ھ	۱۲۷
۱۷	حضرت مولانا اعزاز علی صاحب امروہویؒ	سنہ ۱۳۷۴ھ	۱۲۹
۱۸	حضرت مولانا سعید اجراڑوی صاحبؒ	سنہ ۱۳۷۷ھ	۱۳۲

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات	صفحہ نمبر
۱۹	حضرت مولانا حسین احمد مدنی صاحبؒ	۱۳۷۷ھ	۱۳۴
۲۰	حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحبؒ کیمل پوری	۱۳۸۵ھ	۱۳۶
۲۱	حضرت مولانا بدر عالم صاحب میرٹھیؒ	۱۳۸۵ھ	۱۴۰
۲۲	حضرت علامہ ابراہیم صاحب بلیاویؒ	۱۳۸۷ھ	۱۴۱
۲۳	حضرت مولانا رسول خان ہزارویؒ	۱۳۹۰ھ	۱۴۴
۲۴	حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانویؒ	۱۳۹۴ھ	۱۴۷
۲۵	حضرت حافظ نور محمد صاحبؒ		۱۴۸
۲۶	حضرت مولانا اسعد اللہ صاحبؒ	۱۳۹۹ھ	۱۵۵
۲۷	حضرت مولانا شیخ الحدیث زکریاؒ	۱۴۰۲ھ	۱۵۹
۲۸	حضرت قاری محمد طیب صاحبؒ	۱۴۰۳ھ	۱۶۳
۲۹	حضرت مولانا سید حفظ الکبیرؒ	۱۴۰۵ھ	۱۷۶
۳۰	حضرت علامہ رفیق صاحبؒ	۱۴۱۰ھ	۱۷۹
۳۱	حضرت مولانا مسعود عالم صاحب میرٹھیؒ	۱۴۱۱ھ	۱۸۱
۳۲	حضرت مولانا حافظ عبدالعزیز رائپوریؒ	۱۴۱۲ھ	۱۸۳
۳۳	حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحبؒ	۱۴۱۳ھ	۱۸۴
۳۴	حضرت مولانا اظہار الحسن صاحبؒ	۱۴۱۷ھ	۲۱۱
۳۵	حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ	۱۴۱۷ھ	۲۱۳
۳۶	حضرت مولانا سید صدیق احمد باندویؒ	۱۴۱۸ھ	۲۱۸
۳۷	حضرت الحاج بھائی غلام احمد پاڈیاؒ	۱۴۱۹ھ	۲۲۱

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات	صفحہ نمبر
۳۸	حضرت حافظ افسر علی صاحبؒ	۱۴۱۹ھ	۲۲۴
۳۹	حضرت مولانا حامد میاں صاحبؒ	۱۴۲۰ھ	۲۲۷
۴۰	حضرت مولانا سمیع اللہ قاسمی صاحبؒ	۱۴۲۰ھ	۲۲۸
۴۱	حضرت مولانا مفتی مہربان علی صاحب بڑوتویؒ	۱۴۲۰ھ	۲۲۹
۴۲	حضرت مولانا سید ابوالحسن ندویؒ	۱۴۲۰ھ	۱۳۴
۴۳	حضرت مفتی نظام الدین صاحبؒ	۱۴۲۰ھ	۱۳۸
۴۴	حضرت مفتی نصیر احمد صاحبؒ	۱۴۲۰ھ	۲۴۴
۴۵	حضرت مولانا حکیم الاسلام کی اہلیہ محترمہ	۱۴۲۱ھ	۲۵۹
۴۶	حضرت مولانا مفتی یوسف صاحب لدھیانویؒ	۱۴۲۱ھ	۲۶۰
۴۷	حضرت مولانا سید اسعد مدنی کی اہلیہ محترمہؒ	۱۴۲۱ھ	۲۶۱
۴۸	حضرت مولانا رشید الدین صاحبؒ	۱۴۲۲ھ	۲۶۲
۴۹	جناب حاجی محمد عمر صاحب کی اہلیہ محترمہؒ	۱۴۲۲ھ	۲۶۴
۵۰	حضرت مفتی عبدالرحیم صاحب لاجپوریؒ	۱۴۲۲ھ	۲۶۵
۵۱	حضرت مولانا مفتی عاشق الٰہی صاحب بلند شہریؒ	۱۴۲۲ھ	۲۶۶
۵۲	حضرت قاضی مجاہد الاسلام صاحبؒ	۱۴۲۳ھ	۲۸۱
۵۳	حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحبؒ	۱۴۲۴ھ	۲۸۲
۵۴	حضرت مولانا سید طاہر حسین صاحبؒ	۱۴۲۵ھ	۲۸۵
۵۵	حضرت قاری محمد حنیف صاحب زین پوریؒ	۱۴۲۵ھ	۲۸۵
۵۶	حضرت شاہ ابرار الحق صاحبؒ	۱۴۲۶ھ	۲۹۰

نمبر شمار	اسمائے گرامی	سن وفات	صفحہ نمبر
۵۷	حضرت مفتی ظہیر الاسلام صاحبؒ	۱۴۲۶ھ	۲۹۹
۵۸	حضرت مولانا غفران صاحبؒ	۱۴۲۶ھ	۳۰۰
۵۹	حضرت مولانا سید اسعد مدنیؒ	۱۴۲۷ھ	۳۰۲
۶۰	حضرت مولانا منور صاحب کے والد محترمؒ	۱۴۲۷ھ	۳۲۵
۶۱	حضرت مولانا مفتی سلیمان صاحب افریقیؒ	۱۴۲۸ھ	۳۲۶
۶۲	حضرت مولانا اطہر صاحبؒ	۱۴۲۸ھ	۳۲۷
۶۳	حکیم محمد احمد کٹھوریؒ	۱۴۲۸ھ	۳۲۸
۶۴	حضرت مولانا ایوب صاحبؒ	۱۴۲۸ھ	۳۳۰
۶۵	حضرت حافظ حنیف صاحبؒ کھوائی	۱۴۳۰ھ	۳۳۱
۶۶	حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحبؒ بجنوری	۱۴۳۲ھ	۳۳۴
۶۷	حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحبؒ	۱۴۳۳ھ	۳۳۵
۶۸	حضرت مولانا عبد الرحیم متالاؒ (تعزیت نامہ)	۱۴۳۴ھ	۳۳۷
۶۹	حضرت مولانا واجد حسین صاحبؒ	۱۴۳۵ھ	۳۴۳
۷۰	حضرت مولانا اسماعیل صاحب دیوبندیؒ	۱۴۳۵ھ	۳۵۲
۷۱	حضرت مولانا اسماعیل صاحب منوبریؒ	۱۴۳۶ھ	۳۵۹

تمت بالخير وعمت

کلمات دعائیہ

یادگار سلف حضرت مولانا ابراہیم پانڈور صاحب دامت برکاتہم
خلیفہ وخادم خاص حضرت فقیہ الامت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ

حضرت اقدس جناب مفتی محمد فاروق صاحب میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ ممتاز علماء اور جید الاستعداد فضلاء میں سے تھے، جنہیں اللہ تعالیٰ نے فہم حدیث اور تفقہ فی الدین کی دولت سے سرفراز فرمایا تھا، اہتمام وانتظام، درسی مشاغل کے ساتھ ساتھ انشاء وتحریر تصنیف وتالیف میں حضرت مفتی محمد فاروق صاحبؒ کا اسم گرامی معروف ومشہور ہے، تقریبا سو سے زائد کتابیں تصنیف فرمائیں ہیں۔ خصوصاً فتاوی محمودیہ ۳۱؍ جلدوں میں اور 'الرفیق الفصیح لمشکوۃ المصابیح' کی ابھی تک ۱۹؍ جلدیں شائع ہو چکی ہیں اور آئندہ جلدوں کا مسودہ موجود ہے، جو عنقریب تیار ہو کر منظر عام پر آجائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

زیر نظر کتاب ''مسافران بہشت'' حضرت مفتی محمد فاروق صاحب کی تذکرہ نگاری کا ایک قیمتی نمونہ ہے، جس میں خلفاء راشدین سے لے کر صف اول کے اکابر بزرگادین علماء مشائخ جیسی شخصیات کا تعارف پیش کیا گیا ہے۔

نوجوان فاضل مفتی محمد فیضان صاحب استاذ جامعہ محمودیہ میرٹھ نے ان قیمتی مضامین کو سن وفات کے اعتبار سے جمع کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ موصوف کی محنت کو بے حد قبول فرمائے اور کتاب کو شرف قبولیت سے نوازے اور حضرت مفتی محمد فاروق صاحبؒ کے لئے صدقہ جاریہ فرمائے۔

والسلام

محمد ابراہیم عفی عنہ

۱۲؍ شوال ۱۴۴۱ھ مطابق ۵؍ جون ۲۰۲۰ء

تاثرات

حضرت اقدس مولانا محمد عباس صاحب دامت برکاتہم

مہتمم جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ

حضرت اقدس جناب مفتی محمد فاروق صاحب میرٹھیؒ ممتاز علماء میں سے تھے، جومحتاج تعارف نہیں آپ جامعہ محمودیہ کے بانی اور تاحیات مہتمم رہے اور آپ خلیفہ ہیں حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہٗ مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند کے آپ نے مختلف مضامین پر بہت سی کتابیں تصنیف فرمائی ہیں جن میں آپ نے حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی خلیفہ اجل حضرت اقدس مولانا وشیخ الحدیث نوراللہ مرقدہٗ کے علوم کی خوب اشاعت فرمائی جس سے عوام وخواص کو بہت فائدہ ہو رہا ہے خاص طور پر فتاویٰ محمودیہ ۳۱؍ جلدوں میں ہے جو دنیا کے بڑے بڑے دارالافتاؤں میں فتاویٰ کی زینت بنا ہوا ہے اور الرفیق الفصیح جومشکوۃ شریف کی شرح ہے ۱۹؍ جلدیں چھپ چکی ہیں اور تقریباً ۹؍ جلدیں عنقریب چھپ کر منظر عام پر آنے والی ہیں۔

اکابرین کی وفات کے بعد حضرت مفتی محمد فاروق صاحبؒ نے ان پر جو مضامین تحریر فرمائے ہیں ان کو جمع کیا ہے، نوجوان فاضل مفتی محمد فیضان سلمہ نے جو شاگرد و فیض یافتہ ہیں حضرت اقدس مفتی محمد فاروق نوراللہ مرقدہٗ کے اور مدرس ہیں جامعہ محمودیہ کے اس کتاب کا نام ''مسافران بہشت'' رکھا ہے اللہ تعالیٰ موصوف کی محنت کو قبول فرمائے اور مزید ترقی عطا فرمائے اور عوام وخواص کیلئے مفید بنائے اور حضرت مفتی محمد فاروق صاحب قدس سرہٗ کے لئے صدقہ جاریہ فرمائے، اور مدرسہ کی ترقی کا ذریعہ بنائے۔ آمین! ثم آمین!!

محمد عباس غفرلہ

جامعہ محمودیہ، میرٹھ یوپی

۲؍ ذیقعدہ ۱۴۴۱ھ مطابق ۲۴؍ جون ۲۰۲۰ء

کلمات تبریک

حضرت اقدس مولانا محمود حسن صاحب دامت برکاتہم

خلیفہ ومجاز شہید منیٰ حضرت **مفتی محمد فاروق صاحب** قدس سرہٗ ورکن شوریٰ دارالعلوم دیوبند

حضرت اقدس مفتی محمد فاروق صاحب شیخ الحدیث ومہتمم جامعہ محمودیہ میرٹھ ان نابغہ روزگار شخصیات میں سے تھے جن کی پوری زندگی کتاب وسنت اور حدیث نبوی کی خدمت میں گذری۔

وہ اسلاف کے سچے پیروکار اکابر کے یادگار زہد وقناعت کے پیکر طلبہ وعلماء کے لئے ایک نمونہ تھے، حضرت مفتی صاحبؒ کو بطور خاص تصنیف وتالیف میں ایک خاص مقام حاصل تھا۔ چنانچہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نوک قلم سے ہزارہا صفحات نے وجود پایا۔ بہت سی کتابیں، قیمتی مضامین اور مقالے منظر عام پر آئے، زیر نظر کتاب ''مسافران بہشت''، حضرت مفتی صاحبؒ کے ان مضامین کا مجموعہ ہے جن کو حضرت مفتی صاحب نے اکابر وبزرگان دین کی وفات کے بعد لکھا جن کی تعداد ساٹھ سے زائد ہے اور ماہنامہ ''المحمود'' اور دیگر رسالوں میں شائع ہوئے، مقام مسرت ہے کہ عزیز القدر مولانا مفتی محمد فیضان سلمہ استاذ جامعہ محمودیہ میرٹھ نے ان بکھرے ہوئے مضامین کو اکٹھا کرکے انہیں کتابی شکل دیدی ہے۔ اللہ رب العزت موصوف کی کاوش قبول فرمائے اور اس کتاب کو طلبہ، علماء اور عوام سب کے لئے نافع بنائے۔ آمین! ثم آمین!! والسلام

محمود حسن

۲۵ ؍شوال المکرم ۱۴۴۱ھ

تقریظ

حضرت مولانا خلیل احمد قاضی صاحب مدظلہ

بانیٔ ومہتمم مدینہ اکیڈمی، ڈیوزبری، برطانیہ

خلیفہ: شہید منیٰ حضرت مفتی محمد فاروق صاحب میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شہید منیٰ حضرت اقدس مفتی محمد فاروق صاحب میرٹھی قدس سرہٗ (خلیفہ اجل فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ) سے سب سے پہلی مقالات شوال ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۹۹۱ء بمقام دارالعلوم العربیہ الاسلامیہ، بری، برطانیہ میں ہوئی تھی، اس وقت بندہ درجۂ عربی دوم میں زیرتعلیم تھا، مدرسہ کے مہتمم و بانی شیخ الحدیث حضرت اقدس مولانا یوسف متالا صاحب نوراللہ مرقدہٗ (خلیفہ خاص قطب الاقطاب حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی قدس سرہٗ) نے بندہ سے فرمایا کہ حضرت مفتی صاحب تشریف لائے ہوئے ہیں ان کا خیال رکھیں اور خدمت کریں، اس سفر میں حضرت مولانا یوسف متالا صاحب کے حکم پر حضرت مفتی صاحبؒ نے شب برأت کو دارالعلوم کی مسجد میں طلباء واساتذہ کے درمیان بیان بھی فرمایا تھا، اس پہلی ملاقات کے بعد حضرت مفتی صاحب کے ساتھ بندہ کا مسلسل پچیس سال تک محبت وتعلق رہا۔ **الحمدللہ علی نعمتہ۔**

حضرت مفتی صاحبؒ کے (۱۴۳۶ھ مطابق ۲۰۱۵ء میں) منیٰ کے سانحۂ ارتحال کے چند ہی لمحات پہلے بندہ کی آپ سے بذریعۂ فون گفتگو ہوئی جس میں حضرت مفتی صاحب نے بندہ کو محبت بھری دعاؤں سے نوازا اور ازحد شفقت کی باتیں فرمائیں، مزید آپ نے یہ بھی فرمایا کہ یہاں پر ہمارے رفیق سفر نواسۂ شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ، حضرت مفتی محمد

سلمان صاحب منصور پوری سے بھی دعا اور سلام کرلو، اس مبارک گفتگو کے تھوڑی ہی دیر بعد منیٰ کے ارض مقدس میں واقع ہونے والے حادثہ میں بحالت احرام یوم النحر کو حضرت مفتی صاحب شہادت کا جام پی کر اپنے مولیٰ کی آغوش رحمت سے جا ملے ۔

نہ انتظار کروان کا اے عزاداروں
شہید جاتے ہیں جنت کو گھر نہیں آتے

حضرت مفتی صاحبؒ بڑی خوبیوں کے مالک اور اوصاف حمیدہ کے حامل تھے، جہاں ایک طرف آپ کامیاب مہتمم تھے جامعہ محمودیہ علی پور میرٹھ کے، تو دوسری طرف ایک باصلاحیت شیخ الحدیث کے منصب پر فائز تھے، جہاں ایک طرف آپ ایک محقق مفتی تھے تو دوسری طرف آپ ایک کثیر التصانیف مصنف بھی تھے، ان تصانیف کی تعداد سو سے زائد ہیں، جن میں نمایاں آپ کی اکتیس جلدوں (۳۱) میں فتاویٰ محمودیہ اور انیس جلدوں (۱۹) میں "الرفیق الفصیح لمشکوۃ المصابیح" سرفہرست ہے، اس کے ساتھ ساتھ آپ ہزاروں طلباء کی علمی پیاس بجھاتے تھے اور سینکڑوں سالکین راہ طریقت کے تشنہ دلوں میں اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ڈال کر سلوک و طریقت کے منازل طے کرواتے تھے ۔ بقول ہمارے شیخ الحدیث حضرت مولانا یوسف متالا صاحب نور اللہ مرقدہٗ "اگر مفتی محمد فاروق صاحب میرٹھیؒ اپنے جیسے کسی شخص کی سوانح لکھتے جس کی خدمات اس قدر ہو جو مفتی صاحبؒ نے فرمائی، تو کم از کم وہ سوانح بارہ سو صفحات سے کم نہ ہوتی" ۔

یہی ہے جن کے سونے کو فضیلت ہے عبادت پر
انہی کے اتقاء پر ناز کرتی ہے مسلمانی

زیر نظر کتاب بعنوان "مسافران بہشت" ان مختلف مضامین کا مجموعہ ہے جو حضرت مفتی صاحبؒ نے بعض رسائل و مجلات کے لئے لکھے تھے، عزیزم مفتی محمد فیضان صاحب

تھانوی سلّمہ نے اس کے پیچھے بے حد محنت کر کے تیار فرمایا۔اس سے پہلے بھی انہوں نے ’’حیات فاروق‘‘ کو مرتب فرمایا جو حضرت مفتی محمد فاروق صاحبؒ کی سوانح وخدمات پر مشتمل ہے،اللہ تعالیٰ مفتی محمد فیضان صاحب سلّمہ کو بہترین بدلہ نصیب فرمائے اوران کی سعی سعد کو قبول فرما کر دارین میں بہترین بدلہ عطا فرمائے ۔فجزاھم اللہ تعالیٰ احسن الجزا ۔

اخیر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت مفتی محمد فاروق صاحبؒ کی خدمات کو قبول فرمائے ۔ان کو اعلیٰ علیین میں جگہ نصیب فرمائے،اوران کے فیض کو اکناف عالم تا قیامت جاری وساری فرمائے ۔’’ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد‘‘وما ذالک علی اللہ بعزیز ۔

العبد،خلیل احمد قاضی عفی عنہ

مدینہ اکیڈمی،ڈیوز بری،برطانیہ

مورخہ:۱۲؍شوال ۱۴۴۱ھ مطابق ۴؍جون ۲۰۲۰ء

عرض مرتب

پیش نظر کتاب ''مسافران بہشت'' دراصل حضرت مفتی محمد فاروق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ان مضامین کا مجموعہ ہے جو حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ نے ان اکابر شخصیتوں سے متعلق ان کی وفات کے بعد لکھے ان اکابرین میں علماء بھی ہیں مصنفین بھی ہیں، اساتذہ اور شیوخ بھی، دوست اور رفیق کار بھی، ایسے ایسے گوشہ نشین اور مستور الحال با کمال مردان خدا بھی ہیں جن کو ایک محدود حلقہ نے اور محدود علاقہ کے سوا بہت کم لوگوں نے جانا اور پہچانا۔ اس رسالہ میں جو زیادہ تر مضامین ان شخصیتوں کی وفات کے معاً بعد لکھے گئے اور کچھ مضامین ایسے ہیں جو وفات پر عرصہ گذر جانے کے بعد کسی خاص تحریک یا تقریب سے یا محض قلب حزیں کو راحت و تسکین دینے کے جذبہ سے لکھے گئے۔ مگر وہ کہیں شائع نہیں ہوئے بعض اکابر کی حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے مستقل سوانح بھی لکھی اور مستقل مضامین بھی لکھے، ان مضامین کو بھی افادہ عام کی غرض سے شامل کر دیا گیا۔

کسی اہل دل کا مشہور مقولہ ہے کہ تذکرہ صالحین نزول رحمت کا باعث ہوتا ہے اللہ والوں کی سوانحات ملفوظات اور احوال و افکار میں سکون دل کا قیمتی سرمایہ ہوتا ہے جس کے علم و مطالعہ سے روح کو تازگی، فکر کو پاکیزہ خیالات کی بلندی حاصل ہوتی ہے۔ مثالی زندگی گذارنے والے یہ ارباب صدق و صفا جس طرح اپنی زندگی میں پژمردہ قلوب کو تازگی بخشتے ہیں بیمار ذہنوں کو نسخہ شفا عطا فرماتے ہیں اسی طرح اس فانی دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد ایسے نشان قدم چھوڑ جاتے ہیں جن سے پس آیندگان کو روشنی حاصل ہوتی ہے۔ آنیوالی نسلوں کو ان حضرات کے تذکروں سے زندگی گذارنے میں قوت و عمل کو تحریک ملتی ہے۔ دین پر عمل کرنے کا شوق و جذبہ حاصل ہوتا ہے۔ اس لئے حدیث شریف میں تلقین کی

گئی ہے کہ اپنے مرحومین کے محاسن ذکر کیا کرو۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے محاسن کے ذکر سے حسن عمل کی تحریک اور توفیق ہو اور دل میں ان جیسا بننے کا جذبہ پیدا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ قدیم زمانہ سے مثالی لوگوں کے تذکرہ کو قلم بند کرنے اور ان کو جمع کرنے کا اہتمام جاری ہے۔

اسی جذبہ سے سرشار ہو کر مضامین کو مجموعی شکل دینے اور شائع کرنے کی تحریک دل میں پیدا ہوئی۔ چنانچہ مشائخ اہل اللہ کا روان دین و دانش کا یہ حسین گلدستہ ''مسافران بہشت'' کے نام سے ترتیب دیدیا گیا۔ خدا کرے بزرگوں کا یہ ذکر جمیل ہم سب کے لئے مفید ہو ان حضرات کے واقعات پڑھ کر ہمیں زندگی سنوارنے کا موقع مل جائے۔

حضرت مفتی محمد فاروق صاحب قدس سرہٗ کے یہ ۷۱؍ مضامین مختلف رسائل واخبارات اور جرائد کی فائلوں میں بکھرے پڑے تھے۔ تقدم وتاخر سے بچنے کے لئے مضامین کی ترتیب سن وفات کے لحاظ سے قائم کی گئی ہے۔ یعنی جس شخصیت کی وفات پہلے ہوئی اس شخصیت پر لکھا گیا مضمون پہلے دیا گیا ہے جس کی بعد میں ہوئی اس کا بعد میں دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کی مدد سے یہ کام پایہ تکمیل تک پہنچا اس موقع پر اپنے محسنین اکابرین اور اساتذہ کرام کا بھی میں شکر گذار ہوں جن کی توجہ برابر اس کی اشاعت کے سلسلہ میں رہی خاص طور سے حضرت اقدس مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم العالیہ شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل اور حضرت مولانا محمد عباس صاحب دامت برکاتہم استاذ حدیث ومہتمم جامعہ محمودیہ میرٹھ ان کی توجہات میرے لئے مینارہ نور ہیں۔ محترم مکرم جناب حضرت مولانا خلیل قاضی صاحب دامت برکاتہم استاذ حدیث وناظم مدینہ اکیڈمی ڈیوز بری برطانیہ کا بھی میں نہایت ممنون ہوں جو کہ اس کتاب کے اصل محرک اور جامع ہیں۔ جناب

والا بار باراس کتاب کی اشاعت کے سلسلہ میں تقاضہ فرماتے رہے اور حسب حیثیت اپنے تعاون سے بھی نوازا۔

محترم جناب مفتی محمود حسن صاحب صاجزادہ محترم حضرت مفتی محمد فاروق صاحب نوراللہ مرقدہٗ، محترم جناب مولانا پرویز عالم صاحب خادم خاص محترم حضرت مفتی محمد فاروق صاحب قدس سرہٗ، حضرت مولانا سرور عالم صاحب رحمانی ایڈیٹر ماہنامہ المحمود، جناب حضرت مولانا سرفراز احمد صاحب و جناب حضرت مفتی توحید عالم صاحب ان جملہ حضرات کیلئے بھی نیک خواہشات کہ یہ حضرات ناچیز کی ہر خوشی میں اپنی شرکت کو ضروری سمجھتے ہیں جو بے شک وشبہ میرے لئے بڑی سعادت کی بات ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کو ہمیشہ خوش وخرم رکھے نیز اس ادنیٰ سی کاوش کو شرف قبولیت عطا فرمائے، ورنہ اس سیاہ کار کا حال تو یہ ہے:

احب الصالحین ولست منہم
لعل اللہ یرزقنی صلاحا

آپ کی آراء واصلاح کا منتظر
محمد فیضان غفرلہ
۲۵/رمضان المبارک ۱۴۴۱ھ

امیر المؤمنین خلیفۃ المسلمین سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

حق تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم سے امیر المومنین سیدنا عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کی سیرت وخدمات پر ''فاروق اعظم'' کی ترتیب وتالیف کی سعادت میسر آئی، اسی وقت سے قلب میں داعیہ تھا اور مخلص احباب نے بھی توجہ دلائی کہ خلیفۃ المسلمین سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سیرت وخدمات پر بھی کام کرنے اور اس کی اشاعت کی سخت ضرورت ہے، تاکہ زیادہ سے زیادہ عوام وخواص اس عظیم ترین شخصیت سے واقفیت حاصل کریں اور آپ کی سیرت مبارکہ کا اتباع کر کے فلاح دارین حاصل کریں، اس لئے کہ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شخصیت وہ عظیم شخصیت ہے جن کے جسم مبارک کا خمیر رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خمیر مبارک سے تیار کیا گیا۔

☆......جن کا قلب رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک کے ہمرنگ بنایا گیا۔

☆...... جن کے اوصاف کا تذکرہ قدیم آسمانی کتابوں میں نیز قرآن پاک اور احادیث مبارکہ میں کیا گیا۔

☆......جن کا نام رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کے ساتھ عرش الٰہی پر لکھا گیا۔

☆......جن کا لقب صدیق وعتیق خالق کائنات نے تجویز کیا۔

☆......جن کا نام رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مبارک کے ساتھ گلاب کے پھولوں میں لکھا ہوا دیکھا گیا۔

☆......جن کی شہرت زمین سے زیادہ آسمانوں میں ہوئی۔

☆......جن کو سب سے اوّل اسلام قبول کرنے کی سعادت ملی۔

☆......جن کے قلب میں اسلام قبول کرنے کے سلسلہ میں کوئی تذبذب ایک لمحہ کے لئے

بھی داخل نہیں ہوا۔

☆......جو اسلام قبول کرنے سے قبل بھی ہر قسم کی اخلاقی گندگی سے محفوظ تھے۔

☆......جو اسلام قبول کرنے سے قبل بھی حضرت رسول پاک ﷺ کے دوست اور رفیق تھے، اسلام قبول کرنے کے بعد بھی جنہوں نے زندگی کے ہر موقع اور ہر موڑ پر آنحضرت ﷺ کی رفاقت کا حق ادا کیا۔

☆......جو سفر ہجرت میں بھی آنحضرت کے رفیق سفر اور یار غار تھے۔ اور وفات کے بعد بھی رفیق ہیں اور میدان حشر میں بھی رفیق ہوں گے اور جنت میں بھی۔

☆......جن کا ایمان ساری مخلوق کے ایمان سے زیادہ وزنی ہے۔

☆......وہ کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ان کی ایک نیکی ہیں۔

☆......وہ جو افضل امت اور حضرات انبیاء علیہم السلام کے بعد افضل البشر ہیں۔

☆......جنہوں نے اپنی جان، اپنا مال، اپنا گھر بار سب کچھ حبیب خدا ﷺ پر اور دین حق کی سربلندی پر خرچ کیا۔

☆......وہ جو فنافی الرسول اور رسول خدا ﷺ کے عکس جمیل اور نقش جمیل اور آئینہ رسول تھے۔

☆......وہ جن کو رسول خدا ﷺ کے ساتھ اتحادی نسبت کمال درجہ حاصل تھی۔

☆......وہ کہ جن کو خالق کائنات نے اپنے محبوب ﷺ کی صحبت و رفاقت اور نیابت وخلافت کے لئے مخصوص فرمایا۔

☆......جنہوں نے رسول خدا ﷺ کی وفات کے بعد حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ڈھارس بندھائی۔ انکے آنسو پونچھے۔ ان کے سروں پر ہاتھ رکھا۔ اور امت کی شیرازہ بندی فرمائی اور پوری امت کی رہنمائی اور سرپرستی کا پورا پورا حق ادا فرمایا۔

☆......وہ کہ جن کو قرآن پاک کے جمع اور تدوین اوّل کی سعادت حاصل ہوئی۔

☆......وہ کہ جس نے مانعین زکوۃ ومرتدین اور مدعیان نبوت کا بھرپور مقابلہ فرما کر ان کی پوری سرکوبی اور بیخ کنی فرما کر پورے عالم میں اسلام کی عظمت کا سکہ جما دیا اور مسلمانوں کو نئی ہمت اور نیا حوصلہ بخشا۔

☆......وہ کہ جس نے مخالفین اسلام کے حوصلے ہمیشہ کے لئے پست کر دیئے۔

☆......وہ کہ جس نے اپنے بعد والے خلفاء اسلام کے لئے راہ ہموار کی اور منزل کی نشاندہی کے لئے مشعلیں قائم کیں۔

☆......وہ کہ جس نے قیامت تک آنے والے خدام دین کے لئے "اَیَنْقُصُ الدِّیْنُ وَاَنَا حَیٌّ" فرما کر نیا حوصلہ دیا، نیا جذبہ دیا اور خدمت دین کا سلیقہ دیا اور سرفروشی کا وہ درس دیا جس کو کوئی خادم دین فراموش نہیں کرسکتا۔ بقول:

سرفروشی کی تمنا اب ہمارے دل میں ہے
دیکھنا ہے زور کتنا بازوئے قاتل میں ہے

☆......وہ جو حبیب خدا ﷺ کے محب بھی ہیں اور محبوب بھی۔

☆......وہ جو حق تبارک وتعالیٰ کے محب بھی ہیں۔ اور محبوب بھی۔

☆......وہ جن کی پوری جماعت حق تبارک وتعالیٰ کی محب بھی ہے اور محبوب بھی۔

☆......وہ جن کی محبت ہر مومن کے لئے واجب ہے۔

☆......وہ جن کی محبت ایمان، اطاعت، باعث نجات اور ان کی سیرت پر عمل دارین کی فلاح وکامرانی ہے۔

☆......وہ کہ حبیب خدا ﷺ کے ایسے ثانی لاثانی ہیں جن کا کائنات میں ثانی نہیں۔

☆......وہ کہ جن پر حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے سکینہ اترتا تھا۔ اور جنود غیب سے جن کی مدد کی جاتی تھی۔

☆......وہ جن کی پیدائش بھی جنت کی پاکیزہ مٹی سے ہوئی۔اور جن کی تدفین بھی ریاض الجنۃ میں حبیب خدا ﷺ کے پہلو میں ہوئی۔

☆......وہ کہ جن کے جنازہ کیلئے روضۂ پاک کا دروازہ خود بخود کھل گیا اور غیب سے آواز آئی "اَدْخِلُوْا الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ" [حبیب کو حبیب ﷺ کے پاس پہنچادو۔]

☆......وہ کہ جن کی ذریت میں ہر زمانہ میں بڑے بڑے باکمال دین کے خدام پیدا ہوتے رہے۔

☆......وہ کہ جن کی ذریت آج بھی دنیا میں اشاعت دین میں سرگرم عمل ہے۔

بانیٔ دارالعلوم قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی نوراللہ مرقدہٗ اسی خانوادۂ صدیقی کے چشم و چراغ تھے۔جنہوں نے دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی۔اور آج دارالعلوم دیوبند سے علم کی نہریں اور دریا جاری ہیں جو پوری دنیا کو سیراب کر رہی ہیں۔ دارالعلوم کے فضلاء دنیا بھر میں ہر ہر میدان میں اشاعت دین اور حفاظت دین کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

اسی طرح حضرت مولانا محمد مظہر نانوتوی نوراللہ مرقدہٗ جو مظاہر علوم سہارنپور کے بانی ہیں۔اوران کے نام نامی کی طرف نسبت کرتے ہوئے مدرسہ کا نام مظاہر علوم رکھا گیا ہے۔اسی صدیقی خانوادے سے تعلق تھا۔اور مظاہر علوم اور اس کے فضلاء کا فیض پورے عالم میں پھیلا ہوا ہے۔

محدث جلیل حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نوراللہ مرقدہٗ کے تربیت یافتہ اور جانشین حضرت مولانا مفتی الٰہی بخش کاندھلوی قدس سرہٗ اوران کے اخلاف صدق نے اپنے اپنے زمانوں میں درس وتدریس تصنیف وتالیف، دعوت وتبلیغ کا بڑا فریضہ انجام دیا اور پھر اسی خاندان کے باقیات الصالحات میں:

حضرت مولانا محمد الیاس نور اللہ مرقدہٗ بانئ تبلیغ مرکز تبلیغ نظام الدین دہلی

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نور اللہ مرقدہٗ

حضرت مولانا انعام الحسن نور اللہ مرقدہٗ

اور حضرت مولانا زبیر الحسن نور اللہ مرقدہٗ

جنہوں نے دعوت وتبلیغ کا عالمی پیمانہ پر عظیم کارنامہ انجام دیا جس نے دنیا میں ایک عظیم اسلامی انقلاب پیدا کر دیا۔ آج بھی اس خاندان کے اخلاف صدق اس فریضہ کو انجام دے رہے ہیں۔

اس خانوادے کی ایک عظیم بافیض علمی شخصیت حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری نور اللہ مرقدہٗ کے خلیفہ اجل شیخ المشائخ حضرت اقدس مولانا افتخار الحسن کاندھلوی زید مجدہم ''اطال اللہ بقائہ'' کی ذات بابرکات ہے، جن کے ظاہری و باطنی اور روحانی فیوض وبرکات سے ایک بڑی مخلوق فیضیاب وسیراب ہو رہی ہے۔

اور اسی خانوادے کی ایک عظیم شخصیت بانئ تبلیغ مرکز نظام الدین دہلی حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے برادر اکبر حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب نور اللہ مرقدہٗ خادم خاص حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ کے صاحبزادہٗ محترم۔

صاحب اوجز المسالک ولامع الدراری، محدث جلیل قطب الاقطاب حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہٗ کی ذات گرامی ہے۔ جو صاحب بذل المجہود حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہٗ خلیفۂ اجل حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ کے خلیفہ اجل اور ان کی روحانی نسبتوں اور علوم ومعارف کے حامل وامین ہیں۔ جن کی تصنیفات وتالیفات بالخصوص کتب فضائل ''فضائل اعمال'' سے پوری دنیا فیضیاب وسیراب ہو رہی ہے۔ جن کو بے مثال مقبولیت خواص وعوام میں حاصل ہوئی اور پوری دنیا کے ہر ملک ہر

شہر ہر قریہ اور ہر قریہ کی اکثر مساجد میں ان کی تعلیم ہوتی ہے۔

اور ان کے سینکڑوں خلفائے کرام کا فیض پورے عالم میں پھیلا ہوا ہے۔اور ان کے خلفائے کرام کے خلفائے عظام دنیا بھر میں مساجد، مدارس، خانقاہوں اور دعوت وتبلیغ کے ذریعہ عظیم خدمات انجام دے رہے ہیں۔

شہر میرٹھ میں قاضی شہر اور متولی جامع مسجد میرٹھ اور رکن شوریٰ دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا قاضی زین العابدین صدیقی صاحب نوراللہ مرقدہٗ جو بہت سی مفید کتابوں کے مصنف اور ایک عظیم علمی شخصیت تھے۔اور ان کے دادا قاضی احمداللہ اور قاضی حیات بخش نے شہر میرٹھ میں مجاہد اعظم اور عظیم مصلح امت شاہ سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کا پورے قافلہ کے ساتھ استقبال کیا اور ضیافت فرمائی اور اپنے پورے خاندان کے ساتھ بیعت سے مشرف ہوئے اور ایک بڑے قافلہ کے ساتھ سید احمد شہید کے ساتھ جہاد میں شرکت کی وہ بھی اسی خانوادے صدیقی سے تعلق رکھتے تھے۔

اسی طرح اور دیگر ملکوں اور شہروں میں بھی صدیقی خانوادے نے عظیم دینی خدمات اور قربانیاں انجام دی ہیں۔اور انجام دے رہے ہیں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی جاں نثار خادم محب ومحبوب خلیفۃ الرسول افضل الصحابہ افضل البشر بعد الانبیاء امیر المومنین سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سیرت وخدمات کے نقوش جمیل زیر نظر کتاب ''صدیق اکبر رضی اللہ عنہ'' میں جمع کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔اس لئے کہ:

دفتر ہستی میں تھی زریں ورق تیری حیات
تھی سراپا دین ودنیا کا سبق تیری حیات
زندگانی تھی تری مہتاب سے تابندہ تر
خوب تر تھا صبح کے تارے سے بھی تیرا سفر

تاکہ موجودہ نسلیں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی سیرت سے سبق حاصل کریں۔ بے خودی کی نیند سے جاگیں، غفلت کو دور کریں۔ حفاظت دین کا جذبہ اپنے اندر پیدا کریں۔ دین حق پر چلنے اور اسی دین حق پر مر مٹنے کا عہد کریں اور

"اَیَنْقُصُ الدِّیْنُ وَاَنَا حَیٌّ" [کیا میرے جیتے جی دین میں کمی ہو جائیگی۔]

کی روح اپنے اندر پیدا کر کے قوموں میں پیدا شدہ جہالت، بد دینی، بے حیائی کے بگاڑ کو دور کرنے اور بدعات و رسومات کے طوفان و سیلاب پر بند ھ باندھنے کا عزم مصمم کریں۔

اور اپنے اپنے علاقوں میں جائزہ لیں۔

اور بے نمازیوں کو نمازی بنانے کی کوشش کریں۔

ایک ایک بچہ کو پڑھانے کی فکر کریں۔

اسکولوں، کالجوں میں پڑھنے والے بچوں کے لئے دینی تعلیم کا نظم کریں۔

مسجد مسجد، محلہ محلہ تعلیم بالغان کی کوشش کریں۔

بیاہ شادیوں میں پیدا شدہ رسومات و خرافات کو ختم کر کے سادہ سنت کے مطابق نکاحوں کا سلسلہ قائم ہونے کی کوشش کریں۔

■■■

امیر المؤمنین خلیفۃ المسلمین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد!

☆......امیر المؤمنین خلیفۃ المسلمین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ باتفاق حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، حضرات انبیاء کرام علیہم السلام اور امیر المؤمنین سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد تمام انسانوں میں سب سے افضل ہیں۔
(شرح الفقہ الاکبر: ۹۸)

☆......تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا اس پر اتفاق ہے کہ اس امت میں امیر المؤمنین سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد سب سے افضل امیر المؤمنین سیدنا حضرت عمر فاورق رضی اللہ عنہ ہیں۔

☆......امیر المؤمنین سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے: "ماطلعت الشمس علی رجل خیر من عمر" (مستدرک حاکم: ۹۶/ ۳)
[آفتاب نے عمر سے بہتر کسی شخص پر طلوع نہیں کیا۔]

☆......امیر المؤمنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مراد نبی ہیں، کہ ان کے ایمان وہدایت کے لئے سید المرسلین حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا مانگی اور اللہ تعالیٰ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا قبول فرمائی اور ان کو ایمان کی دولت سے مشرف فرمایا۔

☆......سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک اس امت میں سب سے محبوب ترین شخصیت امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد امیر المؤمنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ہے۔

☆......سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ دوستانہ طریقہ پر ہاتھ

میں ہاتھ ڈال کر چلتے تھے۔

☆......سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے پر آسمان والوں نے خوشی کا اظہار کیا۔

☆......امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وزیر ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

☆......امیر المؤمنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خسر ہونے کا شرف حاصل ہوا، اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے داماد بنے۔

☆......امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی رائے کے موافق متعدد قرآنی آیات نازل ہوئیں۔

☆......امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ میں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت مبارکہ کی برکت سے صفات نبوت موجود تھیں کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اگر کوئی نبی ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہوتے۔

☆......امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ایمان لانے کے بعد ہمیشہ سفر و حضر میں سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رفیق و ساتھی رہے۔

☆......امیر المؤمنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تمام غزوات میں شرکت فرمائی۔

☆......کسی موقع پر جانی و مالی قربانی سے دریغ نہیں فرمایا۔

☆......سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو شہادت کی خوشخبری سنائی۔

☆......سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو جنت کی بشارت دی۔

☆......امام الانبیاء سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنت میں آپ کے محل کو دیکھنے کی بشارت سنائی۔

☆......امام الانبیاء سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے کمال علم اور کمال دین و ایمان کی گواہی دی۔

☆......سید المرسلین ﷺ نے گواہی دی کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی زبان پر حق بولتا ہے، ان کی زبان سے خلاف حق کوئی بات نہیں نکلتی۔

☆......سید المرسلین ﷺ نے گواہی دی کہ حق حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہتا ہے۔

☆......سید المرسلین ﷺ نے گواہی دی کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جس راستہ کو چلتے ہیں شیطان اس راستہ پر بھی نہیں چل سکتا۔(اسی طرح شیطانی خصلت لوگ بھی اس راستہ پر نہیں چل سکتے)

☆......سید المرسلین ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کے ملہم ہونے کی گواہی دی کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوتا تھا۔

☆......سید المرسلین حضرت نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کی اتباع کا حکم فرمایا۔

☆......حضرت نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ اپنے برابر اور اپنے پہلو میں دفن ہونے کی بشارت دی۔

☆......حضرت نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو قیامت میں اپنے ساتھ اٹھنے کی بشارت دی۔

☆......حضرت نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کی تحریک سب سے اول آپ رضی اللہ عنہ نے ہی کی، اور سب سے اول آپ رضی اللہ عنہ نے ہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بیعت فرمائی۔

☆......تاحیات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ سفر و حضر میں رفیق و مشیر خاص بلکہ وزیر اعظم کی حیثیت سے رہے۔

☆......امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ان کے زمانہ خلافت میں ہر موقع ہر موڑ

پر بھرپور مدد کی۔

☆......امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو اپنے بعد کے لئے خلیفہ نامزد فرمایا، اور فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ سے کہہ دوں گا کہ میں نے تمام لوگوں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ہر لحاظ سے بہتر اور افضل پایا، اس لئے میں نے ان کو اپنا جانشین بنایا ہے۔

☆......آپ رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں اللہ تعالیٰ نے اسلام کو بڑی عزت و عظمت عطا فرمائی ہے۔

☆......آپ نے ایک ہزار سے زائد علاقوں میں اسلام کے جھنڈے گاڑے، اور اس زمین کو اللہ تعالیٰ کی توحید و کبریائی اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و رسالت کے نام سے آشنا کیا۔

☆......آپ رضی اللہ عنہ نے عراق، شام، مصر اور ایران کی بڑی بڑی سلطنتوں کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا اور کوئی طاقت ایسی باقی نہ رہی جو امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قدم مبارک روک سکے۔

☆......بیت المقدس کے عیسائیوں نے آپ رضی اللہ عنہ کا حلیہ مبارکہ دیکھ کر بلا جنگ و جدال پورا شہر آپ رضی اللہ عنہ کے حوالہ کر دیا، اور آپ رضی اللہ عنہ فاتح بیت المقدس کہلائے۔

☆......امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی روحانیت بہت صاف اور روشن تھی۔

☆......امیر المؤمنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ زہد و تقویٰ کے پیکر تھے۔ فکر آخرت اور خشیت الٰہی سے آپ رضی اللہ عنہ کا قلب بھرا ہوا تھا۔

☆......آپ رضی اللہ عنہ روحانیت کے اس اونچے اور اعلیٰ مقام پر تھے کہ اللہ تعالیٰ آپ رضی اللہ عنہ کے لئے درمیان کے زمینی حجاب تک اٹھا دیتا تھا، اور آپ رضی اللہ عنہ ہزاروں میل دور

حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کو آواز دیکر کوئی ہدایت فرماتے اور وہ آواز سن کر اس ہدایت پر عمل پیرا ہو جاتے تھے۔

☆......آپ رضی اللہ عنہ روحانیت کے اس اعلیٰ مقام پر تھے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے دریائے نیل کے نام خط لکھا جو خشک ہو چکا تھا اور بلا بھینٹ کے نہیں چلتا تھا، تو وہ ایسی تیزی کیساتھ چلا کہ اب تک خشک نہیں ہوا۔

☆......ان سب رفعتوں اور بلندیوں کے باوجود آپ رضی اللہ عنہ حد درجہ متواضع تھے، عبدیت اور بندگی آپ رضی اللہ عنہ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، آپ رضی اللہ عنہ خوف وخشیت والی آیات سنتے تو لرز کر رہ جاتے، اور کئی کئی دنوں تک بیمار رہتے۔

☆......ہزار ہا میل کے علاقوں پر سلطنت کرنے کے باوجود آپ رضی اللہ عنہ کے بدن پر پیوند لگا کرتا ہوتا تھا، اور لوگ آپ کو دن رات رعایا کی خدمت اور ان کی مدد کرتے دیکھتے تھے، راتوں کو پہرا دیتے تھے، مسافروں، بے کس، بے بس، غریبوں، بیواؤں کی مدد کرنا آپ رضی اللہ عنہ کی عام عادت تھی۔

☆......حدیث کی کتابوں میں سب سے اہم اور سب سے اونچی کتاب صحیح بخاری شریف ہے جس کے بارے میں مشہور ہے کہ: "اصح الکتب بعد کتاب اللہ الصحیح بخاری" [کتاب اللہ کے بعد سب سے زیادہ صحیح کتاب صحیح بخاری شریف ہے]

☆......امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی صحیح بخاری شریف میں سب سے پہلے جو حدیث شریف لائے ہیں اور وہ امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ہے، اس میں اشارہ ہے کہ اس امت میں سارا دین امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زیر سایہ چلا آیا ہے۔

☆......امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی یہ پہلی روایت دل کی گہرائیوں سے شریعت

پر عمل کرنے کی تلقین کر رہی ہے، اور یہ نیت کی درستگی اور اخلاص تمام اسلامی عقائد واعمال کی روح اور جان ہے۔

☆......غرضیکہ اللہ تعالیٰ نے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو عجیب وغریب کمالات سے نوازا تھا، قرآن کریم اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی گواہی دی ہے۔

☆......حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اس بات کا عقیدہ رکھتے تھے کہ سید المرسلین حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ میں امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں۔

☆......امیر المؤمنین حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور دیگر ائمہ اہل بیت نے بھی کھل کر اس عقیدہ کی تائید وحمایت کی ہے۔

☆......حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سب نے اس عقیدہ کی تائید کی، اور تمام اہل السنۃ والجماعۃ کا ہمیشہ یہی عقیدہ رہا ہے۔

☆......جو لوگ قرآن وحدیث کا علم نہیں رکھتے انہوں نے حج وعمرہ کے موقع پر اتنا تو ضرور دیکھا ہوگا کہ حجرہ مبارکہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بلافصل ساتھی ہیں، اور ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا روضہ ہے، یہ اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کی ایک ایسی تکوینی شہادت ہے، جس کا مشاہدہ وہ بھی کرتے ہیں جو اپنے دلوں میں ان بزرگوں کے بارے میں بوجھ لئے ہوئے ہیں۔

☆......حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اس سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دنیاوی حیات مبارکہ میں بھی اور ان دونوں کو اسی طرح کا قرب حاصل تھا۔

مگر افسوس صد افسوس کہ ایک گروہ ایسا بھی ہے جو حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت

امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کے ان عقائد و بیانات کو درخور اعتناء نہیں سمجھتا اور بڑی ڈھٹائی سے سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ایمان و اخلاق پر نہایت ہی لچر اور بے ہودہ اعتراضات کر کے اپنے ہی ایمان و اخلاق کو داؤ پر لگا تا ہے۔

یہ لوگ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو قرآن و حدیث کی نگاہ سے دیکھنے کے بجائے ان مؤرخین اور طاعنین کی نظر سے دیکھتے ہیں جن کا کام حقائق کو مسخ کرنا اور مسلمانوں میں تفرقہ بازی پیدا کرنا ہے، یہ گروہ اپنے مذموم مقاصد کے لئے غلط اور جھوٹے واقعات اور بیانات سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو بدنام کرتا ہے، اور جب تک ان کی زبان اور ان کا قلم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ایمان سے تہی دامن نہ کہہ لے یہاں تک کہ ان کو چین نہیں ملتا، جو شیعہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی گستاخی اور اہانت اور قرآن و حدیث کے معنی و مطلب کو بگاڑنے میں جتنا کمال رکھتا ہے وہی ان کا سب سے بڑا ذاکر اور ملا ہے۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور دوسرے اکابر اہل بیت کے ارشادات ان گستاخ لوگوں کی تردید کے لئے کافی ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ یہ بیان جاری کیا:

"اخوی رسول اللہ ووزیریہ وصاحبیہ وسیدی قریش وأبوی المسلمین فانا بریء ممن یذکرھما بسوء وعلیہ معاقب۔"

(تاریخ عمر: ۵۰، لابن جوزی)

[حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھائی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وزیر آپ کے گہرے دوست قریش کے بزرگ اور مسلمانوں کے مائی باپ ہیں، میں ان لوگوں سے برائت کا اعلان کرتا ہوں جو ان دونوں بزرگوں کو برائی سے یاد کرتا ہے اور ایسے لوگ قابل سزا ہیں]

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کا بیان دیکھئے، ایک مرتبہ کچھ لوگ آپ (کے پاس آئے اور سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں غلط باتیں کرنے لگے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے فرمایا:

''ہمارے پاس سے اٹھ جاؤ! اللہ تمہیں برکت نہ دے، اور تمہارے گھر رحمت نہ کرے، تم اسلام کے ساتھ مذاق کرتے ہو، تم اہل اسلام میں سے نہیں ہو، اٹھ جاؤ۔'' (البدایہ: ۹/۱۰۷)

حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کے والد حضرت امام باقر رحمۃ اللہ علیہ نے اہل کوفہ کے نام یہ پیغام بھجوایا تھا:

"ابلغ الی الکوفة انی برء ممن تبرأ من أبی بکر وعمر رضی الله عنهما وأرضاهما۔" حلیة الاولیاء: ۲۱۶/۳)

[میری طرف سے کوفہ والوں کو یہ بات پہنچا دو کہ جو شخص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بیزاری کی بات کرتا ہے میں خود اس سے بیزار ہوں، اللہ تعالیٰ ان دونوں سے راضی ہوں اور انکو خوش رکھیں۔]

ہم اس بات پر افسوس کا اظہار کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ برصغیر میں انگریز کی آمد کے معاً بعد ایک گروہ نے شیعیت کے نام سے نہیں قرآن وحدیث کے نام پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف یہ بات اٹھائی کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کے خلاف چلے ہیں، بلکہ خاص حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں تو ان لوگوں کا قلم اور بڑی بے دردی سے چلا ہے، افسوس کہ یہ گروہ بھی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے حکم اور طریقہ کو بدعت اور گمراہی کہنے سے بھی باز نہیں آیا، حالانکہ لوگوں میں یہ شیعہ کے نام سے معروف نہیں ہیں، اس جماعت کے ایک

پیشوا نواب صدیق حسن خان صاحب بیس رکعات تراوی پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اما قوله نعم البدعة هذه فليس فی البدعة ما يمدح بل كل بدعة ضلالة وليس المراد بسنة الخلفاء الراشدين الا طريقتهم الموافقة بطريقته من جهاد الا عداؤ وتقوية شعائر الدين ونحوها ومعلوم من قواعد الشريعة انه ليس لخليفة راشد ان يشرع طريقة غير ما كان عليه النبی صلی الله عليه وسلم ثم ان عمر نفسه الخليفة الراشد سمی مارأه من تجميع صلاته ليل رمضان بدعة ولم يقل انها سنة۔" (الا نتقاد الرجيح:٦٣، ماخوذ از فتح المبين:٤٤٨)

اس پر مولانا منصور علی مراد آبادی اپنی کتاب الفتح المبین (۱۳۱۳ھ) میں لکھتے ہیں:

"اس تقریر سے صاف ظاہر ہے کہ نواب صاحب آف بھوپال نے جماعت تراویح کو مخالف حکم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سمجھ کر اس پر اطلاق سنت کا ناجائز خیال کیا ہے، حالانکہ قول و فعل صحابہ کرام بھی سنت ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا۔" (فتح المبین: ۴۴۸)

اس جماعت کے ایک اور پیشوا مولوی محمد جوناگڑھی کو یہ لکھتے ہوئے ذرا شرم محسوس نہ ہوئی کہ حضرت عمر کو باریک مسائل کا علم ہونا تو درکنار انہیں تو موٹے موٹے مسئلے بھی معلوم نہ تھے، وہ لکھتا ہے:

"سنو! بہت صاف صاف اور موٹے موٹے مسائل ایسے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان میں غلطی کی۔" (طریق محمدی: ۴۰)

آگے چل کر یہی صاحب لکھتے ہیں:

"ان موٹے موٹے مسائل میں جو روز مرہ کے ہیں دلائل شرعیہ

آپ سے (یعنی حضرت عمر سے) مخفی رہے۔'' (ایضاً: ۴۲)

اسی ﷺ جماعت کے ایک اور ممتاز عالم مولوی رئیس احمد ندوی آف بنارس نے تو نہایت بے باکی سے یہ فتویٰ بھی جاری کر دیا کہ حضرت عمر اپنے سیاسی منظر نامے کے لئے تو قرآن کریم میں ترمیم کرنے سے بھی باز نہ آئے تھے۔

رئیس صاحب لکھتے ہیں:

''موصوف عمر کی خواہش وتمنا بھی یہی تھی کہ حکم قرآنی کے مطابق ایک مجلس کی تین طلاقوں کو ایک ہی قرار دیں، مگر لوگوں کی غلط روی روکنے کی مصلحت کے پیش نظر موصوف نے باعتراف خویش اس قرآنی حکم میں ترمیم کر دی۔'' (تنویر الافاق: ۴۹۸)

کیا کوئی سوچ سکتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ قرآن کریم میں ترمیم کی جرأت کر سکتے ہیں؟ موصوف اسی پر بس نہیں کرتے بلکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو نصوص کی مخالفت کا مرتکب بھی قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ان دونوں صحابہ (حضرت عمرؓ اور حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ) کو نصوص کی خلافت ورزی کا مرتکب قرار دیا جا سکتا ہے۔'' (ایضاً: ۸۸)

مزید سنئے!

''ہم دیکھتے ہیں کہ اپنی ذاتی مصلحت بینی کی بنیاد پر بعض خلفائے راشدین بعض احکام شرعیہ کے خلاف بخیال خویش اصلاح ومصلحت کی غرض سے دوسرے احکام صادر کر چکے تھے، ان احکام کے سلسلہ میں ان خلفاء کی باتوں کو عام امت نے رد کر دیا...... ہم آگے چل کر کئی مثالیں پیش کرنے والے ہیں جن میں احکام شرعیہ ونصوص کے خلاف خلفائے

راشدین کے طرز عمل کو پوری امت نے اجتماعی طور پر غلط قرار دے کر نصوص واحکام شرعیہ پر عمل کیا ہے۔" (تنور الآفاق: ۱۰۷)

اس کتاب میں جگہ جگہ سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو نصوص کی خلاف ورزی کا مرتکب...... ذاتی مصلحتوں کی خاطر قرآن کریم وحدیث کو خاطر میں نہ لانے والا تک بتایا گیا ہے۔

اس گروہ کے دوسرے علماء بھی سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر سخت زبان بولنے سے ذرا بھی نہیں شرماتے، کبھی مصلحتوں اور کبھی سیاست اور کم علمی کے عنوان پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو قرآن کریم میں ترمیم کرنے والا اور نصوص کو رد کرنے والا اور احکام شرعیہ کی پرواہ نہ کرنیوالا تک کہہ دیا جاتا ہے، اور اس جماعت کے کسی شیخ اور سلفی اثری اور حفظہ اللہ کو اتنی توفیق نہیں ہوئی کہ وہ اس طوفان بدتمیزی کے خلاف آواز اٹھائیں، اور بتائیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر اس قسم کا الزام دھرنے والے رافضی تو ہو سکتے ہیں کسی اہل سنت کا یہ کام نہیں ہو سکتا۔

افسوس اور صد ہزار افسوس کہ اس فرقہ اور جماعت نے یہ بھی غور کرنے کی زحمت گوارا نہیں کی کہ ہم اسلام کی کسی عظیم شخصیت کے بارے میں زبان درازی کر رہے ہیں اور ہم کو اس پاکیزہ اور مقدس شخصیت سے نسبت بھی کیا ہے۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک
چشمۂ آفتاب کجا و من خراب کجا
بہ بین تفاوت رہ از کجا است تا بکجا

اور یہ بھی غور کرنے کی زحمت گوارا نہیں کی کہ جن مقدس اور پاکیزہ نفوس اور ہستیوں کے ذریعہ دین ہم تک پہنچا ہے ان کو داغدار کر دینے سے پورے دین کا ہی کیا اعتبار رہ

جائے گا۔

خود امام الانبیاء سید المرسلین ﷺ نے ان کی فضیلت ومنقبت بیان فرمائی، اس کا کیا ہوگا؟

درحقیقت یہ تو خود سید المرسلین ﷺ سے اعتماد کا اٹھا دینا ہے کہ العیاذ باللہ جن کے فضائل ومناقب آنحضرت ﷺ بیان فرما رہے ہیں گویا وہ اس کے اہل نہ تھے، بلکہ وہ تو بددین اور بدعتی ناقص العقل ناقص الفہم تھے۔ نعوذ باللہ، ثم نعوذ باللہ۔

پھر شاگرد کی تنقیص وتوہین خود استاذ کی تنقیص وتوہین ہوتی ہے، اس لئے ان مقدس اور پاکیزہ نفوس کی تنقیص وتوہین خود امام الانبیاء سید المرسلین ﷺ کی تنقیص وتوہین ہے۔

مشہور ہے کہ جس نے استاذ کو نہ دیکھا ہو وہ شاگرد کو دیکھ لے، جس نے شیخ کو نہ دیکھا ہو وہ مرید کو دیکھ لے، جس نے باپ کو نہ دیکھا ہو وہ بیٹے کہ دیکھ لے۔

یعنی عامۃً شیخ کے کمال کا اثر اس کے مریدین میں استاذ کا اثر اس کے شاگردوں میں باپ کے کمال کا اثر اس کے بیٹوں میں آتا ہے۔

مگر افسوس صد افسوس امام الانبیاء ﷺ کے وہ شاگردان رشید کہ جن پر خود امام الانبیاء سید المرسلین حضرت نبی کریم ﷺ کامل اعتماد کا اظہار فرمائیں اور ان کے فضائل ومناقب بیان فرمائیں اور یہ گروہ ان ہی پاکیزہ ہستیوں کی تنقیص وتوہین کو دین کی اہم خدمت سمجھتا ہے یقیناً یہ دین کی سخت ترین دشمنی ہے، اور یہود کی سازشوں کا نتیجہ ہے، جس کو دین کی دوستی اور حدیث سے تعلق ومحبت کے نام پر انجام دیا جا رہا ہے، اور افسوس اس گروہ اور طبقہ نے یہ بھی غور کرنے کی تکلیف گوارہ نہیں کی کہ ہم بات بات پر بخاری شریف پر عمل کرنے کا دم بھرتے ہیں، اور امام المحدثین سیدنا حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی جامع صحیح بخاری شریف کو اسی پاکیزہ اور مقدس ہستی امیر المؤمنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی حدیث کو سب

سے اول اپنی صحیح بخاری شریف میں لا کر زینت بخشی ہے۔

اگر العیاذ باللہ ان کے باطل عقیدہ میں سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بدعتی ہیں ناقص العقل، ناقص العلم، ناقص الفہم ہیں تو اس گروہ اور طبقہ کو چاہئے کہ خود امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی جامع صحیح بخاری شریف سے ہاتھ اٹھائے اور کبھی زبان پر بخاری شریف کا نام نہ لائے کہ جو ایک بدعتی شخص کی حدیث ذکر کر رہا ہے۔ خود اس کا اور اس کی کتاب کا کیا اعتماد ہوسکتا ہے۔

اور اس فرقہ اور گروہ نے کبھی یہ سوچنے کی بھی تکلیف گوارہ نہیں کی کہ جس مقدس ہستی کے بارے میں ہم بدعتی ہونے کا الزام لگا رہے ہیں شیطان اس کے سایہ سے بھی ڈرتا ہے، بدعت اس کے پاس کیسے آسکتی ہے؟

اور اس مقدس ہستی کے پاس تو شیطان کیا آئے، اور اس کا کوئی عمل بدعت کس طرح ہوسکتا ہے؟ اس کی تو اولاد اور ذریت میں ہونے والے مشائخ حقہ نے بدعت کے نام اور بدعت کی بو کو بھی برداشت نہیں کیا۔

کم از کم سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی اولاد میں ہونیوالے مشہور علماء حق کی دینی خدمات جلیلہ اور اشاعت دین وسنت اور رد بدعات کے سلسلہ میں ان کے بے مثال مجاہدات اور قربانیوں کو ہی دیکھ لیا جاتا ہے۔ مثلاً

☆ ......شیدائے سنت سیدنا حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جن کا اتباع سنت اور بدعات بلکہ بوئے بدعات سے بھی سخت ترین نفرت حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں مسلم رہا ہے۔

☆ ......عمر ثانی امیر المؤمنین سیدنا حضرت عمر ابن عبد العزیز (جو پہلی صدی کے مجدد ہیں۔ جن کا عدل وانصاف اور تجدیدی کارنامے آفتاب سے زیادہ روشن ہیں۔

☆......شیخ الاسلام غوث زمانہ حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر فاروقی رحمۃ اللہ علیہ جن کے ہزاروں تو خلفاء ہوئے اور لاکھوں کی اصلاح کا ذریعہ بنے۔

☆......مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ مجدد الف ثانی۔ جنہوں نے اکبر بادشاہ کے قائم کردہ دین الٰہی کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا۔

☆......اور ان کے تمام امور صاجنزادگان۔

☆......مسند الہند الامام حضرت شاہ ولی اللہ فاروقی محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ان کے تجدیدی کارناموں سے کون ناواقف ہے۔

☆......اور ان کے نامور تمام صاجنزدگان۔

☆......حضرت مولانا شاہ عبد العزیز فاروقی محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جن کے تربیت یافتہ امیر المؤمنین حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ ہیں، جن کی قربانیوں اور تحریک جہاد سے دنیا واقف ہے۔

☆......مجاہد جلیل حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہید فاروقی رحمۃ اللہ علیہ رد بدعات میں جن کے تشدد اور جذبہ جہاد سے کون واقف نہیں۔

☆......حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی فاروقی رحمۃ اللہ علیہ۔

☆......امام اہل السنۃ والجماعۃ حضرت مولانا عبد الشکور لکھنوی فاروقیؒ۔

یہ وہ جلیل القدر حضرات ہیں کہ جن کی خدمات جلیلہ اور مجاہدات عظیمہ سے دنیا واقف ہے، اور ان حضرات نے اپنی پوری زندگیاں اشاعت دین وسنت اور رد بدعات میں گذار دیں، اور جس چیز میں بدعت کی بو بھی محسوس ہوئی اس کو بھی جڑ سے اکھاڑ پھینکا۔ مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقیؒ کا مقولہ مشہور ہے، جب کوئی بدعت دیکھتے برداشت نہ کر پاتے اور فرماتے:

''فقیر کو ان چیزوں کے دیکھنے یا سننے کی طاقت نہیں، اور بے اختیار ان کی زبان سے نکل جاتا ہے:

رگ فاروقیم بجوش آمد

[میری فاروقی رگ جوش میں آگئی۔'']

حکیم الامت حضرت اقدس تھانوی علیہ الرحمہ اپنے مزاج کی حدت اور دینی امور میں شدید تصلب کی ایک وجہ اپنا فاروقی النسل ہونا بیان فرمایا کرتے تھے۔

اپنے تو اپنے غیروں نے سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا لوہا مانا ہے۔ اور ان کی عبقری صفات کا کھل کر اعتراف کیا ہے۔

مگر افسوس آج اس عظیم مقدس و پاکیزہ شخصیت کو داغدار کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، یقینا یہ لوگ امام الانبیاء سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد عالی ''لعن آخر هذه الامة اولها'' [اس امت کے اخیر میں آنے والے اولیں حضرات کو لعنت، ملامت، سب و شتم کریں گے] کے مصداق ہیں۔ جس کو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علامات قیامت بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے۔

اس جماعت اور اس فرقہ کی یہ دلخراش حرکتیں دیکھ کر اور سن کر ایک صاحب ایمان لرز اٹھتا ہے اور پکار اٹھتا ہے:

یہ کیسا انقلاب ہے

دیکھ کر دل کباب ہے

اللہ تعالیٰ علمائے اہل سنت والجماعۃ کو جزائے خیر عطا فرمائے، جنہوں نے امیر المؤمنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے خلاف چلنے والی ہر تحریک کو ہر دور میں بے نقاب کیا ہے، اور خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے خلاف اٹھنے والے ہر فتنے

کا تعاقب کیا، اسلامی تاریخ کا کوئی دور ایسا نہیں جس میں خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عظمت اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی فضیلت نہ بیان کی گئی ہو، امت کا کوئی مفسر اور محدث متکلم اور فقیہ مؤرخ اور صوفی ایسا نہیں جس کی زبان ان بزرگوں کے ذکر خیر سے تر نہ رہی ہو، اور ان کا قلم عادلانہ دفاع میں نہ چلا ہو، قرآن کریم کی کوئی بھی تفسیر اٹھا لیجئے آپ کو کہیں نہ کہیں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی منقبت اور ان کی عظمت کا بیان ضرور ملے گا، حدیث کی کوئی کتاب مناقب عمر رضی اللہ عنہ سے خالی نہیں فقہ کی کوئی کتاب اٹھائیے تو آپ کو جگہ جگہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی فقہیات اور قرآن کریم وسنت پر ان کی گہری نظر آپ کو دکھائی دے گی۔ اللہ تعالیٰ امت محمدیہ کی سیرت کو سامنے رکھ کر عمل کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین!

■■■

امیر المؤمنین خلیفۃ المسلمین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد!

☆......امیر المؤمنین سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ جو قریش میں عالی نسب رکھتے ہیں۔

☆......جو قریش میں مقام محبوبیت پر فائز تھے، کہ آپ کی محبوبیت کی مثالیں دی جاتی تھیں۔

☆......آپ کو امام الانبیاء حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دامادی کا شرف حاصل تھا۔

☆......آپ کے نکاح میں امام الانبیاء حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یکے بعد دیگرے دو صاحبزادیاں آئیں جس کی وجہ سے آپ ذوالنورین کہلائے۔

☆......آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی دامادی سے اتنے خوش تھے کہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے انتقال پر فرمایا: اگر میری چالیس بیٹیاں بھی ہوتی تو سب کا یکے بعد دیگرے عثمان (رضی اللہ عنہ) سے نکاح کر دیتا۔

☆......آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب نکاح وحی کے ذریعہ فرمائے۔

☆......آپ چوتھے نمبر پر ایمان لانے والے ہیں، جس کی وجہ سے آپ حضرت صحابہ میں سابقین اولین میں شامل ہیں۔

☆......آپ قریش کے ان ممتاز چند حضرات میں سے ہیں جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے، اس لئے قریش میں آپ کا خاص اعزاز واحترام کیا جاتا تھا۔

☆......آپ کو کاتب وحی ہونے کا اعزاز بھی حاصل تھا۔

☆......آپ عرب کے حسین ترین لوگوں میں سے تھے۔

☆......آپ عادات وخصائل میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کامل مشابہت رکھتے تھے۔

☆......عرب کے تاجروں میں آپ کا نام نمایاں مقام تھا، جس کی وجہ سے عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے مشہور ہوئے۔

☆......شیخین (صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما) کے بعد آپ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے افضل تھے۔

☆......آپ پیدائشی سلیم الفطرت تھے جس کی وجہ سے اسلام قبول کرنے سے قبل بھی آپ سے کسی گندی خصلت کا صدور نہیں ہوا۔

☆......کبھی زنا نہیں کیا، کبھی شراب نہیں پی، کبھی گانے بجانے میں شرکت نہیں کی، کبھی کسی بت کے سامنے سر نہیں جھکایا، کبھی کسی بت کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلائے، کبھی کسی کو قتل نہیں کیا، کبھی چوری نہیں کی، کبھی جھوٹ نہیں بولا، جس کی وجہ سے لوگ آپ کی شریفانہ روی اور اعلیٰ اخلاق کی گواہی دیتے تھے۔

☆......اسلام قبول کرنے پر اہل خاندان کی طرف سے بڑی بڑی صعوبتیں برداشت فرمائیں۔

☆......مسلمانوں میں سب سے پہلے آپ نے اپنی زوجہ مطہرہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے ہمراہ حبشہ کی جانب ہجرت فرمائی۔

☆......آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ طیبہ ہجرت فرمانے کے بعد آپ نے بھی اپنی زوجہ مطہرہ رضی اللہ عنہا کے ہمراہ حبشہ سے مدینہ طیبہ ہجرت فرمائیں۔

☆......غزوۂ ذات الرقاع سن ۴ ہجری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو مدینہ طیبہ میں اپنا نائب اور قائم مقام بھی تجویز فرمایا۔

☆......تمام غزوات میں برابر شریک رہے، غزوۂ بدر کے علاوہ، غزوۂ بدر کے موقع پر اہلیہ محترمہ کی شدید علالت کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی بنا پر غزوۂ بدر میں

شرکت نہیں فرما سکے، مگر اجر و غنیمت میں شریک رہے۔

☆......آپ کا مال اسلام کی سربلندی کیلئے ہمیشہ وقف رہا۔

☆......غزوۂ تبوک میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اتنا مال خرچ کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنے خوش ہوئے کہ پوری رات حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے لئے برابر دعا فرماتے رہے، اور ارشاد فرمایا: آج کے بعد عثمان جو بھی عمل کریں ان پر کوئی حرج نہیں۔

☆......صلح حدیبیہ کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو اپنا سفیر بنا کر قریش مکہ کے پاس روانہ فرمایا۔

☆......آپ کے عشق نبوی کا یہ حال تھا کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر قریش مکہ کی پیش کش کے باوجود حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغیر عمرہ یا طواف تک کرنا گوارہ نہیں فرمایا۔

☆......صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ کے قتل کی افواہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے قصاص کیلئے چودہ سو سے زائد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بیعت علی الجہاد فرمائی۔ جس کو بیعت رضوان کہا جاتا ہے، جس کی وجہ سے بیعت کرنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خوشخبری قرآن کریم میں نازل ہوئی۔

☆......بیعت رضوان کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ سے غائبانہ بیعت فرمائی۔

☆......آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا دایاں دست مبارک اپنے بائیں دست مبارک پر رکھ کر فرمایا: کہ یہ بیعت عثمان کی طرف سے ہے، اور اپنے دست مبارک کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ہاتھ قرار دیا۔ "فهنيئا له" جس کی وجہ سے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اس خوش قسمتی اور سعادت عظمیٰ پر خوشی میں جھوم اٹھے اور بے اختیار پکارنے لگے "طوبى لعثمان" [عثمان کے لئے مبارک ہو]

☆......اور یقینا یہ کتنی بڑی سعادت ہے کہ امام انبیاء رحمت دو عالم ﷺ اپنے دست مبارک کو کسی کا ہاتھ فرمائیں، اس عظیم سعادت پر جتنا بھی فخر کیا جائے کم ہے۔

☆......آنحضرت ﷺ آپ سے تاحیات انتہائی خوش رہے، اور آپ کے بارے میں اونچے کلمات ارشاد فرمائے۔

☆......آپ نے خلافت صدیقی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بھرپور ساتھ دیا، اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اہم امور میں آپ سے مشورہ فرمایا کرتے تھے، اور آپ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی مجلس شوریٰ کے اہم رکن تھے۔

☆......دور صدیقی میں آپ کو امین العام اور کاتب خصوصی کی حیثیت بھی حاصل تھی۔

☆......عہد فاروقی میں بھی آپ کی یہی حیثیت برقرار رہی۔

☆......حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا بھرپور ساتھ دیا، اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اہم امور میں آپ سے مشورہ فرماتے اور آپ کے مشورہ کو خاص اہمیت دیا کرتے تھے۔

☆......فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد انتخاب خلیفہ کیلئے جو کمیٹی تشکیل دی اس میں آپ کا نام شامل تھا۔

☆......فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد اہل شوریٰ کے اتفاق رائے سے آپ کو خلیفۃ المسلمین تجویز کیا گیا، اور ہزاروں مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم نے آپ کے ہاتھ پر بیعت فرمائی۔

☆......آپ نے امور خلافت انتہائی خوبصورتی کے ساتھ انجام دیئے۔

☆......آپ کے دور خلافت میں فتوحات کا وہ سلسلہ قائم ہوا کہ فتوحات عثمانی کی مثال تاریخ میں نہیں ملتی۔

☆......خلافت عثمانی کے پورے دور خلافت میں حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ شانہ بشانہ آپ کیساتھ رہے اور بھرپور تعاون فرمایا۔

☆......اور آپ کوئی اہم فیصلہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشورہ کے بغیر نہیں فرماتے تھے۔

☆......آپ کے ہی دور خلافت میں پہلی مرتبہ بحری بیڑہ تیار ہوا اور بحری جنگوں کا سلسلہ شروع ہوا۔ بقول شاعر:

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

☆......آپ نے مسجد الحرام اور مسجد نبوی کی انتہائی مضبوط اور خوبصورت دل کھول کر توسیع فرمائی۔

☆......آپ کی فضیلت میں قرآن کریم کی کئی آیات مبارکہ نازل ہوئیں۔

☆......آپ کی فضیلت متعدد احادیث مبارکہ میں بیان کی گئی ہے۔

☆......آپ کی خلافت کے قرآن واحادیث میں اشارے موجود ہیں۔

☆......آپ حیاء میں حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کامل نمونہ تھے، جس کی وجہ سے ملائکہ بھی آپ سے حیاء کرتے تھے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا: ''**اشدھم حیاء عثمان**'' [تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے زیادہ باحیاء حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں]

☆......حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھنے والے کی نماز جنازہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہیں پڑھائی، اور ارشاد فرمایا: یہ شخص عثمان غنی سے بغض رکھتا تھا، اس لئے اللہ تعالیٰ بھی اس سے بغض رکھتا ہے۔

☆......حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو دنیا وآخرت میں اپنا ساتھی اور رفیق فرمایا۔

☆......حضرت نبی کریم ﷺ نے آپ کو اپنا بھائی فرمایا۔

☆......حضرت نبی کریم ﷺ نے آپ کو جنت میں اپنا رفیق فرمایا۔

☆......حضرت نبی کریم ﷺ نے متعدد احادیث مبارکہ میں آپ کو جنت کی بشارت دی۔

☆......حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کہ ستر ہزار لوگ جو جہنم کے مستحق ہوں گے، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شفاعت سے بلا حساب جنت میں داخل ہوں گے۔

☆......حضرت نبی کریم ﷺ نے آپ کو آسمان والوں کا نور، اہل زمین اور اہل جنت کا چراغ فرمایا۔

☆......حضرت نبی کریم ﷺ نے جنت میں آپ کے سونے، موتی، یاقوت کے محل کا مشاہدہ فرمایا۔ اور آپ کا ایسا مکان جنت میں دیکھا جو سب سے بلند و بالا تھا۔

☆......حضرت نبی کریم ﷺ نے آپ کو اپنے دل کے قائم مقام فرمایا۔

☆......آپ جامع قرآن ہیں، کہ پوری امت کو ایک لغت قرآن پر جمع فرمایا۔ اور امت کو ایک بڑے انتشار اور اختلاف سے بچایا۔

☆......آپ عاشق قرآن تھے، تلاوت قرآن آپ کا محبوب ترین مشغلہ تھا، عموماً ایک رکعت میں قرآن کریم کو ختم کرنے کا معمول تھا۔

☆......آپ کثرت سے روزے رکھنے والے تھے، گویا صائم الدہر تھے۔

☆......آپ کے عشق نبوی ﷺ کا یہ عالم تھا کہ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد آنحضرت ﷺ کی یاد میں اکثر آنسو بہایا کرتے تھے۔

☆......آپ کے عشق نبوی ﷺ کا یہ عالم تھا کہ کسی چیز و میں خلاف سنت کوئی کام کبھی پسند نہیں فرماتے تھے۔

☆......آپ کے عشق نبوی کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ کی اپنے مکان پر دعوت

فرمائی اور آنحضرت ﷺ کے مکان سے اپنے مکان تک آنحضرت ﷺ کے اقدام مبارکہ کو شمار کر کے اقدام مبارکہ کی گنتی کے مطابق غلام آزاد کئے۔

☆......آپ نے اپنی پوری زندگی اشاعت سنت اور اشاعت اسلام میں گذاری۔

☆......آپ اہل بیت نبی کی دل وجان سے تعظیم وتوقیر بجالاتے تھے اور ادنیٰ درجہ بے توقیری کو برداشت نہیں کرسکتے تھے۔

☆......آپ آنحضرت ﷺ اور اہل بیت کی ادنیٰ تکلیف سے بے چین ہو جایا کرتے تھے۔

☆......آپ اہل بیت کی خدمت کو اپنے لئے عظیم سعادت تصور فرما کر بجالاتے تھے اشاعت احادیث میں بھی آپ کا خاص مقام ومرتبہ تھا۔

☆......آپ کا فقہی مقام بھی انتہائی بلند تھا۔

☆......آپ اعلیٰ درجہ کی بصیرت وفراست صادقہ کے مالک تھے۔

☆......آپ کی خشیت خداوندی کا یہ عالم تھا کہ تلاوت قرآن کے وقت کثرت سے روتے تھے اور جب کسی قبر کے پاس سے گذرتے تو اتنا روتے کہ داڑھی مبارک تر ہو جاتی۔

☆......آپ ہر سال حج کرتے اور حجاج کرام کے کھانے کا انتظام اپنی جیب خاص سے فرمایا کرتے تھے۔

☆...... ہر جمعہ کو ایک غلام آزاد کرنے کا ہمیشہ معمول رہا۔

☆......آپ کی سخاوت اور انفاق فی سبیل اللہ کی مثال تمام حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں بھی نہیں۔

☆......آپ کی تواضع کا یہ عالم تھا کہ اکثر اپنے کام خود فرمایا کرتے، بالخصوص رات کے وقت کسی خادم یا غلام کو جگانا کبھی گوارہ نہ فرماتے۔

☆......آپ کی صلہ رحمی بھی بے مثال تھی۔

☆......آپ کے اندر عظمت رسول اللہ ﷺ اس درجہ تھی کہ آنحضرت ﷺ کے دست مبارک پر بیعت ہونے کے بعد اپنا دایاں ہاتھ کبھی اپنی شرمگاہ سے نہیں لگایا۔

☆......آپ کے اندر عشق رسول اللہ ﷺ اس درجہ تھا کہ مدینہ طیبہ کی جدائی بھی گوارہ نہ تھی، جب عمرہ کے لئے تشریف لے جاتے عمرہ سے فارغ ہو کر سواری سے سامان تک نہ اتارتے بلکہ سیدھے واپس ہو جایا کرتے تھے۔

☆......شہادت کو گلے سے لگایا، مگر جوار رسول اللہ ﷺ سے جدائی گوارا نہیں فرمائی۔

☆......جان کی قربانی دیدی، لیکن آنحضرت ﷺ کے ارشاد عالی کی وجہ سے خلافت سے دست بردار نہیں ہوئے۔

☆......اپنی جان کی قربانی دیدی، مگر کسی ایک مسلمان کی خونریزی بھی گوارا نہیں فرمائی۔

☆......اپنی جان کی قربانی دیدی، مگر باغیوں پر بھی تلوار اٹھانے کی اجازت نہیں دی۔

☆......اپنی جان دیدی، مگر کسی سنت اور اسلامی اخلاق و آداب تک کو اپنے ہاتھ سے ان کو چھوڑنا گوارا نہیں کیا۔

☆......آپ بوقت شہادت بھی روزے سے تھے اور تلاوت کلام پاک میں مشغول تھے۔

☆......آپ کو آنحضرت ﷺ نے خوشخبری دی کہ آج تم ہمارے ساتھ آب کوثر سے افطار کرو گے۔

☆......آخر اس مجموعہ محاسن و کمالات، محب و محبوب، داماد رسول اللہ ﷺ کو باغیوں نے قتل کر ڈالا۔

☆......اس امام مظلوم شہید کے قتل ناحق میں شریک ہونے والوں کو حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے عبرتناک سزائیں دنیا ہی میں دی گئیں، جن کو دنیا والوں نے دیکھا۔

☆......امام مظلوم و شہید سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں بھی بڑے بڑے اولیاء

اللہ، محدثین، مشائخ حدیث، ارباب دعوت وعزیمت خدام دین پیدا ہوتے رہے، جن کی رگوں میں امام مظلوم کا خون دوڑ رہا تھا اور انہوں نے اپنے جد اعلیٰ جد امجد سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے طرز پر اپنے اپنے زمانوں میں اپنی حسب حیثیت دین کی خدمت کی اور اشاعت دین اور حفاظت دین کی خاطر جانی و مالی بے مثال حیرت انگیز قربانیاں دیں۔

☆......اسیر مالٹا شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندی نور اللہ مرقدہٗ

☆...... شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب ''صاحب تفسیر عثمانی''

☆......محدث کبیر صاحب اعلاء السنن حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی

☆......حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانی مہتمم دار العلوم دیوبند

☆......حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن عثمانی اول مفتی اعظم دار العلوم دیوبند

☆......صاحب معارف القرآن حضرت مولانا مفتی محمد شفیع عثمانی مفتی اعظم دار العلوم دیوبند۔

☆......شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی زید مجدہم (جو متعدد اہم کتابوں کے مصنف ہیں۔)

☆......حضرت مولانا مفتی رفیع عثمانی زید مجدہم اور ان کا پورا خاندان یہ سب اسی عثمانی خاندان کے چشم و چراغ ہیں، جن کی خدمات آفتاب کی طرح روشن ہیں۔

☆......حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی نور اللہ مرقدہٗ کی خدمات سے کون ناواقف ہوگا آپ کا تعلق بھی اسی عثمانی خانوادے سے ہے، آپ کا نسب نامہ سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تک آپ کی سوانح ''مولانا رحمت اللہ کیرانوی اور ان کے معاصرین'' (مرتبہ حکیم محمود احمد ظفر) میں باقاعدہ درج ہے، اور تفصیلی نسب نامہ حضرت مولانا محمد حشیم صاحب زید

مجد ہم مہتمم مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ کے پاس بھی موجود ہے۔

حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ کے نسب نامہ میں ایک شخصیت عبدالرحمن کبیرؒ کی ہے، آپ مدینہ طیبہ سے گازرون تشریف لائے اور پھر یہیں کے ہو گئے۔ بعد میں ان کی اولاد میں سے عبدالرحمن ثانی رحمۃ اللہ علیہ گازرون سے تشریف لاکر پانی پت میں مقیم ہو گئے۔ حضرت کبیر الاولیاء مخدوم خواجہ محمد جلال الدین آپ ہی کی اولاد میں سے ہیں، اسی لئے حضرت کو گازرونی کہا جاتا ہے۔

حضرت شیخ عبدالرحمن گازرونیؒ سلطان محمود غزنوی کی فوج میں شرعی حاکم تھے، یہ عہدہ ''قاضی عسکر'' کے نام سے خلفائے آل عثمان کے زمانہ میں بھی ہمیشہ قائم رہا، اور آخری خلیفہ سلطان ارشاد خان خامس مرحوم کے زمانہ تک اس عہدہ پر ممتاز اور متدین علماء مقرر کئے جاتے رہے، جو فوج کے تمام شرعی معاملات و مقدمات کا فیصلہ کیا کرتے تھے۔

شیخ عبدالرحمن گازرونی (گازران یا گازرون توابعات شیراز میں مشہور مقام ہے) سلطان محمود غزنوی کے لشکر کے ساتھ ''قاضی عسکر'' کی حیثیت سے ہندوستان تشریف لائے اور سلطان محمود غزنوی نے جب سومناتھ کے مندر پر حملہ کیا تو شیخ عبدالرحمن بھی فوج کے ساتھ شریک جہاد تھے۔ پانی پت کی فتح کے بعد آپ یہیں مقیم ہو گئے یہیں انتقال فرمایا اور یہیں زیر قلعہ دفن کئے گئے، آپ کی قبر مبارک پانی پت میں ایک چھوٹے سے احاطے کے اندر مشہور و معروف ہے۔

حضرت مخدوم کبیر الاولیاء جلال الدین محمد رحمۃ اللہ علیہ کبار اولیاء اللہ میں سے تھے۔ آپ حضرت شاہ شرف الدین بوعلی قلندرؒ سے ہمیشہ بیعت کی استدعا کیا کرتے تھے؛ لیکن ان کی استدعا کے جواب میں حضرت بوعلی قلندرؒ ہمیشہ یہ جواب ارشاد فرماتے:

''تمہارا مرشد آنے والا ہے ابھی صبر کرو، ہم بتادیں گے۔''

چنانچہ حضرت خواجہ شمس الدین صاحب ترک قدس سرہٗ پانی پت تشریف لائے تو حضرت قلندر صاحب نے رحمۃ اللہ علیہ مخدوم کبیر الاولیاء سے فرمایا: جاؤ! تمہارے مرشد اور پیر آئے ہیں، ان کا استقبال کرو۔ آپ گھوڑے پر سوار ہو کر شہر سے باہر نکلے تو دیکھا کہ ایک فقیر چلے آرہے ہیں، حضرت مخدوم صاحب نے اس فقیر کو سلام کیا، جواب میں خواجہ صاحب نے فرمایا: ''میاں جوان! ذرا اپنے گھوڑے کی چال تو دکھاؤ'' آپ نے باگ اٹھائی اور گھوڑے کو سرپٹ دوڑایا، خواجہ صاحب بہت خوش ہوئے اور فرمایا:

''زہے اسپ وزہے سوار''

مخدم صاحبؒ پر اس بات سے ایک خاص کیفیت طاری ہوئی اور آپ گھوڑے پر سے گر پڑے، خواجہ شمس الدین ترک نے پکڑ کر سینے سے لگایا اور جو کچھ دینا تھا دیا اور بیعت کر کے خلافت عطا فرمادی۔

حضرت کبیر الاولیاء کی تربیت اور آپ کے اخلاق و کردار کی تعمیر میں حضرت شاہ بو علی قلندرؒ کے فیض صحبت اور توجہ کا ایک خاص دخل تھا، حضرت ہی کے سایہ عاطفت میں آپ نے مدارج معرفت طے کیئے، حضرت شاہ بو علی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی محبت اور شفقت کا یہ عالم تھا کہ جب تک حضرت کبیر الاولیاء مخدوم خواجہ محمد جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ نہیں لیتے تھے چین نہیں آتا تھا۔

جب خواجہ شمس الدین ترک پانی پت تشریف لائے تو حضرت قلندر رحمۃ اللہ علیہ صاحب نے انہیں خواجہ ترک کی خدمت میں مرید ہونے کے لئے بھیج دیا، حضرت کبیر الاولیاء خواجہ شمس الدین ترک رحمۃ اللہ علیہ سے مرید ہو گئے، حضرت کبیر الاولیاء نے اپنی ریاضت وعبادت سے خواجہ ترک رحمۃ اللہ علیہ کو نہایت متاثر کیا، چنانچہ مسند خلافت عطا کی، اور ان کو اپنا جانشین متعین فرمایا، اور علاقہ پانی پت کی ولایت ان کو عطا فرمائی اور پھر سلسلہ چشتیہ صابریہ آپ ہی کے

ذریعہ سے پھیلا اور آپ مرجع الخلائق بنے، اور بے شمار مخلوق آپ کے فیوض و برکات سے فیض یاب ہوئی، آپ کی زندگی انتہائی زاہدانہ اور درویشانہ تھی۔

آپ کے گھر میں تو فقر و فاقہ رہتا لیکن لنگر خانے میں سینکڑوں ہزاروں مہمان کھانا کھاتے، اگر کبھی مہمان کم ہوتے تو بازار سے آدمیوں کو بلا کر لنگر سے کھانا کھلایا جاتا، پھر کھانے بھی انواع و اقسام کے ہوتے گویا:

ہیں دوسروں کے واسطے لعل و زر و گہر
اپنا یہ حال ہے کہ ہے چولہا بجھا ہوا

حضرت کبیر الاولیاء ۶۳۸ھ میں پیدا ہوئے ۷ / ربیع الاول ۸۵۲ / ہجری میں اس عدم ہستی نما سے ہستی عدم نما کو انتقال فرمایا۔ اس حساب سے آپ کی عمر ۲۱۳ / سال بنتی ہے آخر عمر میں آپ ریاضتوں اور مجاہدات کی وجہ سے نہایت کمزور ہو گئے تھے اور آپ پر ہر وقت ایک استغراقی کیفیت طاری رہتی تھی، نماز کے لئے آپ کو متوجہ کیا جاتا تھا، آپ کا انتقال پانی پت میں ہوا، پانی پت میں آپ کی اولاد موجود اور آباد تھی، جو ۱۹۴۷ء کے بٹوارے میں منتشر ہو گئی، مگر درگاہ مخدوم صاحب اور مسجد وغیرہ تا حال باقی ہے اور مرجع الخلائق ہے۔

حضرت کبیر الاولیاء کے پانچ صاحب زادے اور دو صاحب زادیاں تھیں، یہ پانچوں اپنے والد ماجد کے صحیح جانشین اور اپنے زمانے کے کامل ولی تھے۔

(۱)......خواجہ عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

(۲)......خواجہ کریم الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

(۳)......خواجہ شبلی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

(۴)......خواجہ عبد الواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

(۵)......خواجہ محمد ابراہیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ

(۶)......سیدہ فردوسپہر رحمۃ اللہ علیہا

(۷)......سیدہ زبیدہ رحمۃ اللہ علیہا

حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی قدس سرہٗ حضرت خواجہ عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ہیں، خواجہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ کی ایک نہایت برگزیدہ شخصیت تھے، اور آپ کی اولاد سے دینی علوم کی نشر واشاعت ہوئی۔

کیرانہ میں سکونت

مخدوم کبیر الاولیاء نے اپنے پیر ومرشد حضرت خواجہ شمس الدین ترک پانی پتی قدس سرہٗ کے ساتھ پانی پت ہی میں سکونت پذیر رہے، اور وہیں ۱۲/ربیع الاول ۷۶۵ھ کو داعی اجل کو لبیک کہا۔ پانی پت میں جہاں ان کی اولاد سکونت پذیر تھی، اس محلہ کا نام ہی محلہ مخدوم زادگان ہے، ۹۱۵ھ میں فرمان اکبری کے مطابق جب کیرانہ اور مضافات کیرانہ نواب مقرب خان کو بطور جاگیر عطا ہوا تو عثمان النسب جلالی خاندان کا یہ حصہ پانی پت سے ترک سکونت کر کے کیرانہ میں آ کر آباد ہو گیا، پانی پت سے آنیوالے لوگوں کی وجہ سے اس قصبہ کی آبادی میں بڑا اضافہ ہوا اور اس وجہ سے اس معمولی قصبہ کی باقاعدہ توسیع اور تنظیم کی گئی۔

انگریز نے ہندوستان میں تسلط کے بعد ہندوستان میں عیسائیت کو پھیلانے اور اس کے فروغ کے لئے عیسائی مبلغین ہزاروں کی تعداد میں ہندوستان میں پھیلا دیئے، جو جگہ جگہ پر چوراہوں پر کھلے عام عیسائیت کی تبلیغ کرتے اور مذہب اسلام پر اعتراضات کی بھرمار کرتے، اس طرح عیسائیت کو پھیلانے کی بھرپور کوشش کی جا رہی تھی، اور اپنی قوت وطاقت، زور وزبردستی سے بھی کام لیا جاتا تھا، اور عیسائیت قبول کرنے پر مجبور کیا جاتا تھا۔ ایسے حالات میں حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی نور اللہ مرقدہٗ بطور خاص عیسائی مبلغین کے

خلاف میدان میں اترے، یوں دوسرے علماء کرام نے بھی اس فتنہ کی سرکوبی میں پورا حصہ لیا،لیکن حضرت مولانا رحمت اللہ نور اللہ مرقدہٗ نے اس فتنے کی سرکوبی اور عیسائی مبلغین کے رد اور ان کے خلاف علم جہاد بلند کیا اور اس کو اپنی زندگی کا مقصد بنالیا، جہاں کسی عیسائی مبلغ کی آمد اور اس کی سرگرمی کی خبر سنتے فوراً وہاں پہنچتے اور اس کی سرکوبی فرما کر ہی دم لیتے، مناظرے کرتے، عیسائی مبلغین کے اعتراضات کے جوابات دیتے اور عیسائیت کے خلاف وہ اعتراضات اور دلائل وحقائق بیان فرماتے کہ عیسائی مبلغین راہ فرار اختیار کرنے ہی میں اپنی عافیت سمجھتے، پادری فنڈر جو عیسائی مبلغین کا سردار سمجھا جاتا تھا، اس سے کامیاب مناظرے کئے اور اس کو کھلی شکست دی، اور اس کو راہ فرار اختیار کرنی پڑی، اور اس طرح عیسائی مبلغین کا فتنہ ختم ہوا، اور ہندی مسلمانوں کے دین وایمان کی حفاظت ہوئی۔ عیسائیت کے خلاف کئی کتابیں تصنیف فرمائیں جو عیسائیت کے خلاف کام کرنے والوں کے لئے آج بھی مشعل راہ بنی ہوئی ہیں۔

انگریز کے خلاف جہاد میں بطور قائد حصہ لیا، جس کی وجہ سے حضرت مولانا مرحوم کے خلاف بھی وارنٹ جاری ہوئے اور آپ ہجرت فرما کر مکہ مکرمہ تشریف لے گئے، حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی نور اللہ مرقدہٗ پہلے ہی ہجرت فرما کر مکہ مکرمہ پہنچ چکے تھے۔ حضرت حاجی صاحب مرحوم نے خانقاہ امدادیہ قائم فرمائی اور حضرت مولانا مرحوم نے حضرت حاجی صاحب مرحوم کے مشورہ سے ایک دار العلوم مدرسہ صولتیہ کی بنیاد رکھی اور تا حیات اس کی ترقی کی کوشش فرماتے رہے، جس کو مکہ مکرمہ میں احناف کے مرکز کی حیثیت سے جانا جاتا ہے، اور پون صدی سے زائد عرصہ سے بالخصوص حجاج کرام کی اہم خدمات انجام دے رہا ہے اور اکابر ومشائخ کا مرکز بنا ہوا ہے، حضرت مولانا رحمت اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ اپنی حیات مبارکہ پوری فرما کر جنت المعلیٰ میں آسودہ خواب ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون"

حضرت مولانا مرحوم کے بعد ان کے تربیت یافتہ ان کے عزیز حضرت مولانا محمد سعید صاحب مرحوم مدرسہ صولتیہ کے مہتمم ہوئے اور پھر ان کے انتقال کے بعد ان کے صاحبزادے حضرت مولانا محمد سلیم صاحب مرحوم مہتمم ہوئے اور ان کے انتقال کے بعد ان کے صاحبزادے حضرت مولانا محمد سعود شمیم صاحب مرحوم مدرسہ کے مہتمم ہوئے اور ان کے انتقال کے بعد ان کے صاحبزادے محترم حضرت مولانا ماجد سعید (مولانا محمد حشیم صاحب زید مجدہم) مدرسہ کے مہتمم ہوئے جو الحمدللہ تا حال مہتمم ہیں، اللہ تعالیٰ موصوف کی عمر میں برکت عطا فرمائے اور ان کی بھرپوری حمایت ونصرت فرمائے، اور مدرسہ کی نشاۃ ثانیہ کا ذریعہ بنائے۔ اور مدرسہ صولتیہ کی جگہ جو توسیع حرم میں آگئی ہے، اس کا نعم البدل عطا فرمائے آمین!

یہ تمام حضرات کیرانہ کے اسی عثمانی خانوادے سے تعلق رکھتے ہیں۔

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ تمام حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تمام صلحائے امت امیر المؤمنین سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی امامت وخلافت پر متفق اور مجتمع تھے اور کسی کو کسی قسم کا کوئی اعتراض نہیں تھا مگر۔

عبد اللہ بن سبا جو یہودی النسل تھا، اسلام کا دشمن تھا، اسلام سے اس کو دلی بغض وعناد تھا، اور اسلام کی ترقی اور اجتماعیت سے انتہائی پریشان تھا، اس نے یہ چال چلی کہ اس نے بظاہر اسلام قبول کیا، اور اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اس نے ایسے نظریات اور عقائد گھڑے اور اختیار کئے جن سے اسلام کی اجتماعیت ختم ہوکر مسلمانوں کا شیرازہ بکھر جائے اور مسلمان اختلاف وانتشار کا شکار ہوجائیں، اور مختلف شہروں میں جاجا کر اس نے اپنے ہمنوا تیار کئے، اور اپنے نظریات کو حاصل کرنے کے لئے خلافت کو اس نے نشانہ بنایا، اور سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خلاف لوگوں کو بھڑکایا اور مفسدین اور باغیوں کی ایک جماعت تیار کرکے سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ناحق ظلماً شہید کرڈالا، جس کی وجہ سے اسلام کی اجتماعیت اس طرح ختم

ہو کر رہ گئی کہ قیامت تک بھی اس اجتماعیت کا واپس لوٹنا بظاہر ناممکن ہے۔

اسی عبداللہ بن سبا یہودی کی ذریت امیر المؤمنین سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو آج بھی بے ہودہ اعتراضات کا نشانہ بنائے ہوئے ہے، کوئی بے جا اقربا نوازی کا طعنہ دیتا ہے کوئی مال غنیمت اور خمس کے بے جا استعمال کرنے کا طعنہ دیتا ہے، کوئی آپ کے حکام و عمال کو نشانہ بناتا ہے۔ کوئی آپ کو جاہلیت کے حملوں کا شکار قرار دیتا ہے۔

کوئی کور باطن گندہ دہن فرقہ آپ کو بدعتی کہنے سے نہیں چوکتا، بلکہ بے دھڑک کہتا ہے کہ جمعہ کی اذان اولیٰ کی بدعت عثمان نے جاری کی، اور یہ فرقہ برابر جمعہ کی اذان اولیٰ کی مخالفت کرتا اور اس کو بدعت قرار دیتا ہے۔ اور ان لوگوں کو اس کا بھی احساس نہیں کہ اس کا اثر کہاں تک پہنچے گا۔

اگر نعوذ باللہ سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بدعت کے موجد ہوئے تو سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عہد سے لے کر آج تک کے تمام مؤمنین جن میں حضرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی ہیں۔

تمام اہل بیت رضوان رضی اللہ عنہم بھی ہیں۔

حضرات امہات المؤمنین رضی اللہ عنہم بھی ہیں۔

حضرات تابعین و تبع تابعین رحمہم اللہ بھی ہیں۔

تمام محدثین عظام بھی ہیں۔

تمام ائمہ مجتہدین اور حضرات فقہاء رحمہم اللہ بھی ہیں۔

تمام حضرات مجاہدین رحمہم اللہ بھی ہیں۔

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اور دیگر تمام خلفاء اور سلاطین اسلام بھی ہیں۔

اور تمام اہل مدینہ و اہل مکہ اور تمام اہل عرب و عجم اور دیگر چودہ سو سال کے تمام

مؤمنین گویا پوری امت بدعت جیسی گمراہی کی مرتکب ہوئی اور ’’کل بدعۃ ضلالۃ و کل ضلالۃ فی النار‘‘ (الحدیث) کے بموجب گویا اس مختصر سے ٹولہ کے علاوہ پوری امت جہنمی ٹھہری۔ نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ من ذٰلك۔

پھر امیر المؤمنین سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ موجد بدعت ہوئے، توان کا جمع کیا ہوا قرآن کریم کس طرح قابل اعتماد ہوگا، پس ان لوگوں کو موجودہ قرآن کریم کے علاوہ کوئی اور قرآن تلاش کرنا چاہیئے، جس میں امیر المؤمنین سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور دیگر خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا واسطہ اور دخل نہ ہو۔

اسی طرح احادیث مبارکہ کا موجودہ ذخیرہ جو خلفائے راشدین اور حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین حضرات تابعین وتبع تابعین اور حضرات محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ کے واسطے سے امت کو پہنچا ہے، یہ بھی سب نا قابل اعتماد ٹھہرتا ہے، اس لئے کہ یہ سب حضرات جمعہ کی اذان اولیٰ جیسی بدعت کے قائل ہو کر بدعتی قرار پائے۔ نعوذ باللہ من ذٰلك۔

اس طرح پورے دین سے اعتماد جاتا رہتا ہے، اور دشمنان اسلام یہود عبد اللہ بن سبا کی ذریت کا منشاء یہی ہے، جس کو دین واسلام کا لبادہ اوڑھ کر اور حدیث کے دعویدار ہو کر یہ فرقہ انجام دے رہا ہے، اور اس کو دین کی خدمت سمجھ رہا ہے۔

مقام غور ہے کہ کیا حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بدعتی کو دامادی کا شرف بخشا اور یکے بعد دیگرے اپنی دو صاحبزادیاں ان کے نکاح میں دیں، اور سب نکاح وحی کے ذریعہ ہوئے، اور ارشاد فرمایا: کہ اگر میری چالیس بیٹیاں بھی ہوتیں تو یکے بعد دیگرے سب کا نکاح عثمان سے کر دیتا، کیا ایک بدعتی کا یہ اعزاز ہو رہا ہے؟

کیا آج ادنیٰ درجہ کا مؤمن بھی اپنی بیٹی کسی بدعتی کو دینا گوارا کرے گا۔

یہ آنحضرت ﷺ کی شان میں کس درجہ کی گستاخی ہے؟

کئی آیات مبارکہ امیر المؤمنین سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شان عظمت میں نازل ہوئیں۔

متعدد احادیث مبارکہ میں سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان کئے گئے، ان کو خلافت کی خوشخبری دی گئی، ان کو شہادت کی خوشخبری دی گئی، ان کو جنت کی خوشخبری دی گئی، ان کو جنت میں اپنا رفیق فرمایا۔

کیا یہ سب بدعت کے موجد کے لئے ہے؟ العیاذ باللہ

یہ فرقہ حدیث کا دعویدار ان تمام آیات مبارکہ جن میں حضرات صحابہ کرام بالخصوص سابقین اولین مہاجرین وانصار رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایمان کی گواہی خود خدائے پاک نے دی، ان سے اور ان کا اتباع کرنے والوں کے لئے اپنی خوشنودی کی خوشخبری دی اور ان کے لئے جنت کے باغات وانہار کے تیار ہونے کی خوشخبری دی۔

اور قرآن کریم میں فرمایا: کہ ان کے دلوں میں ایمان کی محبت ڈال دی گئی، اور ایمان ان کے دلوں میں مزین کر دیا گیا اور ان کے دلوں میں کفر اور ہر قسم کی چھوٹی بڑی نافرمانی اور معصیت کی نفرت ڈالدی گئی اور ان کو ہدایت یافتہ فرمایا، اور اس سب کو اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل وانعام قرار دیا۔

جو فرقہ قرآن کریم کی آیات مبارکہ کے برخلاف خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کو بدعتی اور بدعات کا موجد قرار دیتا ہے، وہ قرآن کریم کی آیات کی روشنی میں اپنے ایمان کی خیر منائے، اور اپنے ایمان کی فکر کرے۔

اسی طرح حدیث شریف کے اتباع کا دعویدار یہ فرقہ دشمنان اسلام یہود کی پیروی

کرنے کے بجائے کاش احادیث مبارکہ میں غور کرتا اور ان کا اتباع کرتا۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم"

[میرے تمام صحابہ ستاروں کے مثل ہیں، ان میں سے جن کی بھی اتباع کرلو گے ہدایت پاجاؤ گے]

اور ارشاد فرمایا:

"اللہ! اللہ!! فی اصحابی لاتتخذوھم غرضا من بعدی فمن احبھم فبحبی احبھم ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم"

[میرے اصحاب رضی اللہ عنہم کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنا، میرے بعد ان کو نشانہ نہ بنالینا، پس جس نے ان سے محبت کی، اس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھنے کی وجہ سے ہی ان سے بغض رکھا]

حدیث پاک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے محبت کو اپنی محبت اور ان سے بغض کو اپنی ذات مبارکہ سے بغض قرار دیا ہے، اور مشہور ہے: "حبیب الحبیب حبیب" [دوست کا دوست بھی دوست ہوتا ہے] بلکہ دوست کے تمام متعلقین کی محبت بھی لازم اور ضروری سمجھی جاتی ہے۔

انتہاء یہ ہے کہ مجنوں تو اپنی محبوبہ لیلیٰ کی گلی کوچوں میں آنے جانے والے کتے کو بھی پیار کرتا ہے، مگر یہ فرقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کا دم بھرتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب رضی اللہ عنہم سے بغض وعناد رکھتا ہے، ان کو بدعتی، بددین اور جہنمی قرار دیتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بالخصوص حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے بارے میں ارشاد فرمایا:

"علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین تمسکوا بھا وعضوا علیھا بالنواجذ" (رواہ احمد مشکوۃ شریف: ۳۰)

[میری سنت کو لازم پکڑلو اور میرے بعد میرے خلفائے راشدین مہدیین کی سنت کو لازم پکڑلو، اور اس کو مضبوط پکڑلو اور اس پر اپنے دانت گاڑ دو، یعنی اپنے دانتوں سے مضبوط پکڑلو]

مگر افسوس اتباع حدیث کا دعویدار یہ فرقہ حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت کو بدعت اور ان کو موجد بدعت اور ان حضرات کی اتباع کرنے والوں کو بدعتی قرار دیتا ہے۔ فیا للعجب۔

عبداللہ ابن سبا یہودی اور اس کے ہمنوا دشمنان اسلام کا ایک فرقہ وہ تھا جس نے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر خلیفہ برحق داماد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شہید کر ڈالا۔

اسی عبداللہ بن سبا یہودی دشمن اسلام کی ذریت کا ایک فرقہ اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اتباع حدیث کا دعویدار ہو کر آج بھی اس مظلوم شہید رضی اللہ عنہ کو سب وشتم، لعن طعن کا نشانہ بنائے ہوئے ہیں، اور ان کو موجد بدعت قرار دیکر ان پر ظلم کر رہا ہیں، اور سادہ لوح مسلمانوں کو اپنے دام تزویر میں پھانس کر ان کو گمراہ کر رہا ہے، اور ان سادہ لوح مسلمانوں کے دین وایمان پر حملے کر رہا ہے۔ "فالی اللہ المشتکی واللہ المستعان۔"

■■■

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ خوش نصیب صحابی ہیں جن کو ہجرت کے موقع پر مدینہ منورہ میں حبیب خدا سرور دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میزبانی کا شرف حاصل ہوا، ہر شخص کی خواہش اور آرزو تھی کہ کاش آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے یہاں قیام فرمائیں، ہر طرف سے یہی والہانہ اور عاشقانہ استدعا اور نیاز تھی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ غریب خانہ حاضر ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو دعا دیتے اور فرماتے یہ ناقہ من جانب اللہ مامور ہے، جہاں اللہ کا حکم ہے بیٹھ جائے گی وہیں قیام کروں گا۔

رشتۂ در گردنم افگندہ دوست
می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

یہ سعادت حق تعالیٰ شانہ نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے حصہ میں لکھی تھی ناقہ مبارکہ ان کے مکان کے دروازہ کے سامنے بیٹھ گی، حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ آپ کا سامان اپنے گھر لے گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے مکان پر چند ماہ قیام فرما کر ان کے مکان کو رشد خلد بنا دیا:

مبارک منزلے کاں خانہ راماں چنیں باشد
ہمایوں کشورے کاں عرصہ راشاہے چنیں باشد

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ غزوہ بدر اور تمام غزوات میں آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شریک ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد بھی غزوات میں برابر شریک رہے، یہاں تک کہ جب لشکر اسلام نے قسطنطنیہ کو فتح کیا اس وقت بھی شریک جہاد تھے، سخت بیمار تھے وصیت کی تھی کہ اگر میرا انتقال ہو جائے تو میرا جنازہ بھی ساتھ لے جانا اور جہاں لشکر

اسلام دشمن کے مقابلہ میں صف آرا ہو،مجاہدین کے قدموں میں دفن کر دینا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا ان کا انتقال ہو گیا اور ان کے جنازہ کو ساتھ ساتھ ہی لے جاتے رہے اور جہاں جنگ ہوئی قسطنطنیہ کے قریب اسی میدان میں ان کو دفن کیا گیا اب وہاں ایک مسجد ہے جو جامع ایوبی کے نام سے موسوم ہے،خلفاء عثمانیہ تخت نشینی کے وقت وہاں حاضر ہوتے تھے اور شیخ الاسلام خلیفہ کو تلوار باندھتا تھا قحط کے وقت لوگ حاضر ہو کر دعا مانگتے ہیں اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے۔

صحاح ستہ میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی سند سے روایتیں موجود ہیں،اللہ تعالیٰ نے ان کے اور ان کی اولاد کے دلوں میں جہاد فی سبیل اللہ کا ذوق اور راہ خدا میں شہادت کا شوق ودیعت فرمایا تھا،اسی ذوق وشوق کی بناء پر ان کے صاحبزادے ابومنصور نے اپنے والد ماجد کی وفات کے بعد سفر جہاد کیا اور ہرات (افغانستان) میں پہنچ کر پڑاؤ ڈالا اور وہیں کی سکونت اختیار کرلی۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی اولاد میں اللہ تعالیٰ نے ایسی خیر وبرکت عطا فرمائی کہ مسلسل اولیاء اللہ اور اہل فضل کمال کرگذرتے ہیں جن کی تفصیل ذکر کرنے کے لئے دفتر درکار ہے۔(حیات محمود)

■■■

عمر ثانی حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ اما بعد!

خلفاء اسلام کی عظیم تاریخ ہے اور ان کے عظیم کارنامے ہیں۔علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ الخلفاء میں خلفاء کے حالات وخدمات کو تفصیل کے ساتھ جمع فرمایا ہے مگر ممتاز خلفاء چند ہی گذرے ہیں، جن کے نام اور کارنامے بڑی عزت وقدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں، ان خلفاء میں عمرین یعنی فاروق اعظم حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور فاروق ثانی حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ ممتاز خلیفہ گذرے ہیں، ان کی فتوحات سے روز بروز اسلامی حکومت کا دائرہ وسیع ہوتا جاتا تھا اور ان کے اخلاق وعادات سے لوگ جوق در جوق مشرف بہ اسلام ہو رہے تھے، اگر ایک طرف مادی فتوحات میں ہو رہی تھی تو دوسری طرف لوگوں کے دل بھی مٹھی میں آتے جا رہے تھے، اور لوگ خوشی خوشی اسلام قبول کر رہے تھے۔

بنی امیہ کے عہد کا فتنہ بداماں نظر آتا ہے مگر ان میں حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ ایک خلیفہ ایسے گذرے ہیں، جس نے خلافت راشدہ کی یاد تازہ کر دی اور ایسے تدبر اور تدبیر سے لوگوں میں اپنی خلافت کے ڈھائی سال گذار دئے کہ آج تک اپنے اور پرائے اسی کا دم بھرتے ہیں اور اسی کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔

اگر عمر بن عبد العزیز کو خلافت کے اور چند سال مل جاتے تو یقینا آپ بنی امیہ کے زمانہ کی تمام خرابیاں دور کر کے ہی دم لیتے لیکن اس ڈھائی سالہ حکومت میں بھی وہ عظیم واہم اصلاحات فرما گئے کہ دوسرے حضرات طویل عرصہ میں بھی انہیں انجام دینے سے قاصر رہے۔

امیر المؤمنین حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے علم وفضل، زہد وتقویٰ اور عدل وانصاف کی وجہ سے عمر ثانی اور خلیفہ راشد شمار کئے جاتے ہیں۔ وہ ۶۱ھ میں

پیدا ہوئے، ان کے والد عبد العزیز خلیفہ مروان اول کے فرزند اور امیر المؤمنین عبد الملک کے بھائی تھے، ان کی والدہ بی بی ام عاصم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی پوتی تھیں، حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے صرف چالیس سال عمر پائی، ان کی وفات رجب ۱۰۱ھ میں ہوئی۔ اس تھوڑی سی عمر میں وہ گورنر بھی رہے اور وزیر و مشیر خلیفہ بھی، آخر عمر میں وہ صرف ڈھائی سال کے لئے خلیفہ ہوئے، ان کی سیرت ان تمام حالتوں میں ایک مؤمن کامل اور ایک عادل متقی کی سیرت رہی وہ اپنی ڈھائی سالہ خلافت میں زہد و تقویٰ اور عدل و انصاف کے اس معیار پر رہے جو ان کے نانا امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی سیرت و کردار سے مقرر کیا تھا، اور اس حد تک اس معیار پر قائم رہے کہ تاریخ کی زبان نے ان کو عمر ثانی کا لقب دیا۔

اس دنیا میں ہزاروں صاحب اقتدار گذرے ہیں، اب بھی ہیں اور آئندہ بھی ہوں گے لیکن یہ مقام بلند سب کو کہاں ملتا ہے کہ موت کے سینکڑوں سال بعد بھی جو اس کا نام لے اللہ سے اس کے لئے رحمت کی دعا بھی کرے، رحمۃ اللہ رحمۃ واسعۃ اور دل بھی اس کی عظمت سے بھر جائے۔

آپ کے اس عہد زرین نے لوگوں کو اپنے رنگ میں رنگ دیا تھا، اور انہیں اپنی طبیعت اور مزاج کے مطابق ڈھال لیا تھا، عہد ولید میں جب چار آدمی ایک جگہ جمع ہوتے تھے تو عمارتوں ہی کا ذکر ہوا کرتا تھا، (کیونکہ ولید کو عمارتوں کا شوق تھا) اور سلیمان کے زمانہ میں موضوع بحث طعام و شراب اور لونڈیاں ہوتی تھیں کیونکہ سلیمان ان ہی کا شوقین تھا۔ لیکن امیر المؤمنین حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے عہد مبارک میں لوگ ایک دوسرے سے پوچھا کرتے تھے کہ آج کی شب بیداری میں تم نے کتنا قرآن پڑھا؟ تم کو کس قدر قرآن کریم یاد ہے؟ تم مہینہ میں کتنے روزے رکھتے ہو؟" سبحان اللہ! اگر اس سانچہ میں امت ڈھل

جائے اور اپنے اندر ایسے پاکیزہ اخلاق حمیدہ اور اوصاف عالیہ پیدا کر لے تو قدسی صفات اور افضلیت میں ضرب المثل بن جائے، واقعی ایسے مزاج کی امت اقوام عالم کی امام ومقتدا بننے کی صلاحیت سے آراستہ ہے۔

آپ کا عہد زریں مختصر ہونے کے باوجود اہل کمال سے بھرپور اعمال صالحہ کے حامل افراد سے آراستہ و پیراستہ تھا، گویا حق تعالیٰ سبحانہ نے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے لئے کوئی ایسی بات نہیں چھوڑی تھی جسے آپ کی صداقت کی دلیل نہ بنایا ہو، لوگوں نے آپ سے جو بات سنی اسی پر آپ کو کاربند پایا، کسی کے دل میں یہ تصور بھی نہیں آتا تھا کہ جو کچھ آپ نے فرمایا ہے ذرا انتظار کر کے دیکھ لیا جائے کہ اس پر عمل بھی کرتے ہیں یا نہیں، نہ کبھی آپ کی کوئی بات جھوٹی ثابت ہوئی، آپ کو قول وعمل کی موافقت سے انسانی تاریخ میں ایک عظیم حصہ ملا تھا اور آپ اس سلسلے میں بڑے خوش نصیب ثابت ہوئے۔

عوام آپ سے بے حد خوش تھے اور آپ کی تعریف میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے تھے، چنانچہ حضرت امام باقر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"ہر قوم میں شرفاء ہوتے ہیں، بنو امیہ میں عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ تنہا مجموعہ شرفاء ہیں، آپ قیامت کے دن تن تنہاء ایک قوم بن کر اٹھیں گے۔"

جناب سیدہ فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"اگر ہمارے لئے عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ ہی باقی رہتے تو پھر ہمیں کسی چیز کی ضرورت نہ تھی۔"

آپ کے بارے میں حضرت امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور اکثر اکابر علماء کی رائے ہے کہ:

"کہ آپ مجسمہ شرف وافتخار اور سراپا لطف وکرم تھے، امت محمدیہ

کو شاذ و نادر ہی ایسی جامع کمالات شخصیتیں نصیب ہوئی ہیں ۔"

دیکھئے اس پاک طینت خلیفہ عادل کا جو نام لیتا ہے وہی اس کے لئے رحمت کی دعا کرتا ہے، چنانچہ رحمۃ اللہ علیہ آپ کے اسم گرامی کا ایک لازم جزو بن گیا ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد

اگر آپ کسی کے دل میں عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی محبت کا جذبہ موجزن دیکھیں اور یہ بھی دیکھیں کہ وہ آپ کے اوصاف حمیدہ کی تشہیر کرتا رہتا ہے تو یقین کر لیجئے کہ اس کا انجام خیر و برکت سے بھر پور ہے۔ (امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ)

تاریخ اسلام میں ان کا دور حکومت اس لحاظ سے خاص طور پر ممتاز ہے کہ انہوں نے خلافت راشدہ کے نظم و نسق کو دوبارہ قائم کیا، اور ان کے عہد میں تمام دنیا کو ایک بار پھر عہد صحابہ رضی اللہ عنہم کی خصوصیات نظر آ گئیں۔ چنانچہ علامہ ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"وتوسطهم عمر بن عبد العزيز رحمة الله فنزع الى طريقة الخلفاء الاربعة والصحابة رضى الله عنهم جهده"

[حضرت عمر بن عبد العزیز (مروانی سلسلہ کی درمیانی کڑی تھے، انہوں نے اپنی تمام تر توجہ خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقہ کی طرف مبذول فرمائی۔]

خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم

خلفائے عظام میں وہ خلفاء شامل ہیں جن کو دنیا خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے نام سے پکارتی ہے، جیسے حضرات انبیائے کرام علیہم السلام میں الو العزم پیغمبروں کا درجہ ہے، اسی طرح حضرات خلفاء میں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کا درجہ ہے۔

خلافت راشدہ کی ترتیب

رحمت دوعالم ﷺ فداہ ابی وامی کے بعد امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے، آپ رضی اللہ عنہ کی خلافت کی تھوڑی سی مدت ہے،اس قلیل مدت میں آپ رضی اللہ عنہ نے سرفروشانہ زندگی کی سرگرمیاں دکھائیں اوراسلام کو جس کے پیر لڑکھڑانے لگے تھے مضبوط و مستحکم بنادیا اور ابھرتے ہوئے فتنوں کو ملیا میٹ کردیا، پھر مسلمانوں کی قیادت امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے سنبھالی، اس اللہ کے ولی مخلص رہنما کے نصیبے کی بلندی ملاحظہ ہو کہ اونٹ چراتے چراتے انسانوں کا چرواہا بن گیا، اور اس قدر جوش تیزی، سرگرمی، دوڑ دھوپ اور جدوجہد سے کارنامے انجام دیئے کہ گلستاں اسلام خوب پھلنے پھولنے لگا اور سونے چاندی کا سیلاب امنڈ آیا اور دنیائے اسلام راحت وآرام اور خوشحالی وفراخی سے مالا مال ہوگئی، حق تعالیٰ شانہ نے دس سال خلافت عطا فرما کر آپ سے بہت سی اسلامی خدمات لیں، پھر آپ کے حصے میں جام شہادت تھا جسے پی کر آپ اپنے اللہ تعالیٰ سے جا ملے۔

شہادت فاروق رضی اللہ عنہ سے فتنوں کا دروازہ کھل گیا

امیر المؤمنین فاروق اعظم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت سے فتنوں کا دروازہ نہ صرف کھلا بلکہ ٹوٹ گیا اور تلوار میان سے کیا نکلی پھر اسے میان دیکھنا نصیب نہیں ہوا، امیر المؤمنین سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اسی نہنگ فتنہ کا نوالہ بنے۔

امیر المؤمنین سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اسی فتنے کے اژدھے نے ڈسا۔

سیدنا حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو اسی فتنے کے شیر نے لپکا، اور سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو اسی کے درندے نے میدان کربلا میں تہہ تیغ کیا۔

خلافت کی جگہ ملوکیت

یہ تھے پانچ حضرات خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین جنکی چکی تیس برس تک چلی اور پھر خلافت کو دھکا دے کر اس کی جگہ ملوکیت آ گئی اور بنی امیہ برسر اقتدار آگئے انہوں نے دنیا کو جور وتشدد اور ظلم وتعدی سے بھر دیا۔

دنیائے اسلام جو خلافت راشدہ کے زمانے میں آرام وچین سے تھی بلبلا اٹھی۔ حکومت اسلامیہ کا گوشہ گوشہ ظلم وستم کا ایک جیتا جاگتا مرقع بن گیا سنتیں مٹ گئیں اور ان کی جگہ بدعتوں نے لے لی۔

اگر ایک طرف مسلمان چیخ رہے ہیں تو دوسری طرف ذمی کراہ رہے ہیں۔

ایک طوفان بدتمیزی اٹھ کھڑا ہوا اور جو نسل اس طوفان میں پیدا ہو کر جوان ہوئی اس نے اس بدتمیزی، بے حیائی، جور وتشدد، ظلم وستم اور لوگوں کی حق تلفیوں کو اسلام سمجھ لیا، گویا اس دور میں اسلام کا مفہوم ہی بدل گیا اور دنیا پر گھٹا ٹوپ اندھیرا چھا گیا۔

خلیفہ عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ

اس بے پناہ اندھیرے میں حق تعالیٰ شانہ نے خلفائے بنو امیہ میں ایک جلیل الشان خلیفہ عادل پیدا فرمایا، حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ جو فلک خلافت پر نمودار ہوئے اور بدر بن کر چمکے، اور شہید ہو کر روپوش ہو گئے۔

عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی طرف دلی رجحان

نہ معلوم حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی طرف دل کیوں جھکتا ہے؟

اور کیوں ہر شخص کو آپ سے والہانہ محبت ہے؟ اور اس کے دل میں آپ کی بے پناہ عظمت ہے۔

عمرین نے اسلام کو چار چاند لگا دیئے اور لوگوں کے دلوں پر اسلام کی عظمت اور اس کی دھاک بٹھادی، یعنی فاروق اعظم امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اور فاروق ثانی امیر المؤمنین حضر عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ نے۔

اول الذکر کو دس سال کا موقع ملا، اس عرصہ میں نور اسلام دنیا کے کونے کونے پر اور چپہ چپہ پر پھیل گیا اور اسلامی تہذیب وتمدن کا خوب بول بالا ہوا، اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں اور رحمتوں نے دنیائے اسلام کو گھیر لیا اور چہار سو روشنی ہی روشنی نظر آنے لگی۔

لیکن آخر الذکر کو محض ڈھائی سال کا موقع ملا اور اس عظیم شخصیت نے اس قدر قلیل عرصہ میں ایسے ایسے شاندار کارنامے انجام دئے کہ دنیا خیر و برکات سے بھر گئی، جور وتشدد کا نام ونشان نہ رہا، رعایا پر امن و پرسکون ہو کر عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو دعائیں دینے لگی۔

اسلام نے کیسی کیسی شخصیتیں پیدا کیں، جن کے جسم فناہ ہو گئے مگر ان کی آواز آج بھی فضا میں اسی طرح گونج رہی ہیں، جس طرح ان کی زندگی میں گونجا کرتی تھیں اہل اسلام ان بے مثال شخصیتوں پر جس قدر بھی فخر کریں کم ہے۔

اسلامی زندگی ڈھونڈھے نہیں ملتی

آج کل اسلامی زندگی مفقود ہے بلکہ ہر شخص کی خواہش ہی اس کا معبود بنی ہوئی ہے، اسلامی سیرت وصورت کو آنکھیں ترستی ہیں کہ کہاں ہے وہ صالح معاشرہ جس کی رگ رگ میں اسلامی محبت کوٹ کوٹ کر بھر دی گئی تھی، اور جس کا ہر قدم اسلامی قدم ہوتا تھا۔ دن بھی اسلامی تھے اور راتیں بھی، صبح بھی اسلامی تھی اور شام بھی، بیداری بھی اسلامی تھی اور خواب بھی،

آہ! اب تو نہ تمدن ہی اسلامی ہے اور نہ تہذیب ہی، مسلمانوں کی کوئی کروٹ اسلامی نہیں، زبان پر اسلام اسلام ہے؛ لیکن حلق سے نیچے نہیں اترتا۔

سیرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا مطالعہ

اس گھٹاٹوپ ظلمت اور بے پناہ اندھیرے ماحول میں اپنے اندر اسلام سمونے کے لئے سیرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کا مطالعہ بہت ضروری ہے، کیونکہ اچھا صالح اور پاکیزہ لٹریچر پڑھنے سے انسان کے اندر اچھائیاں پیدا ہوتی ہیں اور وہ اپنی برائیاں چھوڑ دیتا ہے، شاید اس راہ سے کسی گم گشتہ راہ کو راہ مل جائے اور اس کھڑکی سے کسی متنفس کے پھیپھڑوں میں فردوس کی کیفیت انگیز روح پرور نسیم پہنچ جائے اور اسے ہمیشہ کے لئے معطر ومعنبر بنا جائے۔ اور ان کی سیرت کو پیش نظر رکھ کر زندگی گذاری جائے۔

■■■

شیخ المشائخ شاہ عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا سلسلہ نسب صاحب نزہہ نے یہ لکھا ہے شاہ عبد القدوس بن اسماعیل عاسفی بن نصیر الحنفی الردولوی الگنگوہی، بعض لوگوں نے کہا ہے کہ آپ کا اسم گرامی اسماعیل اور لقب شاہ عبد القدوس تھا، اپنے لقب ہی سے آپ مشہور ہیں، بظاہر آپ کی ولادت (۸۶۰ھ) میں ہوئی علوم ظاہریہ اور باطنیہ دونوں میں آپ کو کمال حاصل تھا، اتباع سنت میں کمال درجہ حاصل تھا، حضرت محمد بن شیخ عارف کے خلفاء میں سے ہیں۔

بیعت وارادت

اپنے شیخ کے علاوہ شیخ قاسم اودھی رحمۃ اللہ علیہ جو سلسلہ سہروردیہ کے اکابر ہیں آپ کو ان سے بھی خلافت حاصل ہے، آپ مادرزاد ولی تھے، بچپن ہی میں صاحب کرامات ہو گئے تھے، ابتداءً آپ نے کچھ سلسلہ زراعت بھی رکھا ہے، اور کھیتی کی پیداوار اول فقراء کو تقسیم فرماتے اس کے بعد اپنے کام میں لاتے۔

آپ کے وصال کے بعد شیخ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ نے غسل سے فارغ ہو کر حضرت کے سینہ مبارک پر ہاتھ رکھا تو دل پر ذکر قلبی کی حرکت محسوس ہوتی تھی، حضرت کے مکتوبات مشہور ہیں جو نہایت ہی عوارف ومعارف سے لبریز ہیں۔

حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے سلوک میں جو بھی اشکال پیش آتا تھا وہ مکتوبات دیکھنے سے حل ہو جاتا تھا۔

تالیفات

آپ کے مؤلفات میں ایک کتاب انوار العیون ہے جس کے سات فن ہیں، جس میں حقائق ودقائق تصوف کو جمع فرمایا ہے، فن اول کا زیادہ حصہ حضرت شیخ عبد الحق کے کمالات میں ہے، اس کے علاوہ آپ کی تصانیف یہ بھی ہیں، تعلیقات علیٰ شرح الصحائف علم کلام میں، عوارف المعارف کی ایک بسیط شرح حاشیہ التعرف۔

آپ کے حالات لطائف قدوسی میں جو حضرت کے نسبی اور روحانی فرزند شیخ رکن الدین کی تصنیف ہے زیادہ پائے جاتے ہیں، اس کے علاوہ مراۃ الاسرار، اقتباس لاسرار، انوار العارفین میں بھی پائے جاتے ہیں، اس کتاب میں اس کی گنجائش نہیں ہے۔

محمد غوث گوالیاری جو کتاب ''جواہر خمسہ'' کے مصنف ہیں عامل تھے اور شیخ عبد القدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ہمعصر تھے، حضرت شیخ کے لانے کے لئے انہوں نے ایک مرتبہ جنوں کو بھیجا، شیخ مسجد میں مشغول تھے، جن پہنچے مگر پاس جانے کی ہمت نہ ہوسکی، شیخ نے خود ہی سر اٹھا کر دیکھا پوچھا کون؟ جنوں نے جواب دیا کہ محمد غوث نے بھیجا ہے وہ زیارت کا مشتاق ہے اگر اجازت ہو تو ہم اس طرح لے چلیں کہ تکلیف نہ ہو حضرت نے فرمایا کہ میں حکم دیتا ہوں کہ محمد غوث کو لے آؤ، چنانچہ جنات پہنچے اور لے کر چلے انہوں نے جنات سے دریافت کیا کہ اس کی وجہ کیا ہے تم تو میرے مطیع تھے اب یہ سرکشی کیسی جنوں نے جواب دیا کہ سب کے مقابلہ میں تمہارے مطیع مگر شیخ کے مقابلہ میں تمہاری اطاعت نہیں، غرض کہ ان کو لے کر شیخ کے خدمت میں پہنچے، دیکھ کر حضرت نے فرمایا: کہ تمہیں شرم نہیں آتی اور بہت ڈانٹا آخر کار وہ بیعت ہو کر صاحب نسبت ہو گئے، گوالیار میں ان کا مزار ہے۔

صلبی اولاد

آپ کی روحانی اولاد کے ساتھ ساتھ نسبی اولاد بھی کامل اکمل تھی، سات صاجزادے تھے جو کمال واہل فضل تھے، یہ حضرات دہلی میں تعلیم پاتے تھے اور جب والد کے اشتیاق میں حاضری کی اجازت چاہتے تو حضرت شیخ اس خیال سے کہ طالب علمی میں حرج ہوگا خود ہی دہلی تشریف لے جایا کرتے تھے۔

وفات

شیخ رکن الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے لطائف قدوسی میں لکھا ہے کہ گیارہ جمادی الثانی ۹۴۴ھ دوشنبہ کو حضرت کو تپ ولرزہ شروع ہوا جمعہ کے دن کم ہوگیا، جس کی وجہ سے

نماز اطمینان سے پڑھی اس کے بعد پھر شروع ہوگیا مرض الموت کی حالت میں عبادت میں کسی قسم کا تفاوت پیدا نہیں ہوا باوجود اس کے محویت کامل طور پر تھی، ایک رات ستر بار تازہ وضو کر کے تحیۃ الوضو پڑھی، اخیر میں وضو کے لئے اشارہ کیا اور دو رکعت نماز کی نیت باندھی، رکوع سجدہ اشارہ سے کیا اور نویں دن سہ شنبہ کے روز نماز کی حالت میں رحلت فرمائی، شیخ اجل آپ کا سال وفات ہے۔

خانقاہ کا دستور

حضرت شاہ عبد القدوس صاحب گنگوہی قدس سرہٗ کی خانقاہ میں یہ دستور تھا کہ جب کوئی مرید سالک خانقاہ میں آتا تو اس کی خوراک کے وزن کے برابر ہری شاخ کاٹی جاتی اور اس کے ہم وزن اس کو خوراک دی جاتی، اس شاخ کا وزن کم ہوتا جاتا اور ادھر اس کی خوراک کم ہوتی جاتی جب وہ سوکھنا بند ہو جاتی اس کے وزن کے برابر پھر ہری شاخ کاٹی جاتی اور اس کے وزن کے برابر غذا دی جاتی، جب وہ بھی سوکھنا بند ہو جاتی پھر تیسری پھر چوتھی شاخ اسی طرح کاٹی جاتی اور یہی عمل کیا جاتا، یہاں تک کہ بعض سالک کی غذا ایک لقمہ رہ جاتی اور ان پر عجیب وغریب کیفیات کا نزول ہوتا ذکر کرتے تو عجیب کیفیات کا صدور ہوتا بعض اچھل کر اوپر چھت سے جا کر لگتے، سماع کے دوران ایک صاحب کو کسی شعر پر وجد آگیا اور اس نے ایک جست کی اور کنویں میں دھڑام سے جا گرا، حضرت شاہ صاحب کو اطلاع کی گئی اور نکالنے کو کہا گیا فرمایا نکالنے کی ضرورت نہیں، اگر وہ صادق ہے تو نکلنے میں تمہارا محتاج نہیں وہی آواز جس پر اس کو وجد آیا کنویں کے قریب دیجائے۔ وہ خود نکل آئے گا اور اگر کاذب ہے تو ایسے جھوٹے کا ڈوب مرجانا اچھا ہے چنانچہ وہی آواز کنویں کے قریب کی گئی اور اس نے اندر سے ایک جست لگائی اور باہر آگرا۔ (روایت فقیہ الامت قدس سرہٗ)

شاہ ابوسعید نعمانی النوشیروانی گنگوہی قدس سرہٗ

آپ نسباً نعمانی ہیں، حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ تک آپ کا سلسلہ نسب پہنچتا ہے، آپ کے والد کا اسم گرامی شیخ نور تھا، آپ کی والدہ شیخ جلال الدین تھانیسری رحمۃ اللہ علیہ کی صاحبزادی تھیں، اولاً کچھ دنوں سپہ گری میں آپ نے ملازمت کرلی تھی؛ لیکن ابتدا ہی سے غلبہ عشق الٰہی حاصل تھا کچھ دنوں اخفاء کرتے رہے اور اس کے بعد حضرت شیخ جلال الدین کی خدمت میں حاضر ہوئے چوں کہ حضرت شیخ اپنے ضعف و پیری کی وجہ سے اپنے خدام وغیرہ کو حضرت نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ فرما چکے تھے اس لئے شیخ ابوسعید کو بھی شیخ نظام الدین کے حوالے فرمادیا لیکن حضرت شیخ چونکہ بلخ تشریف لے گئے تھے اس لئے آپ تنہا صدمہ مفارقت سے بے حد رنجیدہ رہتے تھے اور طول مفارقت کے رنج میں اشغال وغیرہ بھی سب چھوٹ گئے۔

بلخ کے لئے روانگی

پاپیادہ (پیدل) بلخ حضار ہوئے وہاں شیخ پر ان کی حاضری وغیرہ منکشف ہو چکی تھی، اس لئے وہ استقبال کے لئے تشریف لے گئے کہ سلطان بلخ بھی ہمراہ تھے اس لئے کہ وہ شیخ کے معتقد تھے، شیخ نے تین دن تک خوب خاطریں کیں اور حق ضیافت ادا فرمایا۔

جب کئی دن ہوگئے تو شاہ ابوسعید نے عرض کیا حضرت میں گنگوہ سے بلخ تک پیادہ چل کر دعوتوں کے لئے نہیں آیا: فرمایا صاحبزادے پھر جو خاص مطلب ہو وہ بیان فرمائیے، کہا: میں تو وہ دولت لینے آیا ہوں جو آپ میرے گھر سے لائے ہیں، بس یہ سنتے ہی شیخ کا رنگ بدل گیا اور فرمایا صاحبزادے اگر وہ دولت لینا چاہتے ہو تو پھر یہ شان وشوکت رخصت

کرواور آج سے حمام کی خدمت تمہارے سپرد ہے، جا کر حمام جھونکو اور نقیب خانقاہ سے فرمایا کہ ان کو لنگر کی روٹی صبح وشام دے دیا کرو اور فرمایا کہ جب تک ہم اجازت نہ دیں اس وقت تک ہمارے سامنے نہ آؤ، نہ ذکر بتلایا نہ شغل بس نماز روزہ کرتے اور حمام جھونکتے رہے، اسی حالت میں ایک عرصہ گذر گیا اس کے بعد حضرت شیخ نے بھنگن سے فرمایا کہ آج کوڑا ابوسعید کے سر پر ڈال دینا بھنگن نے ایسا ہی کیا تو شاہ ابوسعید نے غصہ سے یہ فرمایا کہ نہ ہوا گنگوہ جو آج تجھے حقیقت معلوم ہو جاتی بھنگن نے عرض کر دیا کہ ابوسعید نے یہ کہا تھا، فرمایا ارے ابھی تو خناس دماغ میں گھسا ہوا ہے، گنگوہ کی بوئے ریاست نہیں نکلی ابھی حمام جھونکیں، چنانچہ اور عرصہ گذر گیا پھر دوبارہ بھنگن کو وہی حکم دیا چنانچہ اس نے پھر ایسا ہی کیا اس دفعہ شاہ ابوسعید نے زبان سے کچھ نہیں کہا مگر تیز نظروں سے گھور کر دیکھا شیخ نے یہ حال سن کر فرمایا کہ ابھی تو کسر باقی ہے چنانچہ ایک عرصہ تک اور یہی خدمت جاری رہی اس کے بعد پھر وہی حکم ہوا بھنگن نے ایسا ہی کیا کہ سارا کوڑا کرکٹ شاہ ابوسعید کے سر پر ڈال دیا اس وقت شاہ ابوسعید کا نفس بالکل مٹ گیا تھا کوڑا جو گر گیا تھا وہ اپنے اوپر ڈالنے لگے، بھنگن نے جا کر شیخ سے یہ حال عرض کیا تو فرمایا: ''الحمد للہ'' اول قدم تو طے ہوا، واقعی یہ تکبر ہی راستہ میں حائل ہوتا ہے یہ نکل جائے تو پھر بہت جلد طریق طے ہو جاتا ہے۔

اس ریاضت کے بعد شاہ ابوسعید کو اتنی اجازت ملی کی شیخ کی مجلس میں آجایا کریں اور باتیں سنا کریں پھر کچھ عرصہ بعد ذکر تعلیم کیا گیا ذکر شروع کرنے کے بعد کچھ حالات وکیفیات طاری ہوئیں، تو شیخ کو معلوم ہوا کہ ابوسعید میں عجب پیدا ہو گیا تو فوراً سب ذکر وشغل چھڑا دئے اور کتوں کی خدمت سپرد کی وہ شکاری کتے تھے ایک دن شاہ ابوسعید جنگل لے گئے راستہ میں کوئی شکار نظر آیا، جس کو دیکھ کر کتے اس کے پیچھے دوڑے، شاہ ابوسعید بھی کچھ دور تک زنجیر تھامے ہوئے ان کے ساتھ دوڑتے رہے آخر کہاں تک دوڑتے تھک گئے

اور وہ شکاری کتے مضبوط اور وہ کمزور ان کے قابو سے باہر ہو گئے ان کو اندیشہ ہوا کہ ایسا نہ ہو میرے ہاتھ سے زنجیر چھوٹ جائے اور کتے بھاگ جائیں تو شیخ ناراض ہوں گے، آپ نے زنجیر کو اپنی کمر سے باندھ لیا اور کچھ دیر تک اسی طرح دوڑے آخر کار تھک کر گئے اب یہ حال ہے کہ کتے بھاگے جا رہے ہیں اور یہ ساتھ ساتھ گھسٹتے ہوئے جا رہے ہیں کہیں ڈھیلوں میں سر لگتا ہے کہیں کانٹوں میں بدن زخمی ہوتا ہے اسی حالت میں ان پر غیبی فضل ہوا کہ ایک تجلی خاص ان کے اوپر ہوئی جس کی لذت نے تمام تکلیف کو بھلا دیا اور ادھر شیخ کو یہ حالت منکشف ہوئی اور انہوں نے خدام سے فرمایا کہ اس وقت ابوسعید پر فضل ہو گیا اور ایک خاص تجلی سے حق تعالیٰ شانہ نے ان کو مشرف فرمایا جاؤ جنگل سے انہیں اٹھا لاؤ، خدام تو ادھر دوڑے اور ادھر سلطان نظام الدین اولیاء پر شیخ المشائخ حضرت شاہ عبدالقدوس کی روحانیت منکشف ہوئی اور فرمایا نظام الدین تم کو اس سے زیادہ مشقت لینے کا بھی حق تھا مگر ہم نے تو تم سے اتنی مشقت نہیں لی تھی، یہ ایک محبت آمیز عتاب تھا کہ جس سے سلطان جی نے ان کو محبت سے سینہ لگایا اور پھر ذکر و شغل میں لگا دیا اور خاطر مدارات ہونے لگی۔

شاہ ابوسعید کو اس روز کی تجلی کا بہت اشتیاق تھا کہ وہی تجلی پھر ہو روزانہ ذکر کر کے اس کے مشتاق رہتے جب کئی روز تک نہ ہوئی تو ایک دن حبس دم کر کے بیٹھ گئے اور پختہ ارادہ کر لیا کہ جب تک وہ تجلی نہ ہو گی سانس نہ چھوڑوں گا چاہے دم نکل جائے کیونکہ ایسی زندگی سے مر جانا ہی اچھا ہے، چنانچہ کئی گھنٹہ تک سانس روکے بیٹھے رہے بالآخر وہ تجلی ہوئی اور اس کی مسرت میں سانس اس زور سے چھوٹا کہ پسلی پر ضرب پہنچی اور ٹوٹ گئی، اسی وقت غیب سے ایک ہاتھ نمودار ہوا جس میں چمچہ کے اندر کوئی دوا تھی وہ ان کے منہ میں لگا دی گئی اس کے کھاتے ہی پسلی فوراً جڑ گئی اور اسی کے ساتھ یہ بھی ارشاد ہوا کہ چوزہ کا شوربا چند روز تک پینا، انہوں نے یہ حالت دور ہو جانے کے بعد شیخ سے یہ قصہ عرض کیا، شیخ نے فوراً چوزہ کا

انتظام کر دیا اور کئی روز تک چوزے کھلائے گئے۔

بالآخر شیخ نے تکمیل کے بعد اپنا نائب بنا کر گنگوہ واپس کیا آپ واپسی کے بعد گمنامی میں ایک عرصہ تک رہے لیکن شیخ محمد صادق کی بیعت کے بعد سے آپ کی طرف رجوعات زیادہ ہو گئیں۔

وفات

دو ربیع الاول یا ربیع الثانی ۱۰۴۰ھ میں آپ کا وصال ہوا اور گنگوہ میں ہی مدفون ہوئے۔

■■■

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

پیدائش ماہ محرم ۹۵۸ھ وفات ۱۰۵۲ھ شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اپنے مختصر حالات، اخبار الاخیار، میں تحریر فرمائے ہیں، اس کی تلخیص پیش کرتا ہوں، ملاحظہ فرمائیں:

والد ماجد اپنی پیری اور کمزوری کے زمانے میں میری طرف اکثر متوجہ رہتے تھے، جوانی ختم ہو جانے اور دوستوں کے انتقال کی وجہ سے وہ ایک مرتبہ سخت بیمار ہوئے، اس زمانے میں میری عمر تقریباً چار سال کی تھی، اس وقت میں آپ کی خدمت اور دلدہی کیا کرتا تھا، آپ ہمہ وقت مجھ پر شفقت وعنایت فرمایا کرتے، انہی دنوں جبکہ میں بچہ تھا، صوفیوں کے اقوال سناتے اور شفقت وعنایت فرمایا کرتے، اور میری باطنی تربیت کرتے اور میں بھی فطری طور پر ان باتوں کے سننے کا متوالا تھا، وہ باتیں کرتے کرتے، خاموش ہو کر بالکل از خود رفتہ ہو جاتے۔

جس زمانہ میں میری عمر دو ڈھائی سال کی ہوگی، اس وقت کی اکثر باتیں اب تک مجھے یاد ہیں، اور یہ وہ باتیں ہیں جو دانشمندوں کی آگاہی کے لئے بے انتہا ضروری اور مفید ہیں، غرض کہ جس زمانے میں پدر بزرگوار کی مہربانیوں کے ظہور کا وقت آیا تو میں تحصیل علوم میں مشغول ہوگیا، اور شب و روز ذکر و تذکرہ اور بحث و تکرار میں بسر کرنے لگا اکثر اوقات وہ بذات خود مجھ سے علمی مباحث سنتے اور خوش ہو کر خاص طور سے علم توحید کے مسائل اس طرح سمجھاتے گویا علم شہود اور آنکھوں دیکھی باتیں کر رہے ہیں، جب مقدمات علمی کے لحاظ سے علم شہود و حقیقت کے سمجھنے میں مجھے کچھ شبہ ہو جاتا تو فرماتے اسی قسم کے شکوک و شبہات ان مسائل میں اکثر و بیشتر پیدا ہوتے رہتے ہیں، اور انشاء اللہ یہ تمام شبہات آئندہ دور ہو کر تم خود بہ جمال یقینی ان کا مشاہدہ کرلو گے، تاہم جہاں تک بھی ہو سکے کوشش کرتے رہو، اور ہمیشہ اسی خیال میں رہو کہ مسائل بخوبی از بر ہو جائیں۔

میں نے حروف تہجی پڑھنے سے پہلے دو تین سپارے قرآن کریم کے اس طرح پڑھے کہ والد ماجد مجھے ایک ایک سبق لکھ کر دیتے اور میں پڑھتا جاتا، اس کے بعد ان کی تربیت و شفقت کا یہ اثر ہوا کہ روزانہ جتنا قرآن کریم پڑھتا وہ ان کو سنا دیا کرتا، چنانچہ اس طرح دو تین مہینہ کے اندر میں نے پورا قرآن کریم پڑھ لیا، اور جس طرح معلم صاحبان مدرسہ میں اپنے شاگردوں کو رٹاتے ہیں، میں نے رٹا نہیں، والد ماجد نے مجھے فا یا قاف تک تختی لکھائی تھی اس کے بعد شاید ایک مہینہ میں مجھے لکھنے پر قدرت حاصل ہوگئی، اور میں انشاء (مضمون) لکھنے لگا، اللہ تعالیٰ نے والد ماجد میں یہ اثر و خاصیت رکھی تھی، کہ کوئی شخص چاہے کتنا ہی غبی ہو ان کی توجہ اور تربیت سے اس غبی شخص میں صلاحیتیں ظاہر ہو جاتی تھیں، اور مجھے جو کچھ ملا وہ صرف والد بزرگوار کی توجہ مہربانی کا اثر ہے، اور انہوں نے پورے حقوق پدری میری تربیت و تعلیم پر صرف فرمائے، بوستاں و گلستاں، دیوان خواجہ حافظ اور نظم کی

مروجہ کتابیں خود پڑھائیں، بچپن سے لیکر قرآن کریم ختم ہونے تک اور اسکے بعد میزان منشعب سے لیکر کافیہ کی بھی خود ہی تعلیم دی، پڑھانے کے زمانہ میں اکثر و بیشتر فرمایا کرتے، انشاء اللہ تم جلد عالم بنجاؤ گے، اور اس تصور سے مجھے بڑی مسرت ہوتی ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ تم کو درجہ کمال عطا کرے گا، اور میں تمہارے دائرہ درس و افادیت پر اپنے بڑھاپے میں تکیہ کروں گا، کبھی چند کتابوں کے نام لیکر فرماتے بس یہ کتابیں پڑھ لو، عالم ہو جاؤ گے، فرماتے ہر علم کی تھوڑی تھوڑی کتابیں پڑھو جو تمہارے لئے کافی ہیں، اور اس کے بعد انشاء اللہ برکت و سعادت کے دروازے کھل جائیں گے، اور تم تمام علوم بلا تکلف حاصل کرلو گے، والد ماجد کے ان پاکیزہ جملوں نے وہ اثر کیا کہ کتب متداولہ و مروجہ میں نے جلدی جلدی پڑھیں، اور کم مدت میں زیادہ سے زیادہ علوم حاصل کئے، علوم کی وسعت سے معلوم ہوتا ہے کہ سالہا سال اور بہت عرصہ تک تعلیم کے حصول میں زندگی بسر ہوئی، علوم نحو میں کافیہ، لب، اور ارشاد وغیرہ کے بعض اوقات ایک نشست میں سولہ سولہ صفحے پڑھ جاتا، اور شوق کا یہ حال تھا کہ جب کوئی کتاب حاشیہ والی ملجاتی، تو اسے استاذ سے نہ پڑھتا بلکہ اکثر اوقات اسے خود ہی پڑھ کر سمجھ لیتا، ہاں اگر کوئی مشکل باب ہوتا تو اسے لازماً استاذ کے روبرو پڑھکر سمجھتا تھا، البتہ اتنا یاد ہے کہ کتاب کی اصل عبارت اس کے حاشیہ کے ذریعہ بخوبی سمجھ لیا کرتا تھا، میرے ہاتھ جو کتاب پڑتی، میں اسکے اول و آخر کا لحاظ کئے بغیر اسے کھول کر آخر تک پڑھ لیا کرتا مطالعہ کو مقدم اور ضروری سمجھتا کیونکہ علم کا حصول میرا نصب العین تھا، بارہ تیرہ سال کی عمر میں شرح شمسیہ اور شرح عقائد نسفی پڑھی، اور پندرہ سولہ برس کی عمر میں مختصر المعانی اور مطول ختم کی اور لوگوں کے خیال سے بیس برس کی عمر میں فلسفہ، ادب، اور فقہ و حدیث وغیرہ پڑھ چکا تھا، اور اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے، کہ اس کے بعد ایک سال کچھ دنوں میں قرآن کریم بھی حفظ کیا اور کلام اللہ کی حفاظت میں آیا اور وہ نعمت پائی جس کے ایک حرف کا شکریہ بھی سو سال

میں ادا نہیں کرسکتا، غرض کہ تمام کتب مروجہ پر میں نے عبور حاصل کیا پھر ادب، فلسفہ، علم کلام وغیرہ میں مہارت اور پڑھانے کی مشق کے لئے ماوراء النہر گیا، اور وہاں تحصیل علوم میں اتنا مشغول رہا کہ تعلیم ومطالعہ کتب سے شب وروز میں دو تین گھنٹہ کی فرصت ملتی تھی، جب اساتذہ کرام کے روبرو اثنائے سبق میں انوکھی بحث کرتا یا مفید بات کہتا تو وہ فرماتے، اے عزیز! ہم تجھ سے استفادہ کرتے ہیں، اور تمہارے شکر گزار ہیں، خدا جانے وہ کیا شوق تھا، اور وہ کیسی طلب تھی، اگر اتنا ذوق وشوق طلب الٰہی اور باطن کی صفائی کے لئے ہوتا تو نہ معلوم کس مقام پر پہنچتا۔

ایک مرتبہ جبکہ میں کافیہ وغیرہ پڑھا کرتا تھا، ہمارے ساتھی طالب علم آپس میں ایک دوسرے سے پوچھ رہے تھے، حصول علم کے بعد کیا کروگے؟ بعض نے ظاہری طور پر کہدیا کہ ہمارا مقصد معرفت الٰہی ہے، بعض نے اپنی سادگی سے کہا، ہمارا مقصد حصول دنیا ہے، پھر مجھ سے پوچھا، بتاؤ تم کیا کروگے؟ میں نے کہا مجھے بالکل نہیں معلوم کہ تحصیل علم کے بعد معرفت الٰہی میں مشغول رہوں گا یا دنیا طلبی میں، البتہ فی الحال اتنا معلوم ہے کہ پہلے زمانے کے عقلمندوں اور عالموں نے کیا کہا ہے اور کشف حقیقت اور معلوم مسائل میں کون کون سے موتی پروئے ہیں، اس کے بعد جو حالت پیش ہوگی، دیکھا جائیگا، کہ عیش وعشرت دنیاوی کی طرف متوجہ ہونگا یا محبت الٰہی اور طلب آخرت کے راستہ پر گامزن ہونگا۔

بچپن ہی سے مجھے معلوم نہیں کہ کھیل کود کیا ہوتا ہے، اور خواب وراحت مصاحبت ودوستی اور سیر وتفریح کیا چیز ہے۔ ؎

شب خواب چہ وسکوں کدام است
خود خواب بعاشقاں حرام است

شوق علم وعمل میں کبھی وقت پر کھانا نہ کھایا اور بروقت آبائی محل میں نہ سویا، موسم

سرمائی سخت ٹھنڈی ہواؤں اورموسم گرمائی تپتی ہوئی تیز دھوپ میں گھر سے روزانہ دومرتبہ مدرسہ جاتا تھا، دوپہر کو گھر آکر ایک دونوالے بقائے حیات کی خاطر کھالیتا، عرصہ دراز تک قبل از وقت مدرسہ جا کر ایک دو پارے چراغ کی روشنی میں تلاوت کرتا، اوراس پر طرہ یہ کہ گھر پر جتنا وقت ملتا اس میں کوئی لمحہ بیکار نہ بیٹھتا بلکہ مطالعہ کتب، بحث وتکرار میں لگا رہتا، رات دن پڑھتا نیز رات کے کسی حصہ میں خوشخطی بھی لکھتا۔

میرے والدین رحمۃ اللہ علیہما ہمیشہ فرماتے کہ کسی وقت تو محلہ کے بچوں کے ساتھ کھیل کود کر دل خوش کرلیا کرو اور رات کو آرام سے سویا کرو، لیکن میں عرض کرتا کہ کھیل کود سے جب دل خوش کرنا ٹھہرا تو میں اس سے خوش ہوتا ہوں کہ لکھتا پڑھتا رہوں۔

عام طور پر لوگ اپنے بچوں کو مدرسہ جانے اور پڑھنے کی تاکید کرتے ہیں، اس کے برعکس مجھے کھیل کود کی جانب متوجہ کیا جاتا تھا۔

پڑھتے پڑھتے جب رات کے بارہ بج جاتے تو والد ماجد فرماتے، بابا کیا کر رہے ہو؟ تو میں فوراً ہی لیٹ جاتا تاکہ جھوٹ نہ ہو جائے، اور پھر عرض کرتا جی میں سو رہا ہوں، فرمائیے کیا حکم ہے؟ اس کے بعد پھر پڑھنے لگتا، اکثر ایسا ہوتا کہ چراغ کی لو سے میرے صافے اور سر کے بالوں میں آگ لگ گئی، اور مجھے اس وقت پتہ چلا جب حرارت میرے دماغ پر پہنچی۔

اشعار

چہ دود ہائے چراغ کہ در دماغ نہ رفت — کدام بادۂ محنت کہ در ایاغ نہ رفت
کدام خواب وچہ آسائش وکجا آرام — چہ خارخار کہ در بستر فراغ نہ رفت
بحیرتم ز دل خود کہ عمر رفت ولے — ز کنج غم کدہ ہرگز بصحن باغ نہ رفت

تحصیل علم کے شوق اور محنت کے باوجود نماز وظیفے، شب بیداری، مناجات وغیرہ میں فطری طور پر بچپن ہی سے اتنا مشغول تھا کہ لوگ حیرت کرتے تھے، اب بھی اللہ کے فضل وکرم سے شب خیزی کا شوق ہے، اور مجھے اس راہ سے کافی نعمتیں ملی ہیں، اور اس وقت پہلے سے بھی زیادہ محنت و ریاضات اور تعلیم وافادہ میں مشغول ہوں، تعلیم وافادہ نہیں کہنا چاہئے، بلکہ تعلیم واستفادہ کہنا اچھا ہے، گوشہ تنہائی میں پڑا ہوں دنیا کے نیک و بد سے مجھے کوئی واسطہ نہیں ہے، نیز لوگوں کی دوستی و دشمنی سے میرا دل خالی ہے، اور نحوی جملوں زید و عمر کے قصوں سے علیحدہ ہوں۔

رباعی

صد شکر کہ با ہیچ کسم کارے نیست — وازمن بدل ہیچکس آزارے نیست
گر بردلِ دشمنان من بارے ہست — برخاطر دوستانِ من بارے نیست

پروردگار عالم نے جس کی نعمتوں کا شکر ہی ادا کرنا میرے بس میں نہیں، اس نے مجھ غریب کو اپنے ذوق وشوق کی اس حالت سے مخصوص اور مالا مال کیا ہے کہ میرا دل اور میرا تمام وقت صرف اس کے حضور میں مشغول رہتا ہے، اور لوگوں کے میل جول وغیرہ سے الگ ہوں میں اپنے خیال میں مگن ہوں، اگر چہ وہ راز ہائے سربستہ کا سرا ہی ہو یا مالیخولیا لیکن یہ مقطعہ میرے حالات کا آئینہ دار ہے۔ ؎

حقی کجا وصحبت کس کز خیال دوست
دارم بخود چومردم دیوانہ عالمے

بحکم والد ماجد کہ ''ملائے خشک و ناہموار نہ بننا'' میں بچپن ہی سے ہمیشہ عشق ومحبت کا دم بھرتا ہوں، اور غم خواری و دردمندی کی راہ چلتا ہوں۔ ؎

بیدرد نہ ایم ہرگز از عشق
دائم دل دردناک داریم

امید ہے کہ صاحب قدم کی بدولت میرا دل کارفرمائی کرے اور اصل کام یہ ہے کہ نفس کو بیکار کر دیا جائے میں بیکار نہ رہوں، اور میں اپنا جی اس طرح خوش کروں کہ کام کے آغاز یا اس کے دوران میں جن چیزوں کے ذریعہ قدم ڈگمگا جاتے ہیں، اور دل کی آنکھیں بند ہو جاتی ہیں، وہ تمام دقتیں میرے سامنے آئیں، اور پھر پردۂ غیب سے میری دستگیری ہو اور کارخانہ نفس و شیطان پر اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ غلبہ پا کر مجھے گوشہ نشین بنا دے، اور دوسروں سے میں اپنی روزی طلب کرنے کے بجائے صرف اللہ ہی سے ہر چیز کا طلبگار ہو جاؤں۔

ایک عرصہ تک عقل کی معارضت اور وہم کی مزاحمت سے مجھے توحید کی حقیقت سمجھ میں نہ آئی، جو کہ طالبان حقیقت کے لئے اولین شرط ہے، آخرکار جب مخلوق کے مشوروں سے مقصد براری نہ ہوئی تو مجبوراً اللہ ہی سے طلب خیر کی، اور اس طلب میں عقل کی گتھیاں سلجھائیں تاکہ دیوانگی کا ساتھ چھوٹے۔

زیں خرد بیگانہ می باید شدن
دست در دیوانگی باید زدن

غرض کہ راحت و آرام کے حصول اور خطرات و وسواس کے زوال کے بعد جس کا نتیجہ مایوسی ہوا کرتا ہے میں تمام امور سے ہاتھ دھو کر اور لوگوں سے آنکھیں بند کر کے در دل پر اس انتظار میں بیٹھ گیا، کہ اب کیا ہوتا ہے، اور کونسی راہ کھلتی ہے، چنانچہ جس نے دربار الٰہی میں توبہ کی وہ مایوس نہ رہا اور جس نے اللہ کے حضور التجا کی وہ کامیاب ہوا، کہ احکام کے پیش نظر اچانک بیکسوں کے چارہ گر اور آوارہ لوگوں کے رہنما نے مجھے اپنی طرف بلایا،

اور خانماں برباد کی گردن میں زنجیر شوق ڈال کر اپنے گھر کی جانب کھینچ لیا اور مجھ گم کردہ راہ کو منزل مقصود تک پہنچا دیا یعنی اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار فیض آثار میں پہنچا دیا اور ان کی نوازشات سے سرفراز ہوا۔ ؎

حاشا وان یحرم الراجی مکانہ

اویرجع البحار منہ غیر محترم

مجھ فقیر حقیر کو حضرت خبیر و بشیر ونذیر ﷺ کے انعامات واکرامات سے جو کچھ بشارت ملی ہے، وہ بیان سے باہر ہے، اور یقین ہے کہ یہ آثار و انوار نیک لوگوں کیلئے ان شاء اللہ ضامن و کفیل ہونگے۔

اگر چہ میں اپنی کمزوریوں کی وجہ سے اس قابل نہیں ہوں کہ اپنا مطلب حاصل کرسکوں لیکن امید قوی ہے اور پائے یقین مضبوط ہے، کہ کشتی نوح میں بیٹھا ہوا ہوں، اور انشاء اللہ ساحل نجات پر پہنچ جاؤنگا، اور وہاں پہنچ کر جمال الٰہی سے مسرور ہوں گا، اور جو کوئی دنیاوی کشتی میں بیٹھ کر سرکشیاں اور غرور کرے تو وہ اسکا بھی یقین کرلے کہ آتش دوزخ کے طوفان سے اس کو ہرگز ہرگز نجات نہیں مل سکے گی، علاوہ ازیں ایک اور سعادت اور عظیم تر ین نعمت حاصل ہو۔ ع

لیکن ازشوقِ حکایت بزباں می آید

سنئے! جب سعادت ازلی نے مجھے یہ نعمت ابدی سرفراز فرمائی، تو میں ہمیشہ اسی اشتیاق میں رہا کہ میرے مقصود کی مجھے بشارت مل جائے، تاکہ تسلی واطمینان کے ساتھ راہ سلوک میں تیزی سے آگے قدم بڑھاؤں، اور اگر طلب فرقت کی سوزش ہے، تو معلوم ہوجائیگا، کہ یہ کتنی بڑی آرزو ہے، اور مقصد کتنا عظیم الشان ہے۔ ؎

من و وصال تو ہیہات بس عجب ہوس است

ہمیں کہ نام توام برزباں رود نہ بس است

ہمیشہ اسی خیال میں رات دن کاٹ رہا تھا، کبھی راتوں کو اس لئے بیدار رہتا کہ بارقہ جمال نظر آئے اور دن کو یہی جستجو رہتی کہ خواب وخیال میں اس کے وصال کی نشانی مل جائے۔ ؎

اگر تو وعدہ وصلم دہی بہ بیداری　　حرام باد سرخود اگر بخواب آرم

وگر بخواب نمائی جمال خود یکدم　　بروز حشر نخواہم کہ سر ز خواب آرم

اور یہ حالت اس وقت تک رہی جبکہ عقل کا پردہ اور طلب کی خواہش درمیان سے اٹھ گئی، اور اللہ کے فضل وکرم نے اپنا کام کر دکھایا، مجھ غریب کو براہِ راست اپنی چوکھٹ پر پہنچا دیا اور ان بیداریوں کے نتیجہ میں وہ خواب دیکھا جو ہزار بیداریوں سے بہتر وبرتر ہے۔

بخیالے زتو راضی وبخوابے خوشنود

حاصل از وصل تو خوابی وخیالے دارم

یہ اس واقعہ کا اجمالی ذکر ہے جس کو زبان وقلم سے ادا ہی نہیں کیا جا سکتا۔

حقا بیان شوق بپایاں نمی رسد

کوتاہ ساز قصہ دور دراز را

شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا سفر حجاز

حضرت شیخ اڑتیس سال کی عمر میں ۹۹۶ھ میں حجاز کی طرف روانہ ہوئے، اور رمضان سے کافی عرصہ پہلے آپ مکہ معظمہ پہنچ گئے، چنانچہ رمضان ۹۹۶ھ تک انہوں نے وہاں کے محدثین سے صحیح بخاری ومسلم کا درس لے لیا تھا، اور پھر شیخ عبدالوہاب متقی کی خدمت میں حاضر ہوئے، وہاں انہوں نے علم کی تکمیل کرائی اور علم طریقت وسلوک سے آشنا

کیا، شیخ علیہ الرحمہ کی خوش قسمتی تھی کہ آپ کو ایسا رہبر کامل مل گیا، غرض شیخ عبدالوہاب متقی سے پورا پورا اکتساب علم کیا، اور ان سے حد درجہ متأثر ہوئے، انہی کے ساتھ رمضان گزارا اور فریضہ حج بھی ساتھ ہی ادا کیا، بعد ازاں آپ اپنے شیخ کے حکم سے ان کے زیر نگرانی حرم کے ایک حجرہ میں عبادت و ریاضت کرتے رہے۔

حضرت رسول اکرم ﷺ سے شیخ کو عشق تھا جب دیار محبوب میں پہنچتے تو برہنہ پا ہو جاتے چار بار زیارت رسول اکرم ﷺ سے مشرف ہوئے اور حجاز میں تین سال قیام فرمایا۔

حجاز سے ہندوستان کو واپسی

علم و عمل کی تمام وادیوں سے گزارنے کے بعد شیخ عبدالوہاب متقی رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ عبدالحق علیہ الرحمہ کو ہندوستان واپس جانے کا حکم فرمایا، لیکن حضرت شیخ ہندوستان کے حالات سے ایسے دل برداشتہ تھے کہ طبیعت واپس ہونے کو نہیں چاہتی تھی، لیکن شیخ کے حکم سے مجبور ہو گئے، اور یہ ارادہ کیا کہ بغداد کے راستہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ کے مزار کی زیارت کر کے ہندوستان واپس ہوؤں، لیکن شیخ نے اس کی بھی بعض وجوہات کی بناء پر اجازت نہیں دی، آخر شوال ۹۹۹ھ میں آنکھوں میں آنسو اور دل میں حسرت لئے اس مقدس سرزمین سے رخصت ہوئے۔

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

شیخ محدث رحمۃ اللہ علیہ ۱۰۰۰ھ میں ہندوستان تشریف لائے، یہاں آ کر دیکھا تو اکبر کے مذہبی افکار دین الہی کی شکل اختیار کر چکے تھے، اسلامی شعار کی تضحیک کی جا رہی تھی،

ایسے روح فرسا حالات میں شیخ عبدالحق نے ایک دارالعلوم کی بنیاد ڈالی اور قرآن وحدیث کے درس وتدریس میں مشغول ہو گئے، اور یہ سلسلہ زندگی کے آخری لمحات تک جاری رہا۔

شیخ محدث رحمۃ اللہ علیہ کے روحانی پیشوا

شیخ نے ابتداء میں اپنے والد ماجد مولانا سیف الدینؒ سے روحانی تعلیم وتربیت حاصل کی، حضرت سید موسیٰ گیلانیؒ جو سلسلۂ قادریہ کے مشہور بزرگ ہیں، ان سے شیخ محدث دہلوی (کو بہت محبت تھی، چنانچہ ۶؍شوال ۹۸۵ھ میں سید موسیٰ سے وابستہ ہوئے، اور انہوں نے اپنی خلافت سے نوازا شیخ عبدالوہاب متقی سے مکہ معظمہ میں تعلیم حاصل کی جن سے شیخ کی ملاقات کا ذکر اوپر گزر چکا، حضرت خواجہ باقی باللہ مشہور ترین بزرگ ہیں، جن کی پوری زندگی احیاء سنت واماتت بدعت میں گذری، شیخ محدثؒ نے آپ کے دست حق پرست پر بھی بیعت کی اور فیضیاب ہوئے۔

شیخ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال

۲۱؍ربیع الاول ۱۰۵۲ھ کو یہ آفتاب علم جس نے چورانوے سال تک فضائے ہند کو منور رکھا غروب ہوگیا، اناللہ وانا الیہ راجعون، آپ کی وصیت کے مطابق حوض شمسی کے کنارے پر سپرد خاک کیا گیا، اور شیخ نورالحقؒ نے نماز جنازہ پڑھائی آپ کی تاریخ ولادت ''شیخ اولیاء'' اور تاریخ رحلت ''فخر عالم است'' ہے۔

حضرت شیخ محدثؒ کی تصانیف

شیخ محدث کی چورانوے سال کی عمر ہوئی، اور اس عمر کا بیشتر حصہ تصنیف وتالیف میں بسر ہوا، ہر علم وفن پر آپ نے کتابیں لکھی ہیں، جن کی تعداد ۶۰ ر ہے، اگر مکاتیب ورسائل کو بھی شامل کرلیا جائے، تو یہ تعداد ۱۱۶ ر تک پہنچتی ہے، ان میں سے مشہور مطبوعہ کتابیں درج ذیل ہیں:۔

معاصرین

حضرت شیخ محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے معاصرین میں حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ اور حضرت شاہ ابو المعالی علیہ الرحمہ زیادہ مشہور ہیں۔

شیخ محدث رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد

شیخ محدث کے تین فرزند ہوئے، سب سے بڑے فرزند شیخ نور الحق مشرقی ہیں جو اپنے والد محترم کی طرح صاحب علم وفضل ہوئے، خود حضرت شیخ محدثؒ آپ سے بیحد خوش تھے، اور اپنا وجود ثانی کہتے تھے، شیخ نور الحقؒ نے بہت سی کتابیں تصنیف فرمائیں جن میں ''تیسیر القاری'' کے نام سے چھ جلدوں میں بخاری شریف کی شرح بھی شامل ہے، آپ نے اپنے والد کی حیات میں ہی شاہجہاں کے عہد میں اکبر آباد کی قضا کا عہدہ قبول کرلیا تھا، اور جب شیخ محدث کا انتقال ہوا تو شیخ نور الحق نے اپنے باپ کی مسند ارشاد کو سنبھال لیا، شیخ عبد الحق رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے فرزند شیخ علی محمد جید عالم اور بزرگ تھے، آپ نے بھی متعدد کتابیں تصنیف فرمائی تھیں، تیسرے فرزند

شیخ محمد ہاشم ہیں، یہ علم حدیث میں خاص مناسبت رکھتے تھے، محمد ہاشم کے لڑکے محمد عاصم سے حضرت شیخ محدث کو بہت محبت تھی۔

■■■

حضرت مولانا مظہر صاحب قدس سرہٗ

حضرت مولانا مظہر صاحب قدس سرہٗ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور کے اکابر ہیں۔ ان کے نام مبارک کی طرف نسبت کرتے ہوئے ہی مظاہر علوم نام رکھا گیا ہے۔

سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی نور اللہ مرقدہٗ کے ہمراہ جنگ شاملی میں شرکت فرمائی، جنگ میں ان کے پیر میں گولی لگی تھی، جس کی وجہ سے ان کے پیر میں لنگ تھا لنگڑا کر چلتے تھے، ان کی عادت تھی کہ اپنے نیچے کے ہونٹ کو دانتوں میں دبا کر چاٹتے رہتے تھے، ان سے اس کی وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا: کہ جنگ شاملی میں ان کے بھی گولی لگی، اور نیم بیہوشی کی حالت میں تھے، لوگوں نے مردہ سمجھ کر شہیدوں میں ان کو ڈالدیا۔ اس نیم بیہوشی کی حالت میں دیکھا کہ حوریں اپنے ہاتھوں میں شربت کے کوزے لئے ہوئے شہیدوں کو شربت پلارہی ہیں، ان میں سے ایک حور پیالہ لئے ہوئے میری طرف بڑھی اور پیالہ میرے منہ سے لگایا۔ منہ سے لگایا ہی تھا کہ دوسری نے اس کے ہاتھ مار کر کہا کہ یہ ان میں سے نہیں ہے، اس نے فوراً ہاتھ کھینچ لیا۔ وہ پیالہ چونکہ منہ کو لگایا تھا اس کا ذرا سا حصہ ہونٹ کو لگ گیا تھا اس کا ذائقہ آج تک نہیں گیا، اسی کو چاٹتا رہتا ہوں۔ (روایت فقیہ الامت نور اللہ مرقدہٗ)

■■■

شیخ الاسلام ابو اسماعیل عبداللہ الانصاری

غازی ابو منصور ابن ابو ایوب انصاری کی چھٹی پشت میں مجاہد الاسلام ابو اسماعیل عبداللہ الانصاری ایک عظیم علمی روحانی شخصیت کے مالک گذرے ہیں جنہوں نے علم وعمل، معرفت وسلوک، زہد وتقویٰ اور توحید وسنت کی مشعلیں روشن کیں اور ہزراوں بندگان خدا کی ہدایت کا ذریعہ بنے وہ مدتوں شیخ الاسلام کے منصب پر فائز رہے ہم عصر علماء اور مشائخ ان کے علم وفضل، زہد وتقویٰ، جرأت وبیباکی، اظہار حق استغناء وقناعت پر متفق تھے، امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے تذکرۃ الحفاظ میں ان کے فضل وکمال کا دل کھول کر اعتراف کیا ہے اور مختلف علماء اور محدثین کے حوالوں سے ان کے حالات درج کئے ہیں۔

شیخ الاسلام اظہار حق پر کئی آزمائشوں اور حکومت کی سختیوں اور دار ورسن کی منزلوں سے گذرے ہیں، وہ خود فرماتے ہیں۔

مجھ کو پانچ بار قتل کئے جانے کا حکم ہوا اور یہ اس لئے نہیں کہ کہ مجھ سے کہا جاتا ہے کہ اپنے مسلک ومذہب سے پھر جاؤ، بلکہ بات اتنی کہ مجھ سے یہ کہا جاتا تھا کہ اپنے مخالفین کے خلاف اظہار حق میں زبان نہ کھولو تو میں جواب دیتا کہ یہ مجھ سے نہ ہوگا، میری زبان اظہار حق کے وقت خاموش نہیں رہ سکتی۔

شیخ الاسلام ابو اسماعیل عبد اللہ ہروی رحمۃ اللہ علیہ ہرات میں پیدا ہوئے علوم ادبیہ حاصل کرنے کے بعد حدیث، تاریخ اور علم الانساب میں کمال پیدا کیا، فقہ وتفسیر اور سلوک وتصوف کے امام بنے، حکام اور اہل دنیا کی صحبت سے احتراز فرماتے، سال میں ایک بار مجلس وعظ منعقد فرماتے آپ کے مریدین ومعتقدین جو کچھ آپ کی نذر کرتے وہ تقسیم فرما دیا کرتے تھے۔

آپ کی تصانیف میں بے شمار کتابیں ہیں انمیں (۱) ذم الکلام واہلہ ،توحید پر (۲) الاربیعن ،سنت پر (۳) کتاب الفروق (۴) منازل السائرین (۵) سیرۃ الامام احمد بن حنبل دو جلدوں میں اور مناجات مشہور ہیں۔

منازل السائرین کی بے مثال شرح حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر کی ہے، امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کے بہت مداح تھے، جیسا کہ علامہ تاج سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے طبقات کبریٰ میں ذکر کیا ہے۔ (حیات محمود: ۷۰/ ۱)

شیخ الاسلام کے اخلاف

شیخ الاسلام ابو اسماعیل عبد اللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاف میں مختلف زمانوں میں مختلف لوگوں نے عرب وعجم کے مما لک میں سکونت اختیار کی اور سیف وقلم، تلقین وارشاد سے خلق خدا کی خدمت کی، آپ کے اخلاف میں ایک شاخ ہندوستان منتقل ہوئی ، یہ زمانہ وہ تھا کہ جب کہ علماء ومشائخ مجاہدین اسلام کے ساتھ ہندوستان کا سفر کر رہے تھے اور اس زرخیز ملک میں بود و باش اختیار کر رہے تھے اور ہندوستان کے مشرق ومغرب میں طرح اقامت ڈال رہے تھے جن میں سہارنپور، سنبھل، دہلی اور اودھ کے علاقے قابل ذکر ہیں۔

خواجہ جلال الدین جو شیخ الاسلام کے پڑپوتے تھے، ہندوستان تشریف لائے ان کی اولاد میں مخدوم بدر الدین نے دہلی کو اپنا وطن بنایا اور قطب مینار کے قریب مدرسہ قائم کیا اور درس وتدریس کا مشغلہ جاری کیا ان کی اولاد سنبھل اور پانی پت میں منتقل ہوئی۔

شیخ الاسلام ابو اسماعیل عبد اللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاف میں ایک شاخ سہارنپور اور اس کے اطراف میں جاگزیں ہوئی، ان اطراف میں گنگوہ، نانوتہ، انبیٹہ، رام پور منیہاران قابل ذکر ہیں ماضی قریب میں سہارنپور کے انصاری خاندان کے چشم و چراغ

مولانا محمد بن عبد الرحمن انصاری تھے جن کو صاحب نزہۃ الخواطر نے الشیخ المحدث کے نام سے یاد کیا ہے اور ان کا بہت اچھا تذکرہ کیا ہے، مولانا محمد عبد الرحمن حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کی جماعت مجاہدین کے سربراہ وامیر مولانا نصیر الدین کے دامن تربیت میں مدتوں رہے اور جہاد میں حصہ لیا، حضرت شاہ اسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ محدث دہلوی اور شاہ محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تعلیم حاصل کی، مکہ مکرمہ جا کر شیخ عبد سراج حنفی سے صحیح بخاری پڑھی اور نجد، عسیر، یمن، شام کا پیادہ سفر کیا اور مکہ مکرمہ میں ہی ۱۳۰۸ھ میں انتقال کیا۔

اسی طرح انبیٹھ کے مولانا مشتاق احمد بن مخدوم بخش انصاری جو ۱۲۷۳ھ میں پیدا ہوئے اور مولانا سعادت علی سہارنپوری بانی مدرسہ مظاہر علوم اور مولانا سدید الدین دہلوی، مولانا فیض الحسن سہارنپوری سے تعلیم حاصل کی اور قاری عبد الرحمن پانی پتی سے علم حدیث حاصل کیا کئی تصانیف کے مالک تھے ۱۳۶۰ھ میں انتقال ہوا۔

■■■

حضرت مولانا فخر الحسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا فخر الحسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ وطن گنگوہ تھا، حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں تین حضرات بہت مشہور ہیں، شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا احمد حسن امروہوی (اور تیسرے حضرت مولانا فخر الحسن گنگوہی وہ ۱۲۸۴ھ میں دار العلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور ۱۲۹۰ھ میں حضرت مولانا احمد حسن امروہوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ دار العلوم سے فراغت حاصل کی سفر وحضر میں اپنے استاذ حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رہتے تھے، مناظرہ سے بڑی دلچسپی تھی، دہلی میں حکیم محمود خاں صاحب سے طب کی تعلیم حاصل کی گفتگو اور تقریر شیریں اور دلکش تھی۔

فراغت کے بعد ۱۲۹۴ھ میں خورجہ کے مدرسہ میں صدر مدرس مقرر ہوئے پھر دہلی کے مدرسہ عبدالرب میں چلے گئے، حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی بعض تصانیف شائع کرائیں، مباحثہ شاہجہاں پورا نہیں کامرتب کیا ہوا ہے، اس کا اصل نسخہ دارالعلوم میں موجود ہے انہوں نے حدیث میں ابوداؤد کا ایک مبسوط حاشیہ ''التعلیق المحمود'' کے نام سے لکھا ہے یہ حاشیہ مطبع مجیدی کانپور میں چھپا ہے اور عام طور پر متداول ہے اس کے علاوہ انھوں نے ابن ماجہ کا بھی حاشیہ لکھا ہے جو مطبع نامی کانپور میں چھپتا تھا ان کا حاشیہ تلخیص المفتاح پر بھی ہے، انہوں نے اپنے استاذ حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک مفصل سوانح حیات بھی لکھی تھی جو کم وبیش ایک ہزار صفحات پر مشتمل تھی۔

حضرت مولانا فخر الحسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اپنی بعض خوانگی مجبوریوں کی وجہ سے گنگوہ کی سکونت ترک کر کے کان پور چلے گئے تھے اور وہیں مطب کیا، اور مستقل طور پر سکونت اختیار کرلی تھی، کانپور میں ان کے مکان میں آگ لگ گئی جس میں کتابوں کے ساتھ سوانح حیات کا مسودہ بھی جل گیا۔ ۱۳۱۵ھ میں کانپور میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہیں، ان کے حالات تفصیل سے دستیاب نہیں ہوئے۔ (تاریخ العلوم: ۲/۳/۷)

ارمغان صد سالہ میں حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ مولانا فخر الحسن صاحب کا ذکر اس طرح منظوم فرماتے ہیں:

زہے گنگوہ جس کا ایک ذی فرد
شدہ فخر الحسن نامش زباں زد
فیوض قاسمی کا نور تن تھا
بہار قاسمی کا اک چمن تھا
یکے از ترجمان قاسمی بود

کہ علمش از قلم بنوشتہ آسود
قلم سے کی ہے نقاشی چمن کی
قلم میں تھی وہ جذابی دہن کی
مسائل میں وہ کی ہے ترجمانی
عیاں ہے جس سے ایمان یمانی
(ارمغان اجلاس صد سالہ)

■■■

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ

گنگوہ میں ایک خدا رسیدہ دیکھا
اللہ کا برگزیدہ بندہ دیکھا
کیا وصف بیاں کروں میں اس کا ممتاز
انسان کی صورت میں فرشتہ دیکھا

بیک وقت عالم دین بھی تھے، جامع شریعت وطریقت بھی تھے، عاشق نبی بھی تھے اور متبع سنت رسول اللہ ﷺ بھی، جام شریعت اور سندان عشق دونوں ان کو حق تعالیٰ شانہ نے مرحمت فرمائے تھے۔

ولادت طفولیت اور ابتدائی حالات

حضرت امام ربانی ۶/ ذی قعدہ ۱۲۴۴ھ مطابق ۱۸۲۹ء دوشنبہ کو چاشت کے وقت گنگوہ میں پیدا ہوئے۔

امام ربانی کے والد ماجد مولانا ہدایت احمد صاحب کا ۱۲۵۲ھ میں پینتیس سال کی عمر میں انتقال ہوا تو اس وقت حضرت کی عمر صرف سات سال کی تھی والد صاحب کے انتقال کے بعد حضرت کا نشو ونما اپنے جدامجد کے زیر سایہ ہوا، یوم دوشنبہ میں پیدائش اور نو عمری میں یتیم ہو کر اپنے دادا جان کے زیر تربیت ہو جانا یہ دونوں وہ اضطراری سنتیں ہیں جو حق تعالیٰ شانہ نے امام ربانی کو مرحمت فرمائیں تھیں۔

تربیت ظاہری و باطنی

آپ کے سب سے پہلے استاذ میاں جی قطب بخش صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ تھے جن سے آپ نے تعلیم و تعلم کی ابتدا کی اور اسی دوران اپنے استاذ سے ذہانت و ذکاوت اور بیدار مغزی کے تعریفی کلمات سنے میاں جی قطب بخش کی عادت تھی کہ بے تکلف طلباء کے منھ سونگھ کر دریافت کیا کرتے تھے کہ کیا کھا کر آئے ہو، شاگرد کے بتلانے پر فرماتے کہ اکیلے اکیلے ہی کھا کر چلے آئے ہمارے لئے کیوں نہیں لائے، ان کی اس عادت کی وجہ سے حضرت اقدس نے خود بخود یہ معمول بنالیا تھا کہ جو چیز بھی گھر میں آپ کو ملتی وہ جیب میں رکھ لیتے خود نوش نہ فرماتے اور لا کر استاذ کی خدمت میں پیش کر دیتے، کئی دن تک گھر والوں کو ایثار کی خبر نہ ہوئی لیکن کئی روز بعد جب کپڑوں پر دھبے دیکھے گئے اور چپکنے لگے تو گھر والوں نے ڈانٹ ڈپٹ کی اور اس کا سبب دریافت کیا جب جا کر انہیں اس ایثار کی داستان معلوم ہوئی، یہ اثر تھا اس سعادت مندی کا اور اس رضا جوئی کا جو قدرت کی جانب سے آپ میں ودیعت فرمایا گیا تھا۔

فرمایا کرتے تھے کہ عمر کا چوتھا یا پانچواں سال تھا والدہ ماجدہ نے مجھے اور میرے بڑے بھائی مولوی عنایت احمد کو پینے کیلئے دودھ دیا اس پر میں نے اضافہ کا تقاضا کیا اور

اصرار کیا کہ اور دیا جائے، بڑے بھائی نے اصرار کو کچھ پسندیدہ نظروں سے نہیں دیکھا اور اپنے حصہ کا دودھ پینے کے بعد میرے حصہ کا دودھ بھی پی گئے بس اس قصہ سے مجھے یہ تجربہ ہوگیا کہ ضد کرنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی اپنے اصل حصہ سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔

یہ معلوم نہ ہوسکا کہ آپ نے قرآن کریم کہاں پڑھا بہت ممکن ہے کہ گھر ہی میں رہ کر والدہ ماجدہ سے پڑھ لیا ہو اس زمانہ میں اونچے گھرانے کی خواتین قرآن کریم اور علم شریعت سے پوری پوری واقف ہوا کرتی تھیں، فارسی تعلیم اپنے ماموں مولانا محمد تقی رحمۃ اللہ علیہ صاحب سے کرنال میں حاصل کی اور کچھ حصہ مولوی محمد غوث صاحب کے پاس پڑھا، عربی، صرف ونحو کی کتب مولوی محمد بخش صاحب رامپوری رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں اور پھر انہی کے ترغیب دینے پر آپ ۱۲۶۱ھ میں مزید تحصیل علم کے لئے دہلی تشریف لے گئے، اس وقت حضرت کی عمر ۱۷ رسال کی تھی دہلی پہنچ کر آپ نے مختلف اساتذہ کے درس میں شرکت کی اور ہر درس کا رنگ دیکھا؛ لیکن آپ کی طبیعت کسی جگہ قیام کیلئے راضی نہ ہوئی، ادھر حسن اتفاق اور قدرت خداوندی سے یہ بات پیش آئی کہ استاذ الکل حضرت مولانا مملوک علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے سفر حجاز سے واپسی کے وقت دہلی ہوتے ہوئے نانوتہ تشریف لائیے اور تعطیل کے ایام ختم ہونے پر حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کو امام ربانی جو ابھی تک طبیعت کے جماؤ نہ ہونے کی بناء پر اپنی تعلیم شروع نہ کرسکے تھے وہ بھی حضرت مولانا مملوک علی صاحب کی خدمت میں پہنچ گئے اس طرح علوم وتقویٰ کے یہ شمس وقمر ایک ہی استاذ کی زیرتربیت ہوکر تعلیم ظاہری کی تکمیل میں مشغول ہوگئے، حضرت امام ربانی صدر الشمس بازغہ حضرت مولانا مملوک علی صاحب کے سامنے اس طرح پڑھا کرتے تھے جیسا کہ حافظ قرآن پڑھتا ہے۔

بہرکیف چندسال آپ نے مستقل دہلی قیام فرما کر علوم درسیہ کی تکمیل کی علوم عقلیہ

میں آپ کے دوسرے استاذ علامۃ الشہیر مولانا مفتی صدرالدین صاحب بھی تھے، قاضی احمد الدین صاحب سے بھی آپ کو شرف تلمذ حاصل ہے، حدیث کے استاذ حضرت مولانا الحاج الشاہ عبدالغنی صاحب مہاجر مدنی مجددی نقشبندی تھے اور ایسے انہماک اور مشغولی کے ساتھ پڑھیں کہ کھانا پینا اور سونے کی جملہ ضروریات میں صرف سات گھنٹے خرچ ہوتے تھے، فراغت کے بعد آپ اپنے وطن مالوف کے لئے روانہ ہو گئے اس وقت آپ کی عمر تقریباً اکیس سال تھی، دہلی میں جتنی مدت آپ کا قیام رہا آپ نے اپنے کھانے پینے کا انتظام خود کیا کسی پر بوجھ نہیں ڈالا۔ دادا محترم ہر ماہ تین روپیہ بھیجا کرتے تھے اسی سے تمام ضروریات پوری فرماتے۔

جملہ علوم وفنون سے فراغت کے بعد جب کہ حضرت اقدس کی عمر شریف اکیس سال کی تھی، اپنے وطن گنگوہ واپس تشریف لائے اور درس وتدریس میں مشغول ہو گئے اور مختلف علوم نحو، معانی، فقہ، تفسیر اور حدیث کی تدریس میں ہمہ وقت اشتغال رہتا تھا، ۱۳۰۰ھ کے ختم تک یہ سلسلہ رہا اور ۱۳۰۱ھ سے صرف حدیث پاک کی تدریس کا مشغلہ رہ گیا اور بہ نفس نفیس تنہا صحاح ستہ کی جملہ کتب خود پڑھاتے، شوال میں دورۂ حدیث شریف کا سبق شروع ہوتا اور شعبان میں جملہ کتب کی تعلیم پوری فرمادیتے۔

سلوک وتحصیل طریقت کا ابتدائی واقعہ خود حضرت امام ربانی نے بارہا ارشاد فرمایا کہ جب میں اور مولانا محمد قاسم صاحب دہلی میں زیر تعلیم تھے تو ہمارا ارادہ سلم پڑھنے کا ہوا، لیکن حضرت استاذ کی مشغولیت کی وجہ سے یہ طے ہوا کہ ہفتہ میں صرف دو مرتبہ اس کا سبق ہوا کریگا، ایک مرتبہ سلم کا سبق ہو رہا تھا کہ ایک شخص نیلی لنگی کندھے پر ڈالے ہوئے آموجود ہوئے ان کے آتے ہی حضرت مع تمام خدام کے کھڑے ہو گئے اور بڑا اعزاز واکرام کیا اور فرمایا لو بھائی حاجی صاحب آگئے، حاجی صاحب آگئے، اور پھر حضرت استاذ نے مخاطب ہو کر

فرمایا لو میاں رشید اب سبق پھر ہوگا، فرماتے ہیں کہ مجھے اس دن سبق کے ناغہ ہونے کا بہت افسوس ہوا اور میں نے مولوی محمد قاسم صاحب سے کہا کہ: یہ اچھا حاجی آیا ہمارا سبق ہی گیا، مولوی محمد قاسم نے کہا کہ ایسی بات مت کہو یہ بزرگ ہیں اور ایسے ہیں ویسے ہیں۔

حضرت امام ربانی نے اس قصہ کے بعد فرمایا ہمیں کیا خبر تھی کہ یہی حاجی ہمیں مونڈیں گے، خود حضرت امام ربانی فرمایا کرتے تھے کہ طالب علمی میں بوجہ حدیث شریف پڑھنے کے عرصہ تک حضرت شاہ عبد الغنی صاحب مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں حاضری رہی اور اس وجہ سے بار بار بیعت کا ارادہ حضرت شاہ صاحب ہی سے ہوتا تھا مگر ہر مرتبہ مولانا نانوتوی فرماتے کہ نہیں بیعت تو حضرت امداد ہی سے کریں گے۔

(ارواح ثلاثہ: ۲۸۸)

اس کے بعد حضرت حاجی صاحب سے تعلق بڑھتا ہی گیا یہاں تک کہ پھر اپنا سب کچھ حضرت حاجی صاحب کے لئے وقف کر دیا اور انہیں کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے جس کی ابتداء اس طرح ہوئی کہ حضرت مولانا شیخ محمد صاحب تھانوی سے اس ایک مسئلہ پر گفتگو کرنے کے لئے تھانہ بھون تشریف لے گئے اور وہاں پہنچ کر اس علمی گفتگو سے پہلے حاجی صاحب کی قیام گاہ پر حاضری دی، اس وقت حضرت قرآن کریم کی تلاوت میں مشغول تھے، یہ حضرت گنگوہی کی اعلیٰ حضرت سے پانچویں ملاقات تھی، اعلیٰ حضرت بہت ہی کریمانہ اور مشفقانہ طرز کے ساتھ پیش آئے اور دریافت فرمایا کیسے آئے ہو؟ فرمایا مولانا شیخ محمد سے مناظرہ کے ارادہ سے آیا ہوں، اعلیٰ حضرت نے فرمایا ہاہا ایسا ارادہ نہ کرنا میاں وہ ہمارے بزرگ ہیں، حضرت نے جواباً فرمایا کہ آپ کے بڑے ہیں تو میرے بھی بڑے ہیں اس کے بعد موقع پا کر حضرت نے بیعت کی درخواست کی اعلیٰ حضرت نے طلب کا امتحان لینے کی غرض سے انکار فرمایا مگر حضرت کے دل میں جو محبت کا بیج اول ہی ملاقات میں جم گیا تھا

وہ اپنی جڑیں بہت حد تک مضبوط کر چکا تھا اس لئے باوجود انکار کے آپ کی رائے میں فرق نہیں آیا اور اپنے لئے پہلی ہی مرتبہ میں جو فیصلہ کرلیا اسی پر ثابت قدمی سے جمے رہے، دو تین روز بعد حضرت نے بیعت فرمالیا۔

بیعت کے وقت امام ربانی نے اعلیٰ حضرت حاجی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت مجھ سے ذکر وشغل اور محنت ومجاہدہ کچھ نہیں ہوسکتا اور نہ رات کو اٹھا جائے گا، اعلیٰ حضرت نے تبسم کے ساتھ فرمایا کہ اچھا کیا مضائقہ ہے اس تذکرہ پر کسی خادم نے حضرت امام ربانی سے دریافت کیا کہ حضرت پھر کیا ہوا، آپ نے جواب دیا کہ اور عجیب ہی جواب دیا پھر تو مرمٹا، اس کے دو تین دن بعد اعلیٰ حضرت نے ذکر بارہ تسبیح تلقین فرمائی۔

رات کے وقت اعلیٰ حضرت حسب معمول تہجد اور اذکار کے لئے اٹھے اور وضو فرما کر مسجد تشریف لے گئے تو حضرت بھی بیدار ہو گئے اور وضو فرما کر مسجد کے لئے دوسرے گوشے میں تہجد اور ذکر میں مشغول ہو گئے خود فرمایا کرتے تھے کہ اس وقت گلا اچھا تھا اور طاقت وقوت بھی تھی، خوب ذکر جہر کے ساتھ کیا، صبح کو اعلیٰ حضرت نے فرمایا تم نے تو ایسا ذکر کیا جیسے کوئی بڑا مشاق ماہر کرنے والا ہو بس اس دن سے مجھے ذکر کے ساتھ محبت ہوگئی۔

بیعت ہونے کے ٹھیک ایک ہفتہ کے بعد اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میاں مولوی رشید احمد جو نعمت حق تعالیٰ نے مجھے دی تھی وہ آپ کو دیدی، آئندہ اس کا بڑھانا آپ کا کام ہے، حضرت فرمایا کرتے تھے کہ اس وقت اس جملہ پر بڑا تعجب ہوتا تھا کہ کیا چیز مجھے عطا ہوئی ہے آخر پندرہ سال بعد معلوم ہوا کہ وہ کیا چیز تھی۔

الغرض بیالیس روز قیام فرمایا اور دولت باطنی ونعمت روحانی سے مالا مال ہو کر تھانہ بھون سے روانہ ہوئے، اعلیٰ حضرت ایک بڑے مجمع کے ساتھ مشایعت کے لئے دور تک تشریف لے گئے اور یہ طویل راستہ پیدل ہی طے ہوا، اعلیٰ حضرت راستہ سے رخصت ہوتے

وقت حضرت کا ہاتھ پکڑ کر تنہائی میں لے گئے اور فرمایا کہ اگر تم سے کوئی بیعت کی درخواست کرے تو اس کو بیعت کر لینا، پھر حضرت نے عرض کیا کہ مجھ سے کون درخواست کرے گا، اعلیٰ حضرت نے جواب دیا تمہیں جو کہتا ہوں وہ کرنا، تھانہ بھون سے رخصت ہو کر گنگوہ پہنچے گنگوہ پہنچ کر حضرت کا جو حال تھا اور جو جذبہ اور ذوق آپ پر سوار تھا اس کے متعلق حضرت کے ماموں زاد بھائی مولانا ابو النصر صاحب فرماتے ہیں کہ تھانہ بھون سے واپس ہو کر حضرت اقدس کا قیام میرے مکان پر تھا، نصف شب کو جب آپ اٹھتے اور سیدھے مسجد کی جانب رخ فرماتے تو پیچھے پیچھے میں بھی نکلا ہوا چلا آتا تھا، جس وقت حضرت مخدوم بالجہر ذکر شروع فرماتے تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ساری مسجد کانپ رہی ہے خود پر جو حالت گذرتی ہوگی اس کی تو کسی کو کیا خبر۔

اجازت وخلافت مل جانے کے بعد گریہ وزاری میں بہت اضافہ ہوگیا تھا، تمام تمام رات رونے میں گذر جاتی، والدہ ماجدہ نے ایک نیلے رنگ کی رضائی اسی غرض سے تیار کرائی تھی کہ شب کے وقت اس کو اوڑھ کر مسجد جایا کریں تا کہ سردی سے حفاظت ہو سکے، آپ کے رونے کی وجہ سے اور آنکھیں اس رضائی سے صاف کرنے کی بناء پر اس کا رنگ ہی بدل گیا تھا اور کچھ کا کچھ ہوگیا تھا۔

مرشد کی جانب سے ایک امتحان اور اس میں کامیاب ہونا

تھانہ بھون کے دوران قیام اعلیٰ حضرت حاجی صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے آپ کے صبر و تحمل اور ضبط کا امتحان لیا جس کے متعلق حضرت امام ربانی خود ہی فرماتے ہیں تھانہ بھون میں مجھ کو رہتے ہوئے چند روز گذرے تو میری غیرت نے اعلیٰ حضرت پر کھانے کا بار ڈالنا گوارہ نہیں کیا، آخر میں نے یہ سوچ کر کے کہ دوسری جگہ انتظام کرنا دشوار بھی

ہوگا اور نا گوار بھی، رخصت چاہی حضرت نے اجازت نہ دی اور فرمایا ابھی چند روز ٹھہرو، میں خاموش ہوگیا قیام کا قصد کر تو لیا مگر اس کیساتھ یہ فکر ہوئی کہ کھانے کا انتظام کسی دوسری جگہ کرنا چاہئے، تھوڑی دیر کے بعد جب اعلیٰ حضرت مکان پر تشریف لے جانے لگے تو میرے وسوسہ پر مطلع ہو کر فرمایا: میاں رشید احمد کھانے کی فکر مت کرنا، ہمارے ساتھ کھائیو، دوپہر کو کھانا مکان سے آیا تو ایک پیالہ میں کوفتے تھے، نہایت لذیذ اور دوسرے پیالہ میں معمولی سالن تھا، اعلیٰ حضرت نے مجھے دسترخوان پر بٹھایا مگر کوفتوں کا پیالہ مجھ سے دور رکھا اتنے میں حضرت حافظ ضامن صاحب تشریف لائے کوفتوں کا پیالہ مجھ سے دور دیکھ کر اعلیٰ حضرت سے فرمایا: بھائی صاحب! رشید احمد کو اتنی دور ہاتھ بڑھانے میں تکلیف ہوتی ہے اس پیالہ کو ادھر کیوں نہیں رکھ لیتے، اعلیٰ حضرت نے بیساختہ جواب دیا اتنا بھی غنیمت ہے کہ اپنے ساتھ کھلا رہا ہوں، جی تو یوں چاہتا تھا کہ چوڑھوں، چماروں کی طرح الگ ہاتھ پر روٹی رکھ دیتا، اس فقرہ پر اعلیٰ حضرت نے میرے چہرے پر نظر ڈالی کہ کچھ تغیر تو نہیں آیا مگر الحمد للہ میرے قلب پر اس کا کچھ اثر نہ تھا، میں سمجھتا تھا کہ حقیقت میں جو کچھ حضرت فرما رہے ہیں بالکل سچ ہے، اس دربار سے روٹی ہی کا ملنا کیا تھوڑی نعمت ہے جس طرح بھی ملے بندہ نوازی ہے اس کے بعد حضرت نے پھر کبھی میرا امتحان نہیں لیا، اس کے بعد فرمایا اسی لئے مجھے کچھ نہیں آیا۔

حضرت اقدس گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ نے اپنے حالات وارادت پر مشتمل ایک عریضہ اپنے شیخ ومرشد اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کو (اس والا نامہ کے جواب میں جس میں اعلیٰ حضرت نے حضرت امام ربانی کے حالات دریافت کئے تھے) لکھا: جو مکاتیب رشیدیہ میں طبع بھی ہوگیا ہے وہ یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

حضرت امام ربانی تحریر فرماتے ہیں:

حضور نے جو بندہ نالائق کے حالات سے استفسار فرمایا ہے میرے ماوائے دارین

اس ناکس کے کیا حالات اور کس درجہ کی کوئی خوبی ہے جو آفتاب کمالات کے روبرو عرض کروں، بخدا سخت شرمندہ ہوں کچھ نہیں مگر جو ارشاد حضرت ہے تو کیا کروں، بناچاری کچھ لکھنا پڑتا ہے، حضرت مرشد من، علم ظاہری کا تو یہ حال ہے کہ آپ کی خدمت سے دور ہوئے غالباً عرصہ سات سے کچھ زیادہ ہوا ہے، اس سال تک دوسو سے چند عدد زیادہ آدمی سند حدیث حاصل کر کے گئے ہیں اور اکثر ایس وہ ہیں کہ جنہوں نے درس جاری کیا اور سنت کے احیاء میں سرگرم ہوئے اور اشاعت دین ان سے ہوئی اور اس شرف سے زیادہ کوئی شرف نہیں اگر قبول ہو جائے اور حضرت کے اقدام نعلین کی حاضری کے ثمرہ کا خلاصہ یہ ہے کہ جذ قلب میں غیر حق سے نفع وضر رکا التفات نہیں، واللہ بعض اوقات اپنے مشائخ کی طرف سے علیحدگی ہو جاتی ہے لہٰذا کسی کے مدح و ذم کی پرواہ نہیں رہی اور ذام و مادح کو دور جانتا ہوں اور معصیت کی طبعاً نفرت اور اطاعت کی طبعاً رغبت پیدا ہوگئی ہے اور یہ اثر اسی نسبت یاد داشت بے رنگ کا ہے جو مشکوۃ انوار حضرت سے پہنچا ہے بس زیادہ عرض کرنا گستاخی اور شوخ چشمی ہے، یا اللہ معاف فرمانا کہ حضرت کے ارشاد سے تحریر ہوا ہے جھوٹا ہوں کچھ نہیں ہوں، تیرا ہی ظل ہے تیرا ہی وجود ہے میں کیا ہوں کچھ نہیں ہوں اور وہ جو میں ہے وہ تو ہے اور میں اور تو خود شرک در شرک ہے استغفر اللہ استغفر اللہ استغفر اللہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ، اب عرض سے معذور فرما کر قبول فرمائیں والسلام ۱۳۰۶ھ

وفات

۱۳۲۳ھ بروز جمعہ بوقت اذان جمعہ داعی اجل کو لبیک کہا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

■■■

حضرت مولانا عبداللہ صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

مولانا یحییٰ صاحب کاندھلوی ۱۳۱۸ھ میں جب گنگوہ حدیث شریف پڑھنے گئے تو قصبہ کے مشرقی حصہ میں لال مسجد میں قیام کیا، اثنائے قیام وہ پانچوں وقت دیکھتے کہ ایک دس بارہ سال کا لڑکا پابندی کے ساتھ نماز پڑھتا ہے اس بچے کی یہ ادا مولانا کو بہت بھائی، نام پوچھا تو لڑکے نے عبداللہ نام بتایا مشغلہ پوچھا تو اس نے عرض کیا کہ انگریزی پڑھتا ہوں مولانا نے فرمایا۔

چھٹی کے اوقات میں تھوڑی عربی بھی پڑھ لیا کرو انگریزی کے ساتھ ساتھ مولوی بھی ہو جاؤ گے وہ صاحبزادے اس پر راضی ہو گئے اور کچھ دنوں تک مولانا یحییٰ صاحب سے عربی پڑھتے رہے اور انگریزی اسکول میں بھی مگر خدا کا کرنا کہ تھوڑے عرصہ بعد عربی کی وقعت دل میں ایسی پیدا ہوئی کہ انگریزی اسکول سے نام کٹا کر اول سے آخر تک مولانا محمد یحییٰ صاحب سے عربی اور دینی تعلیم حاصل کی اور اس میں کمال پیدا کر کے عالم کامل بنے اور مسٹر عبداللہ سے مولانا عبداللہ ہوئے اور پھر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے اور ایسے بیعت ہوئے کہ زیادہ تر وقت صحبت بابرکت میں گذارنے لگے، حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے سال تھانہ بھون میں تھے کہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے آپ مرید ہیں ان کی خدمت میں جائیے وہ حاضر ہوئے اور انہیں کی کہ موجودگی میں انتقال ہوا، حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے بہت تعلق رکھتے تھے اور خلوت وجلوت کے حاضر باش تھے، حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے، یہ زمانہ تھانہ بھون کے قیام کا تھا ان کے راہ سلوک طے کرنے میں بعض ایسی رکاوٹیں پیش آئی کہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

نے تکمیل سلوک کے لئے یہ ضروری سمجھا کہ وہ سہارنپور آکر ایک عرصہ تک قیام کریں، انہوں نے اس پر عمل کیا اور پھر تکمیل سلوک کی اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی جانب سے اجازت وخلافت حاصل کر کے شیخ طریقت ہوئے:

"ذٰلك فضل الله يو تيه من يشاء والله ذوالفضل العظيم"

مولانا عبد اللہ صاحب گنگوہ میں ۱۲۹۸ھ میں پیدا ہوئے پانچ سال کی عمر میں انگریزی شروع کی ۱۴/سال کی عمر تک انگریزی پڑھی، پھر مولانا محمد یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے عربی شروع کی اور ۱۳۱۸ھ تک جب کہ ان کی عمر بیس سال کی تھی عربی علوم میں مہارت پیدا کر لی اور بڑے ذی استعداد ہوئے اسی سال حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا شبیر علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم کے لئے مولانا محمد یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ کسی ذی استعداد طالب علم کی ضرورت ہے اگر آپ کے پاس کوئی ایسا طالب علم ہو تو مجھے دے دیجئے تو مولانا محمد یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا عبد اللہ کو یہ کہہ کر دے دیا کہ ان شاء اللہ یہ آپ کی مرضی کے مطابق تعلیم دے گا مجھے اس پر اطمینان ہے۔

مولانا عبد اللہ صاحب تھانہ بھون میں دس سال رہے اور مولانا شبیر علی رحمۃ اللہ علیہ تھانوی برادر زادہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا ظفر احمد صاحب (نواہر زادہ کو پڑھاتے رہے مولانا شبیر علی صاحب اور مولانا ظفر احمد صاحب انکے طرز تعلیم کی بڑی تعریف کرتے ہیں، مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں۔

مولانا عبد اللہ صاحب کو ابتدائی تعلیم صرف ونحو وادب میں کامل مہارت تھی میں نے میزان منشعب، پنج گنج کے ساتھ ساتھ تیسیر المبتدی پڑھی تھی، حصہ صرف ختم ہونے کے بعد نحو میر کے ساتھ اس کا حصہ پڑھا تھا، مولانا اس زمانے میں ہم سے اردو کی عربی اور عربی کی اردو بنوایا کرتے تھے عصر کے بعد سیر وتفریح کو جاتے اور ہمیں ساتھ لیتے، خود قرآن شریف

پڑھتے جاتے اور ہم سے قرآن کے صیغے دریافت کرتے جاتے اور نحوی ترکیب بھی پوچھتے جاتے اسی طرح نحو میر پڑھنے کے زمانہ ہی میں عربی لکھنے اور بولنے کی مشق ہوگئی تھی میں نے اسی زمانہ میں اپنے ایک ساتھی کو دیوبند خط لکھا کہ تو اس میں عربی کے چند اشعار بھی لکھے تھے جن میں سے ایک شعر یاد ہے:

انا ما رایتک من زمن

فازداد فی قلبی الشجن

حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے میرا یہ خط دیکھ لیا تو بہت ہی دھمکایا کہ ابھی سے شعر وشاعری کا مشغلہ شروع کر دیا ابھی تو محنت کرنے اور یاد کرنے کا زمانہ ہے مگر مولانا عبد اللہ صاحب سے فرمایا کہ میں نے اگرچہ شعر وشاعری پر دھمکایا ہے مگر آپ کی خوبی تعلیم کا مجھ پر بہت اثر ہوا کہ نحو میر پڑھنے والے کو عربی شعر بنانے کی لیاقت ہوگئی۔ (آپ بیتی: ۷/) ۱۲/ شوال ۱۳۲۷ھ میں مظاہر علوم میں بحیثیت مدرس تشریف لائے اور ۱۳۲۸ھ میں مولانا خلیل احمد صاحب کی طرف سے اجازت وخلافت مرحمت فرمائی گئی۔

۱۳۲۹ھ میں سہارنپور سے کاندھلہ تشریف لے گئے اور مدرسہ عربیہ میں آخر تک تعلیم دیتے رہے اور ۱۰/ رجب ۱۳۳۹ھ مطابق ۲۶/ مارچ ۱۹۲۱ء شب شنبہ میں انتقال فرمایا۔

مولانا نے کئی کتابیں تصنیف فرمائی تھیں۔

(۱) اکمال الشیم حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی کتاب اتمام النعم کی شرح ہے اور حضرت ہی کے حکم سے لکھی تھی۔ (۲) تیسیر المبتدی اور تیسیر المنطق تیسیر المبتدی تھانہ بھون کے قیام کے دوران لکھی تھی اور اس پر حضرت تھانوی کی تقریظ بھی ہے اور تیسیر المنطق کاندھلہ کے اثنائے قیام میں تصنیف کی تھی۔

مولانا کو اللہ تعالیٰ نے علم وفضل کے ساتھ ساتھ زہدوتقویٰ وخشیت الٰہی کا جذبہ بھی عطا فرمایا تھا باوجود اس کے کہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کے مجاز تھے تحصیل سلوک اور کمال خشیت الٰہی کا ذوق وشوق بڑھتا ہی جاتا تھا ان کے زہدوتقویٰ اور تعلق مع اللہ کی کیفیت حسب ذیل واقعہ سے عیاں ہوتی ہے جو حضرت شیخ مولانا زکریا صاحب نے تحریر فرمایا لکھتے ہیں:

شوال ۱۳۳۳] ھ جب حضرت قدس سرہٗ حجاز تشریف لے جارہے تھے تو مولانا مرحوم نے تجدید بیعت کی درخواست کی اتفاق سے اسی دن اس سیہ کار نے بھی بیعت کی درخواست کررکھی تھی اور حضرت قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا تھا کہ مغرب کے بعد جب میں نفلوں سے فارغ ہو جاؤں تو میرے پاس آجانا یہ ناکارہ مغرب کے بعد ہی سے حضرت کے پیچھے فصل سے بیٹھا رہا نوافل کے بعد جب حضرت قدس سرہٗ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو یہ ناکارہ حاضر ہوگیا اور مولانا مرحوم پر اس زور کا گریہ شروع ہوا کہ چیخیں نکل گئی اور آخر تک بہت شدت سے روتے رہے اور حضرت قدس سرہٗ پر بھی اس کا اثر پڑا کہ آواز میں گھڑگھڑاہٹ پیدا ہوگئی اور دونوں حضرات پر بہت ہی زیادہ اثر تھا۔(مقدمہ اکمال الشیم:٦)

مولانا عبداللہ صاحب کو اپنے استاذ عربی مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی سے حد درجہ محبت تھی اس لئے کہ مولانا کاندھلوی ہی ان کے دینی کمالات اور علمی فضیلت کا سبب بنے تھے ان کے بعد ان کے گرامی قدر ومنزلت فرزند رشید حضرت مولانا زکریا صاحب شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہٗ سے بھی انتہائی محبت تھی انتقال سے کچھ دن پہلے فرمانے لگے:

> ”مولانا زکریا صاحب میں نے ایک خواب دیکھا ہے اس کی تعبیر بتاؤ، خواب یہ ہے کہ آسمان سے ایک بڑا انار گرا اور زمین پر گرتے ہی اس کے دانے جدا جدا ہو گئے، مولانا یحییٰ صاحب تشریف رکھتے تھے اور فرما رہے تھے بھئی اس دانہ میں ایک دانہ میرا بھی ہے۔“(مقدمہ اکمال الشیم:٥)

حضرت مولانا زکریا صاحب شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ نے فرمایا کہ مجھے تعبیر دینا نہیں آتی تو مولانا عبداللہ صاحب بولے اچھا میں ہی بتاؤں تعبیر۔

وہ دانہ میں ہوں، میں تو آخر مولوی صاحب کا ہوں ہی اور یہ بشارت ہے کہ میری موت اور پھر مغفرت کی ایضاً چنانچہ اس خواب کے چند ماہ بعد ہی اسی سال مولانا کا مرض دق میں وصال ہو گیا۔

حضرت اقدس مولانا عبداللہ صاحب کے دو صاحبزادے تھے۔(حیات خلیل مصنفہ مولانا محمد ثانی ندوی)

■■■

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ

مجاہدین تھانہ بھون و شاملی کے امیر و امام سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی نور اللہ مرقدہٗ کے فیض یافتہ خلیفہ و مجاز ہیں۔

ولادت باسعادت

۵ ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ بروز چہار شنبہ بوقت صبح صادق، مادۂ تاریخ ''کرم عظیم'' ہے۔

طفولیت

تقریباً پانچ سال کی عمر میں والدہ صاحبہ کا سایۂ عاطفت سر سے اٹھ گیا، اور والد صاحب نے بڑے محبت و شفقت کے ساتھ پرورش اور تربیت فرمائی، بارہ برس کی عمر ہی سے تہجد اور وظائف کا اہتمام شروع فرما دیا تھا۔

خواب

بہت بچپن میں خواب دیکھا، کہ ایک پنجرہ میں دو خوبصورت کبوتر ہیں، اور شام ہوگئی اندھیرا ہوگیا، ان کبوتروں نے حضرت نور اللہ مرقدہٗ سے کہا اندھیرا ہوگیا ہے، ہمارے پنجرے میں روشنی کردو، حضرت نے جواب دیا تم خود یہ کرلو، چنانچہ انہوں نے اپنی چونچیں رگڑیں اور خوب تیز روشنی ہوگئی، اور تمام پنجرہ روشن ہوگیا۔

حضرت کے ماموں واجد علی صاحبؒ نے تعبیر دی کہ دو کبوتر روح اور نفس تھے، انہوں نے یہ درخواست کی کہ تم مجاہدہ کرکے ہم کو نورانی کرو، تم نے جو یہ کہا کہ تم خود ہی روشنی کرلو، اور انہوں نے اپنی اپنی چونچیں رگڑ کر روشنی کرلی، اس کا یہ مطلب تھا کہ تم مجاہدہ نہ کروگے، انشاء اللہ بلا ریاضت ومجاہدہ ہی حق تعالیٰ تمہاری روح اور نفس کو نور عرفاں سے منور فرمادیں گے۔

مولانا شیخ محمد صاحب محدث تھانوی نور اللہ مرقدہٗ حضرت نور اللہ مرقدہٗ کو بچپن میں مکتب میں پڑھتے دیکھ کر فرمایا کرتے تھے:۔

میرے بعد یہ لڑکا میری جگہ ہوگا۔

تحصیل علوم

حفظ قرآن پاک اور ابتدائی فارسی میرٹھ میں پڑھی، پھر تھانہ بھون اور درسیات کی تکمیل دیوبند میں کی، زمانۂ طالب علمی ہی میں جبکہ مرض خارش کی وجہ سے چھٹی لے کر وطن آئے ہوئے تھے، بطور خاص مشغلہ مثنوی زیر و بم، فارسی میں تصنیف فرمائی، جبکہ عمر شریف صرف اٹھارہ برس تھی، چنانچہ اس کی تمہید اس طرح شروع فرماتے ہیں:۔

ادہمی گوید گرفتار درد و نالہ نادان ہشدہ سالہ الخ

زمانہ طالب علمی میں ہی مناظرہ کا شوق تھا، جہاں کوئی غیر مذہب والا مناظرہ کرنے دیوبند آتا، حضرت نور اللہ مرقدہٗ خبر پاتے ہی پہنچ جاتے اور اس کو مغلوب کر دیتے عیسائیوں، آریوں، شیعوں، غیر مقلدوں سب ہی سے تقریباً زمانہ طالب علمی میں مناظرے فرمائے۔

۱۳۰۰ھ میں دارالعلوم دیوبند سے فراغت ہوئی، حضرت قطب عالم مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ کے مقدس ہاتھوں دستار بندی ہوئی، حضرت تھانوی ؒ کو جب معلوم ہوا، کہ ہماری دستار بندی کی جائی گی، اپنے ہم سبقوں کو لیکر حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب ؒ صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:۔

حضرت ہم نے سنا ہے کہ ہم لوگوں کی دستار بندی کی جائیگی، اور سند فراغ دیجائیگی، حالانکہ ہم اس قابل ہرگز نہیں، لہٰذا اس تجویز کو منسوخ فرمادیا جائے، ورنہ اگر ایسا کیا گیا، تو مدرسہ کی بڑی بدنامی ہوگی، کہ ایسے نالائقوں کو سند دی گئی، یہ سن کر مولانا کو جوش آ گیا، اور فرمایا کہ تمہارا یہ خیال بالکل غلط ہے، یہاں چونکہ تمہارے اساتذہ موجود ہیں، اس لئے ان کے سامنے تمہیں اپنی ہستی کچھ نظر نہیں آتی، اور ایسا ہی ہونا چاہئے، باہر جاؤ گے تب تمہیں اپنی قدر معلوم ہوگی، جہاں جاؤ گے بس تم ہی تم ہو گے، باقی سارا میدان صاف ہے، اطمینان رکھو۔

اساتذہ

اساتذہ میں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نور اللہ مرقدہٗ اور شیخ الہند ؒ حضرت مولانا محمود حسن صاحب نور اللہ مرقدہٗ زیادہ مشہور ہیں۔

خدمات

حکیم الامت حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کی خدمات جلیلہ کا تذکرہ کرتے ہوئے، سیدی ومرشدی فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی صاحبؒ تحریر فرماتے ہیں: ۔

حضرت مولانا القاری الحافظ الحاج اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ حکیم الامت تھے بہت بڑے بزرگ تھے، چشتی قادری نقشبندی سہروردی نسبتوں کے جامع تھے، انہوں نے مدت دراز تک تدریس، تذکیر، تصنیف، تزکیہ کے ذریعہ دینی خدمات انجام دیں، اور بہت بڑی جاہلوں کی جماعت کو عالم بنایا، فاسقوں کی جماعت کو متبع سنت اور صالح بنایا، غافلوں کی جماعت کو ذاکر بنایا، صحیح راہ سے بھٹکتے ہوؤں کو راہ ہدایت پر چلایا، جو لوگ خدائے پاک کی معرفت سے ناآشنا تھے، ان کو عارف بنایا، قرآن کریم کی بہترین اور اپنے دور کی لاجواب تفسیر تحریر فرمائی، جس کا نام ”بیان القرآن“ ہے، روزمرہ کے پیش آنے والے مسائل فقہیہ کے جواب دیکر ”امداد الفتاویٰ“ کے نام سے بہت سی جلدیں شائع کیں، مبتدعین نے جو غلط باتیں بزرگان دین کی طرف سے منسوب کی تھیں، ان کی تنقیح کرکے ایک ایک چیز کو صاف کیا، ان کیلئے مستقل کتاب ”السنۃ الجلیلہ“، تصنیف فرمائی، حضرت شیخ ابن عربی علیہ الرحمہ پر جو اعتراضات کئے گئے تھے ان کی تردید کے لئے ”التنبیہ الطربی لابن العربی“ تصنیف فرمائی، حضرت نبی اکرم+ کی حیات مبارکہ طیبہ کیلئے ”نشر الطیب“، تصنیف کی، درود شرف کے فضائل پر، زاد السعید، تصنیف کی، باطنی احوال اور ترقیات کے لئے ”التکشف“، تصنیف کی، سالکین کی اصلاح کے لئے تربیت السالک تحریر فرمائی۔

غرض ایک ہزار سے زائد کتابیں تصنیف فرمائیں، اور بہت بڑی تعداد اپنے خلفاء ومجازین کی چھوڑی جو اپنی اپنی جگہ بڑی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

(فتاویٰ محمودیہ جلد اول)

وفات

بعمر ۸۲ رسال تین ماہ دس یوم ۱۵ ررجب ۱۳۶۲ھ یوم دوشنبہ گزرنے کے بعد شب سہ شنبہ میں بوقت عشاء تقریباً ۱۰ ربجے گویا ۱۵ ر ۱۶ ررجب کی درمیانی شب میں اس دارفانی کو الوداع کہا اور واصل بحق ہو گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔

مادہ تاریخ

''اشرف علی نوراللہ مرقدہٗ'' سے تاریخ وفات نکل آتی ہے، ۱۳۶۲ھ

نظمیں:۔حضرت تھانویؒ کے وصال پر نظمیں اہل دل واہل درد حضرات نے بہت کہیں جو خاتمہ اشرف السوانح میں شائع ہوگئی ہیں، یہاں صرف حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نوراللہ مرقدہٗ کی نظم پیش کی جاتی ہے۔

نظم

از:۔جناب مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی نوراللہ مرقدہٗ

وہ حکیم امت خیرالوریٰ قطب ہدیٰ — وہ دوا امت کے ہر بیمار اور ناشاد کی
صدق صدیقی تھا جس میں عزم فاروقی کیساتھ — ایک درخشاں یادگار اسلاف اور امجاد کی
مشغلہ راہ ہدیٰ نور محمد کی ضیا — آہ وہ زندہ نشانی حضرت امداد کی
حضرت اشرف علی تھانوی روحی فداہ — جن سے قائم تھیں ہزاروں مسندیں ارشاد کی
ہیں سبھی اہل کمال اور اہل دل مصروف کار — دیکھ لو خالی پڑی ہے پر جگہ استاذ کی

کیوں نہ ہوں چشم فلک سے خون کے آنسو رواں　　کیوں نہ ہو روئے زمین صف ماتم وفریاد کی
خستہ حالوں کیلئے اب ہے نہیں جائے پناہ　　آسماں تانبے کا ہے آج اور زمین فولاد کی
وائے ناکامی کہ ہم جیسے تباہ وخستہ دل　　اور چھائی ہے گھٹائیں ہر طرف الحاد کی
ناخدا غم کردہ ہے کشتیٔ امت اے کریم　　ہے زبوں حالت مجمع وافراد کی

المدد بہر حبیب خود الٰہی المدد
امت مرحوم پھر محتاج ہے امداد کی

خواجہ مجذوب رحمۃ اللہ علیہ کے چند اشعار

خواجہ مجذوبؒ کے چند اشعار نقل کئے جاتے ہیں، جن سے حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہٗ کی خدمات پر کچھ روشنی پڑتی ہے:۔

ہر ایک نارسیدہ کو واصل بنادیا　　ناقص کو اک نگاہ میں کامل بنادیا
نقش بتاں مٹا یا دکھایا جمال حق　　آنکھوں کو آنکھ دل کو سب کے دل بنادیا
عشق بتاں ہوا ہے مبدل بہ حب حق　　وجہ فنا کو زیست کا حامل بنادیا
کیا ناخدا تھے آپ بھی اس بحر عشق کے　　گرداب ہولناک کو بھی ساحل بنادیا
فیض نظر سے نفس کی کایا پلٹ ہوئی　　جو تھے رذائل ان کو فضائل بنادیا
اس روسیاہ کو آپ نے جو ننگ بزم تھا　　پرتو سے اپنے رونق محفل بنادیا

ایسے کو جو پڑا تھا مذلت کے قعر میں
اتنا اُبھارا کہ صدر افاضل بنادیا

حضرت مولانا حامد حسن صاحب گنگوہی قدس سرہٗ

فقیہ الامت حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے والد محترم حضرت مولانا حامد حسن گنگوہی تھے۔

زمانہ طالب علمی میں صبر وقناعت اور مشقت

حضرت مولانا حامد حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے دہلی کے کسی مدرسہ میں ہی تعلیم حاصل کی ہے یہ معلوم نہ ہوسکا کون سے مدرسہ میں، اس وقت مدرسہ میں مطبخ کا انتظام نہیں تھا، طلبہ کو وظیفہ ملتا تھا اپنے طور پر کھانے کا انتظام کرتے تھے، حضرت مولانا قدس سرہٗ کو ایک آنہ یومیہ وظیفہ مدرسہ کی طرف سے ملتا تھا اسی میں کھانے کا بندوبست کرتے تھے اب تو اس کا تصور بھی دشوار ہے۔

حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کا ارشاد ملاحظہ ہو۔

> ”میرے والد نور اللہ مرقدہٗ اپنے زمانہ طالب علمی میں دہلی گئے، روزانہ ایک آنہ وظیفہ ملتا تھا اسی سے اپنا کام چلاتے تین پیسہ کا آٹا لیتے ایک دھیلہ بھٹیارہ کو پکانے کی اجرت دیتے ایک دھیلہ کا سالن لیتے اور مدت تک ایک ہی وقت کھانا کھایا، یہ وہ وقت تھا کہ قحط پڑ گیا تھا ایک روپیہ کا چار سیر آٹا آیا کرتا تھا دنیا چلا اٹھی تھی قحط قحط۔“

اس صبر وقناعت کی نظیر اس موجودہ زمانہ میں تلاش کرنا توسعی لاحاصل ہے، ماضی میں بھی اس نوع کی چیزیں خاصان خدا کے ساتھ ہی مخصوص رہی ہیں، یہ مرد مجاہد طلب علم کے شوق میں گنگوہ سے دہلی تک کی مسافت بعیدہ بھی اکثر پیدل ہی طے کرتا تھا۔

ہزاروں حدیثیں یاد ہونا

اس محنت شاقہ اور صبر وقناعت پر قادر قیوم نے کیا کچھ نعمتیں ارزانی فرمائی ہوں گی خدا ہی کو معلوم ہے کہ اس کا پاک ارشاد ہے: "والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا وان اللہ لمع المحسنین" [اور جو لوگ ہماری راہ میں مشقتیں برداشت کرتے ہیں ہم ان کو اپنے راستے ضرور دکھائیں گے اور بے شک اللہ تعالیٰ اپنے خلوص والوں کے ساتھ ہے۔] (بیان القرآن)

البتہ حضرت اقدس مفتی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے ایک ملفوظ سے کسی قدر اندازہ لگایا جاسکتا ہے فرماتے ہیں:

> "ایک دفعہ میں نے والد صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے کہا جتنی کتابیں آپ نے پڑھی ہیں میں نے بھی پڑھیں ہیں اور مطالعہ میں نے زیادہ کیا ہے، مگر آپ نے جس صبر وقناعت تقویٰ کے ساتھ پڑھا ہے اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہزاروں احادیث آپ کو ازبر ہیں اور میرا حال یہ ہے کہ رات کو دیکھتا ہوں اور صبح کو بھول جاتا ہوں، غرض قناعت صبر وتقویٰ کے ساتھ جب علم حاصل کیا جاتا ہے اس میں بڑی برکت ہوتی ہے۔"

فراغت

فراغت دارالعلوم دیوبند سے تھی اور حضرت شیخ الہند کے خصوصی شاگردوں میں سے تھے۔

نہٹور میں قیام

حضرت شیخ الہند نے قصبہ نہٹور ضلع بجنور میں ایک مدرسہ قائم فرمایا تھا حضرت مولانا کو حضرت شیخ الہند نے اس مدرسہ میں بھیجا، مدرسہ ابتداءً ایک مکان میں قائم فرمایا تھا بعد میں جامع مسجد میں منتقل ہوگیا تھا، حضرت مولانا کا وہاں تقریباً پچاس برس قیام رہا اور ابتداء جس مکان میں مدرس بنا کر بٹھایا تھا، (گو بعد میں مدرسہ وہاں سے جامع مسجد میں منتقل ہوگیا تھا) اسی مکان سے جنازہ نکلا، یہ تھا کمال اتباع اور احترام استاذ۔

طرز تعلیم

طلبہ کو ابتداء فارسی عربی سے لے کر مختصر وغیرہ تک کی کتابیں پڑھا کر دارالعلوم دیوبند یا مظاہر علوم سہارنپور بھیج دیا کرتے تھے پڑھانے کا عجیب انداز تھا کہ طلبہ کی استعداد بہت پختہ ہو جاتی تھی۔

میزان ومنشعب اس طرح پڑھاتے تھے کہ منشعب کے ہر مصدر ثلاثی مجرد کو تمام میزان پر گردان کراتے تھے پھر ثلاثی مجرد کے ہر مصدر کو ثلاثی مزید فیہ کے ہر باب پر لے کر میزان پر گردان کراتے تھے مثلاً: ’’ضرب، سے افعال، افتعال، استفعال، انفعال، تفعیل، مفاعلۃ‘‘ ہر ایک سے ماضی، مضارع، معروف، مجہول، نفی تاکید بلن، نفی جحد بلم، لام تاکید نون ثقیلہ خفیفہ، امر نہی وغیرہ کی ہر گردان سنتے تھے، نیز مدرسہ کا وقت ختم ہو جانے پر طلبہ کے لئے کام تجویز فرما دیا کرتے تھے تا کہ خالی وقت میں اس کو کر کے لائیں اور طلبہ سے صیغے، تعلیلات تراکیب پوچھا کرتے تھے جس سے استعداد پختہ ہو جاتی تھی کافیہ حفظ کراتے اور اس کی پوری ترکیب طلبہ سے سنتے تھے، سبق میں تقریر بہت کم کرتے تھے، کافیہ کے ساتھ

طلبہ کو ہدایۃ النحو کی تاکید فرمایا کرتے، کافیہ کے ساتھ ہی طلبہ کی استعداد اتنی پختہ ہو جاتی تھی کہ شرح جامی کی ضرورت نہیں رہتی تھی، اس لئے شرح جامی کے چند سبق پڑھاتے تھے تاکہ طلبہ کو کتاب کے طرز بیان سے مناسبت ہو جائے اس کے بعد طلبہ کو فرما دیتے تھے کہ شرح جامی کے دو ورق یاد کر کے لا کر سنا دو اس طرح بہت پختہ اور ٹھوس استعداد پیدا ہو جاتی تھی۔

حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمن صاحب بجنوری رحمۃ اللہ علیہ بھی ان حضرات میں سے ہیں، جنہوں نے حضرت مولانا حامد حسن صاحب قدس سرہٗ سے تعلیم حاصل کی ہے وہ طریقہ تعلیم کے بارے میں فرماتے ہیں:

> ''۱۹۴۹ء میں مجھے اللہ تعالیٰ نے توفیق دی کہ میں نے سرکاری اسکول کی مدرسی سے استعفیٰ دے کر قرآن شریف اور فارسی کا آمدنامہ حضرت مولانا حامد حسن صاحب گنگوہی تلمیذ رشید حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھنا شروع کیا، چونکہ میں ہی تنہا ان سے پڑھنے والا تھا اس لئے وقت کی کوئی پابندی نہ تھی جب ان کو وقت ملتا تھا پڑھا دیتے تھے، اس لئے بسا اوقات ایسا ہوا کہ کبھی دوکان کے تختہ پر اور کبھی کسی کنویں کی سیڑھیوں پر اور کبھی مسجد میں، میں نے ان سے سبق پڑھا ہے ایک ہی کتاب کا دن میں چار چار مرتبہ سبق ہو جایا کرتا تھا، اس طرح میں نے صرف دو سال کی مدت میں فارسی میں گلستاں تک اور عربی میں مختصر المعانی، شرح وقایہ سلم وغیرہ تک درس نظامی کی سب کتابیں پڑھیں۔''
>
> (سوانح حیات امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: ۱۵)

اپنے ایک عزیز کو ایک مرتبہ وطن سے عربی پڑھانے کے لئے ساتھ لے گئے اور ایک سال میں صرف، نحو، معقول، فقہ، ادب کی بہت سی کتابیں جو مناسب تھیں پڑھا دیں،

پھر انہوں نے اگلے سال دارالعلوم میں مقامات، جلالین شریف وغیرہ میں داخلہ لیا اور انعامی نمبرات حاصل کیئے۔

امر بالمعروف

امر بالمعروف اور تغییر منکر کا جذبہ اس قدر تھا کہ اگر کوئی واعظ وعظ میں کوئی روایت یا مسئلہ غلط بیان کرتا تو اس پر صبر نہیں ہوتا تھا فوراً وعظ کے دوران ہی کھڑے ہوتے اور اس کی تغلیط فرماتے اور جو صحیح روایت اور صحیح مسئلہ ہوتا اس کو بیان فرماتے کہ صحیح روایت اس طرح ہے، صحیح مسئلہ اس طرح ہے وعظ ختم ہونے کا انتظار نہیں فرماتے تھے کہ مبادا پھر موقع ملے یا نہ ملے زندگی کا کیا بھروسہ ہے اس تغلیط و تصحیح میں ایک دو منٹ سے زیادہ وقت نہیں لگتا تھا۔

تقاریب میں شرکت

اہل قصبہ نکاح وغیرہ کی تقاریب میں مدعو کرتے اور نکاح پڑھانے کی درخواست کرتے اس کو منظور فرما لیتے تھے اور شرکت فرماتے البتہ خلاف شرع باجہ وغیرہ دیکھتے تو اس کی اصلاح فرماتے اگر وہ اصلاح کر لیتے (خلاف شرع چیز ترک کر دیتے) تو وہاں ٹھہرتے اور نکاح پڑھا دیتے نکاح کی اجرت کبھی نہ لیتے تھے اگر وہ اصلاح نہ کرتے خلاف شرع امور سے باز نہ آتے تو بغیر نکاح پڑھائے ہی واپس آجاتے۔

قصبہ اور قرب و جواب میں اسکے بڑے اثرات مرتب ہوئے اور لوگوں نے تقاریب کی بہت سی خرافات ترک کر دیں اور اپنی تقاریب سنت کے مطابق کرنے کا عام رواج ہوگیا۔

احتیاط

مزاج میں احتیاط بہت زیادہ تھی خاص طور پر کھانے کے معاملہ میں بہت محتاط تھے کوشش فرماتے کہ کوئی مشتبہ لقمہ حلق میں نہ چلا جائے اسی لئے اگر کوئی شخص دعوت کرتا تو عامۃ دعوت میں جانے سے معذرت فرمادیتے، البتہ اگر کوئی مکان پر ہی کھانا بھیج دیتا تو اس کو واپس بھی نہ فرماتے کہ اس کی دل شکنی ہوگی مگر نہ خود اس کو تناول فرماتے نہ اپنے گھر والوں کو کھلاتے بلکہ پڑوس میں ایک غریب آدمی تھا ان کے یہاں بھیج دیتے۔

حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہٗ سے بہت زیادہ بے تکلفی اور محبت کا تعلق تھا، حضرت نہٹور تشریف لے جاتے اور مہتمم صاحب کے مکان پر قیام فرماتے، حضرت مولانا مرحوم ملاقات کے لئے تشریف لے جاتے اور جب کھانے کا وقت آتا اٹھ کر چلے آتے ایک مرتبہ انہوں نے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے شکایت کی کہ میرے پاس زمین ہے گھر کے بیل ہیں، خود کھیتی کرتا ہوں مگر یہ مولوی صاحب میرے یہاں کھانا نہیں کھاتے کیا میرا کھانا ناجائز اور حرام ہے، حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے صرف تبسم فرمایا کوئی جواب نہیں دیا، حضرت مولانا نے فرمایا مولانا تو مہمان ہیں ان کو تو کھانا ہی چاہئے، میرا تو گھر ہے میں کیوں کھاؤں، کھانا پھر بھی نہیں کھایا اٹھ کر چلے گئے۔

سادگی

مزاج میں بہت سادگی تھی ہمیشہ سادہ لباس استعمال فرماتے سادہ وضع سے رہتے کوئی اجنبی شخص نہیں پہچان سکتا تھا کہ یہ کوئی عالم بھی ہیں، لباس کی طرح کھانے پینے میں بھی سادگی ہوتی تھی، وقت پر جو مل گیا کھالیا، چائے نہیں پیتے تھے، ناشتہ عامۃً یہ ہوتا تھا کہ باسی

روٹی ہاتھ سے مل کر جب اس کے اجزا چھوٹے چھوٹے ہوجاتے پانی میں ملالیتے اوراس میں کبھی نمک کبھی شکر ڈال کر تناول فرمالیتے، بس یہ ناشتہ ہوتا تھا۔

صبر وقناعت

صبر وقناعت پسندی، مزاج میں اس درجہ تھی کہ چوں کہ مدرسہ کی کوئی مستقل آمدنی نہیں تھی اس لئے کئی کئی ماہ گذر جاتے اور تنخواہ نہیں ملتی تھی مگر خود بھی صبر کرتے اوراسی طرح تنگی وترشی سے گذر راہ کرتے اور دوسرے مدرسین کو بھی صبر کی تلقین کرتے خود کی تنخواہ بھی بہت معمولی تھی مگر نہ کبھی اضافہ کی درخواست دی نہ کوشش کی نہ کسی بڑی تنخواہ والی جگہ تلاش کی اسی تنخواہ سے سب ضرورتیں پوری کرتے، آخروقت میں جو آخری تنخواہ تھی بیالیس روپئے تھے۔

نماز پڑھانے میں معمول

مدرسہ جامع مسجد میں ہے جو نمازیں وہاں پڑھتے نماز خود ہی پڑھایا کرتے، عشاء کی نماز محلہ کی مسجد میں ادافرماتے جماعت کے وقت سے پہلے مسجد میں پہنچ جاتے، اگر لوگ کہتے کہ مولوی صاحب نماز پڑھادو اور دیکھتے کہ کوئی شخص جماعت کا پابند ابھی نہیں آیا، فرماتے فلاں آدمی نہیں آیا بے چارہ جماعت کا پابند ہے کچھ کام ہوگیا ہوگا ذرا اور ٹھہر جاؤ لوگ کہتے جی آٹھ بج گئے ہیں، ساڑھے آٹھ بج گئے تو فرماتے بجے کی نماز نہیں پڑھتے، یعنی گھڑی کے اعتبار سے جو وقت ومقرر کیا جاتا ہے وہ ان کو ناپسند تھا، سادہ قدیم طرز جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں تھا وہ طرز پسند تھا۔

جماعت کا اہتمام

اگر اتفاق سے کبھی جماعت نکل جاتی تو دوسری مسجدوں میں جماعت تلاش کرتے پھرتے جس مسجد میں جماعت مل جاتی وہاں باجماعت نماز ادا کرتے۔

مسجد کے سامان میں کمال احتیاط

مسجد کا سامان استعمال کرنے میں بہت محتاط تھے حتی کہ مسجد کا لوٹا تک استعمال کرنا ناپسند تھا مسجد تشریف لے جاتے اپنا لوٹا ساتھ لے جاتے اور کنویں سے خود پانی نکال کر لوٹا بھر کر وضو کرتے مسجد کا لوٹا استعمال نہیں فرماتے تھے، مسجد کے حمام تک سے پانی نہیں لیتے تھے اور نماز سے فارغ ہو کر اپنا لوٹا بھر کر مکان لے آتے تھے۔

تہجد کا اہتمام

تہجد کا اتنا اہتمام تھا کہ کبھی ناغہ نہ ہوتی اور کمال اہتمام کی بناء پر عشا کے بعد ہی لوٹا بھر کر رکھ دیتے اور اس پر مسواک بھی رکھ دیتے کہ اگر اتفاق سے آنکھ دیر سے کھلے تو پانی لانے اور مسواک تلاش کرنے میں وقت نہ ختم ہو جائے۔

کمال تقویٰ

جامع مسجد میں امام صاحب تنخواہ دار تھے ان کا انتقال ہو گیا لوگوں کے اصرار پر حضرت مولانا مرحوم ایک مدت تک نماز جمعہ پابندی سے پڑھاتے رہے، کمیٹی کے ممبران نے طے کیا کہ نماز جمعہ مولانا پڑھاتے ہی ہیں ان کو تنخواہ بھی دینی چاہئے مولانا مرحوم نے سختی

سے انکار کیا، ممبران کمیٹی نے تنخواہ قبول کرنے پر اصرار کیا تو حضرت مولانا نے اس مسجد میں جمعہ پڑھنا ہی چھوڑ دیا دوسری مسجد میں جانے لگے، بہت سے لوگوں نے حضرت اقدس مفتی صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے کہا کہ آپ ہی والد صاحب کو سمجھائیں، تنخواہ قبول کرنے میں کیا اشکال ہے، حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے والد صاحب سے عرض کیا جمعہ تو آپ دیر سے پڑھا ہی رہے تھے اور خالصاً لوجہ اللہ پڑھا رہے تھے کسی قسم کا آپ کو لالچ نہیں تھا، اب کمیٹی بلاطلب آپ کو تنخواہ دینا چاہتی ہے، جو اخلاص کے منافی نہیں اس میں آپ کو کیا اشکال ہے۔

اس پر بہت ہی غمگین صورت سے آبدیدہ ہو کر فرمایا، علم بیچ کر پیٹ پالتے ہوئے ساری عمر ہوگئی ایک نماز خدا کی تھی وہ بھی پیسوں کی ہوجائے، یہ ایسے درد بھرے انداز میں فرمایا کہ حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہٗ پر بھی اس کا بہت اثر ہوا کہ آگے کچھ عرض کرنے کی ہمت ہی نہیں ہوئی۔

اپنا کام خود ہی کرنے کے عادی تھی، کس سے خدمت نہیں لیتے تھے، ایک مرتبہ مدرسہ سے چھٹی کے بعد مکان نہیں پہنچے انتظار کے بعد مدرسہ جا کر دیکھا تو وہاں کوئی نہیں تھا کچھ معلوم نہیں کہاں گئے ظہر کے وقت گھر پہنچے گرمی اور لو سے بہت پریشان بتایا کہ جب مدرسہ سے گھر آرہے تھے ایک گلی میں کہیں سے کچھ پانی اوپر گرگیا تو نہر پر تشریف لے گئے جو کہ قصبہ سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے، وہاں سارے کپڑے دھوئے صاف کئے غسل کیا جب کپڑے سوکھ گئے تب ایک میل کی مسافت گرمی اور لو میں طے کر کے واپس پہنچے۔

بیعت وارادت

اپنے استاذ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے بہت گہرا تعلق تھا جب شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی گرفتاری ہوئی تو اس کا قلب و دماغ پر غیر معمولی اثر تھا رات کو جنگل کی طرف تنہا نکل جاتے

اور رات گئے واپس آتے، دیر تک یہ کیفیت رہی، اس غیر معمولی تعلق کی بناء پر سمجھا جاتا تھا کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت بھی ہیں خود حضرت اقدس مفتی صاحب نوراللہ مرقدہٗ بھی یہی سمجھتے تھے، ایک مرتبہ حضرت مفتی صاحب نوراللہ مرقدہٗ نے دریافت کیا آپ کن سے بیعت ہیں۔

فرمایا: اے کہاں بیعت، جب فارغ ہو کر ملازمت کے لئے جانے کا وقت آیا تو مولانا حبیب الرحمن صاحب نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند نے حضرت اقدس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ حضرت یہ ملازمت پر جارہے ہیں ان کو بیعت فرمالیں، حضرت اس وقت نماز فجر پڑھا کر مصلیٰ سے اٹھ گئے تھے، سردی کا موسم تھا، رضائی اوڑھے ہوئے تھے فرمایا تم تو اپنے ہی ہو بیعت قبول اور ہاتھ رضائی کے اندر سے ہی بڑھا کر میرے ہاتھوں کو اپنے ہاتھ میں لے لیا اس طرح کی رضائی درمیانی میں حائل رہی بس یہ بیعت تھی۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کو اس درجہ اطمینان واعتماد تھا کہ باقاعدہ بیعت ہونے کی ضرورت نہیں سمجھی۔

استقامت کا اعلیٰ نمونہ

اخیر عمر میں ضعف زیادہ ہوگیا تو حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ملازمت ترک کر کے مکان پر قیام کرنے کی درخواست کی اس وقت کی پوری گفتگو حضرت نوراللہ مرقدہٗ کی زبانی سنئے:

> ”جب ضعیف زیادہ ہوگئے تو میں نے کہا کب تک ملازمت کرتے رہیں گے اب چلئے مکان پر بیٹھئے، جواب دیا اللہ تعالیٰ نے دینی خدمت کے ساتھ روزی کا ذریعہ بنا رکھا ہے اس کو چھوڑ کر جانے سے ڈرہے کہ اللہ تعالیٰ بھوک مسلط نہ فرمادے کہ ملازمت چھوڑ کر جانا اللہ تعالیٰ کی

نعمت کی ناقدری ہے ارشاد فرمایا: "لئن شکرتم لازیدنکم ولان کفرتم ان عذابی لشدید"

میں نے کہا اس کو چھوڑ کر جانا اس کی ناقدری کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنے ضعف کی وجہ سے ہے کہ جب آدمی کام نہ کر سکے تو معذور ہے، اس کا یہ حکم نہیں۔

فرمایا وہاں کیا کروں گا، یہاں تو طالب آجاتا ہے اسے پڑھا دیتا ہوں، کوئی مسئلہ پوچھتا ہے اس کو بتا دیتا ہوں میں نے کہا مکان پر بھی دو طالب علم بھیج دوں گا ان کو پڑھایا کرنا اور مسائل بھی لوگ پوچھتے رہیں گے، آپ کو اخبار مدینہ کا شوق ہے وہ یا جو بھی آپ کو شوق ہو جاری کرا دوں گا؟ فرمایا مخلوق یوں کہے گی کہ ملازمت چھوڑ کر بیٹے کے سر پر آپڑا۔

میں نے کہا: اگر آپ کی وجہ سے کسی کی نفقہ واجبہ میں خلل آئے تو اس کا کہنا قابل توجہ ہو سکتا ہے ورنہ ہرگز قابل توجہ نہیں قافلہ چلا کرتا ہے اور کتے بھونکا ہی کرتے ہیں اور آپ کو تو یہ خیال آتا ہے کہ اس وقت یوں کہیں گے، یہ خیال نہیں آتا کہ ممکن ہے کہ اب بھی کہنے والے ہوں گے کہ بیٹے کو شرم نہیں آتی کہ بوڑھا باپ نوکری کر رہا ہے، فرمایا میرے ذمہ قرض بھی تو ہے اس کا کیا ہوگا، میں نے کہا آپ مجھے فہرست دے دیں، جس جس کا قرض ہوگا میں آہستہ آہستہ ادا کروں گا اور اگر آپ کو اطمینان نہ ہو تو میں کہیں سے قرض لا کر آپ کی خدمت میں پیش کر دوں آپ خود اپنے ہاتھ سے ادا کر دیں گے۔

فرمایا: پھر تو کیا کرے گا، تیرے بیوی بچے بھی ہیں میرا خرچہ بھی

تیرے ذمہ ہو جائے گا، قرض بھی ادا کرنا ہوگا، بہت پریشانی ہوگی۔

میں نے کہا: جو آپ کا قرض ادا کرائے گا، وہ میرا بھی قرض ادا کرائے گا اور اللہ پاک ہر ایک کی پریشانی کو دور کرتے ہیں اور جتنا کسی کا خرچ ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے، جب میرے ذمہ خرچ زیادہ ہوگا تو مجھے بھی اللہ تعالیٰ زیادہ دیں گے۔

فرمایا: اگر حشر میں مجھ سے سوال کرلیا گیا کہ ایک مدرسہ تیرے سپرد کیا تھا تو اس کو کس پر چھوڑ کر گیا تو میں کیا جواب دوں گا۔

میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تھا اور میں نے سوچ لیا کہ یہ جانے والے نہیں اس لئے خاموش ہوگیا۔"

چنانچہ وہیں ان کا انتقال ہوا اور اسی مکان سے ان کا جنازہ نکلا، حالانکہ بعض آدمی والد کے مخالف بھی تھے، ایک شخص تو اتنا مخالف تھا وہ کہتا تھا میں نے ایک بندوق خرید رکھی ہے اس کو تمہارے اوپر ہی استعمال کروں گا، لیکن والد صاحب دن میں اور رات میں تہجد کے لئے مسجد تشریف لے جاتے اور اس کو کبھی کچھ کہنے کی ہمت نہیں ہوئی۔

علالت ووفات

یکم محرم الحرام ۱۳۷۱ھ کو بخار ہوا، حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی والدہ صاحبہ نے پوچھا کہ محمود کو خبر کردوں فرمایا ہاں خبر کردو حالانکہ اس سے قبل معمول یہ تھا کہ جب بھی بیمار ہوتے حضرت مفتی صاحب کو خبر نہیں فرماتے تھے والدہ صاحبہ فرماتیں تو ان کو سمجھا دیا کرتے تھے تو اچھا ہی ہو جاؤں گا محمود کام کر رہا ہے اس کے اطمینان میں فرق آئے گا اس کو تشویش ہوگی حرج ہو جائے گا، جب صحت یاب ہو جائے تو لکھ دیتے کہ طبیعت خراب

ہوگئی تھی اب الحمد اللہ اچھی ہے فکر نہ کرنا، مگر اس مرتبہ خط لکھنے کو والدہ صاحبہ کو کہہ دیا اور خط ملنے پر جب حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہٗ حاضر ہوئے تو خوشی کا اظہار کیا اور کچھ اشارات ایسے شروع کئے کہ بس اب وقت آخر قریب ہے، حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ سے جو آخری گفتگو ہوئی ہم اس کو ہدیہ ناظرین کر رہے ہیں، حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے الفاظ میں ہی اس کو سنئے:

''حضرت والا نور اللہ مرقدہٗ نے ارشاد فرمایا:

میں نے پوچھا آپ کے ذمہ کچھ قرض ہے؟

فرمایا بالکل نہیں۔

مجھے تعجب ہوا اور یہ سوچا کہ کہیں غفلت میں تو نہیں کہہ دیا، میں نے کہا مدرسہ کی کچھ کتابیں ہیں آپ کے پاس؟

فرمایا: ہاں۔

میں نے کہا طلبہ کے لئے کپڑے تقسیم کرنے کو ہیں؟

فرمایا: ہاں۔

میں نے کہا: یہ سب چیزیں مہتمم صاحب کو دے دوں۔

فرمایا: ہاں۔

میں نے کہا: مدرسہ کی آمد وخرچ کا رجسٹر ہے اور حساب لکھا ہوا ہے۔

فرمایا: پائی پائی کا حساب لکھا ہوا ہے۔

میں نے کہا: رجسٹر مہتمم صاحب کو دیدوں؟

فرمایا: پہلے رجسٹر دیکھ لو حساب کو خوب سمجھ لو پھر رجسٹر دینا۔''

اس کے بعد طبیعت زیادہ خراب ہوگئی اور غفلت ہوگئی، پھر آئندہ روز کچھ افاقہ ہوا تو خود ہی دریافت فرمایا: رجسٹر میں حساب دیکھ لیا۔

میں نے کہا: ابھی نہیں دیکھا۔

اس پر ناراضگی کے لہجہ میں فرمایا: قیامت کو دیکھو گے، پھر غفلت ہوگئی اس کے بعد ایک روز انتقال سے ایک دو روز پہلے کچھ باتیں کیں والدہ اور چھوٹا بھائی بھی پاس تھے چھوٹے بھائی سے کچھ قرآن کریم پڑھوا کر سنا اس کو بھی بہت شوق سے حفظ کرایا تھا اس کے بعد سب کو رخصت کر دیا، میں نے کہا مجھے نہ بھولنا فرمایا: تم بھی نہ بھولنا۔

۲۱ر محرم الحرام ۱۳۷۱ھ کو دن میں نو بجے کے قریب انتقال ہوگیا، "رحمۃ اللہ تعالیٰ واسعۃ، انا للہ وانا الیہ راجعون" قصبہ نہٹور میں ہی تدفین ہوئی۔

حضرت اقدس مفتی صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے ملازمت ترک کر کے گھر پر قیام کرنے کی جب درخواست کی تھی اور حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے قرض کا ذکر فرمایا تھا کہ میرے قرض کا کیا ہوگا معلوم ہوا کہ وہ قرض صرف بارہ آنہ تھا، ایک دوکاندار سے گھریلو ضرورت کا سودا کبھی قرض لیتے تھے اور مہینہ پر تنخواہ ملنے پر قرض ادا کیا کرتے تھے اسی سلسلہ کا قرض تھا اور یکم محرم الحرام کو تنخواہ مل گئی تھی اسی روز کا قرض ادا فرما دیا تھا۔

اخیر وقت میں جو حضرت مولانا مرحوم نے حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے فرمایا تھا تم بھی نہ بھولنا، اس کے بارے میں حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس روز سے انتقال ہوا میں ایک پارہ روزانہ نماز میں پڑھ کر ثواب پہنچاتا ہوں اور خارج نماز تلاوت کا سلسلہ بفضلہ تعالیٰ ہمیشہ جاری رہتا ہے اللہ پاک قبول فرمائے۔ آمین!

دعوت و ہدیہ قبول نہ کرنے سے متعلق ایک شہادت

حضرت اقدس مفتی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کا ایک موقع کا ارشاد فرمایا ہوا ملفوظ ملاحظہ ہو:

''ارشاد: والد صاحب کے انتقال پر ایک شخص نے کہا کفن میں دینا چاہتا ہوں میں نے کہا ذرا ٹھہر جاؤ۔

غسل و کفن دفن سے فارغ ہو کر میں نے پوچھا کہ آپ کا تعلق والد صاحب سے کب سے ہے۔

اس نے کہا بیسوں برس سے۔

میں نے پوچھا اس مدت میں آپ نے کبھی ان کی دعوت بھی کی، ان کو ہدیہ بھی دیا؟

اس نے کہا خوشامد کرتے کرتے یہ دن آگیا مگر نہ کبھی دعوت قبول کی نہ ہدیہ قبول کیا۔

میں نے کہا: اور کوئی خدمت کی؟

اس نے کہا مدرسہ میں جا کر ان کے پاس بیٹھ جایا کرتا تھا ان سے باتیں کرتا تھا جب وہ مدرسہ سے چلتے تو میں بھی ساتھ ساتھ چلتا مکان کے دروازہ پر پہنچ کر میں کہتا، مولوی صاحب اللہ کے واسطے کچھ خدمت کی اجازت دے دو تو وہ کھڑے ہو جاتے تو میں ان کی پنڈلی دباتا شاید ایک منٹ سے زیادہ کبھی نوبت نہیں آئی فرمادیتے بس بھائی خدمت ہوگئی اور انتقال سے کئی روز پہلے کہہ دیا تھا کہ معاملہ ختم ہے اب زیادہ مت آیا کرو۔

میں نے کہا: کہ ان حالات میں تم ہی بتاؤ کہ جنہوں نے اتنے تعلق

کے باوجود کبھی تمہاری دعوت قبول نہیں کی کوئی ہدیہ قبول نہیں کیا تو میں ان کے لئے تمہارا کفن کیسے قبول کروں؟‘‘

ایک مجذوبہ کا واقعہ

وہاں قصبہ میں ایک مجذوبہ رہتی تھی، کبھی کبھی حضرت مولانا قدس سرہٗ سے پیسے مانگا کرتی، حضرت قدس سرہٗ کے پاس ایک جیب میں مدرسہ کے پیسے تھے ایک میں اپنے، مدرسہ والے پیسوں میں سے اس کو پیسے دیدیئے کہ اپنے پیسوں میں سے اس میں رکھ دیں گے اس نے ان کو ہاتھ میں لے کر سونگھا اور واپس کر دیئے کہ اپنے والوں میں سے دے اور کہا لونڈوں کے پیسے دے دیتا ہے، اپنے پیسے دینا۔

■■■

حضرت مولانا الحاج سید عبد اللطیف صاحب رحمۃ اللہ علیہ

سابق ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

آپ کے والد ماجد کا نام مولانا جمعیت علی صاحب ہے، آپ کی ولادت پور قاضی ضلع مظفر نگر میں ہوئی تھی، تحقیقی طور پر آپ کی سند پیدائش معلوم نہیں، تخمینی اندازہ ۱۲۹۹ھ کا ہے قرآن کریم اپنے وطن میں حافظ امانت علی صاحب بگھروی کے پاس رہ کر حفظ کیا حافظ صاحب موصوف مدرسہ تعلیم القرآن جامع مسجد پور قاضی میں پڑھاتے تھے، حفظ قرآن کے بعد ابتدائی کتب فارسی اپنے والد محترم سے بھاولپور جا کر پڑھیں ایک مرتبہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب بھاولپور تشریف لائے، تو اس موقع پر والد محترم نے مولانا کی دینی تعلیم کے لئے حضرت اقدس سہارنپوری کے حوالہ کر دیا، اور آپ اس طرح حضرت کے ہمراہ سہارنپور آگئے، ۱۴/ جمادی الثانیہ ۱۳۱۵ھ میں آپ کا داخلہ جامعہ مظاہر علوم میں ہوا، اس وقت آپ کی عمر ۱۶/ سال تھی۔

۱۳۲۲ھ میں آپ نے کتب صحاح کے ساتھ بیضاوی، ہدایہ آخرین اور قاضی مبارک پر پڑھ کر فراغت پائی، ۱۳۲۳ھ میں شعبہ فنون میں داخلہ لے کر توضیح تلویح دیوان متنبی، صدرا پڑھی۔

آپ نے بخاری شریف، مسلم شریف، ابو داؤد شریف، ترمذی شریف، ابن ماجہ شریف، حضرت اقدس سہارنپوری سے نسائی شریف، حضرت مولانا عنایت الٰہی صاحب سے اور مشکوۃ شریف مولانا ثابت علی صاحب سے پڑھی ہیں۔

دورۂ حدیث شریف کے امتحان سالانہ میں موصوف اپنی تمام جماعت میں اول

نمبرات سے کامیاب ہوئے، جس پر آپ کو منجانب مدرسہ بطور انعام تفسیر بیضاوی شریف، سورہ بقرہ، مسامرہ شرح مسایرہ تاریخ تیموری فتوح الشام دی گئیں۔

درس وتدریس

فراغت کے بعد ۱۳۲۳ھ میں آپ اعلیٰ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری کی تجویز کے مطابق مظاہر علوم کے استاذ بنائے گئے۔

شوال ۱۳۳۹ھ میں آپ استاذ حدیث بنائے گئے چوں کہ اس زمانہ میں حضرت اقدس سہارنپوری نور اللہ مرقدہٗ بذل المجہود کی تالیف میں مشغول تھے، اس لئے صبح کے وقت کے تمام اسباق دوسرے اساتذہ پر تقسیم کئے گئے، مولانا کے پاس بخاری شریف اور ترمذی شریف کے اسباق آئے اس طور پر پہلی مرتبہ حدیث کی ان دو کتابوں کا درس مولانا کے حوالہ ہوا، مولانا موصوف جید الاستعداد علماء میں سے تھے، ہر فن کی کتاب بلا تکلف پڑھاتے، درس نظامی کی تمام کتابوں پر آپ کو عبور حاصل تھا، لیکن آپ کی محنت کا اصل میدان حدیث شریف تھا، فن حدیث کی بلند و بالا کتاب بخاری شریف کا درس سالہا سال تک آپ نے دیا ہے۔
۱۳۴۴ھ میں جب حضرت اقدس سہارنپوری حجاز تشریف لے جا رہے تھے تو صحاح ستہ کے اسباق حضرت مولانا عبداللطیف صاحب، حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب کامل پوری اور حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہم پر تقسیم کئے گئے۔ ۱۳۴۶ھ سے لے کر ۱۳۷۲ھ تک بخاری شریف جلد ثانی کا درس حضرت مولانا عبداللطیف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں ہوتا رہا۔

اہتمام وانتظام

حضرت اقدس سہارنپوری نواللہ مرقدہٗ جب ۱۳۳۳ھ میں حج کیلئے تشریف لے گئے تو عارضی طور پر آپ مظاہر علوم کے ناظم بنائے گئے، آپ نے اس موقع پر انتہائی تیقظ اور بیدار مغزی کے ساتھ اہتمام کے فرائض انجام دیئے اور اپنی قابلیت وصلاحیت کا اعتراف اپنے اکابر سے کرایا۔ ۱۳۴۷ھ حضرت مولانا عنایت علی صاحب نواللہ مرقدہٗ مہتمم اور حضرت مولانا عبد اللطیف الٰہی ناظم رہے، ۲۰/ جمادی الثانیہ ۱۳۴۷ھ میں حضرت مولانا عنایت الٰہی صاحب کے وصال پر یہ دونوں عہدے حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو تفویض کئے گئے بیعت تو آپ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب نواللہ مرقدہٗ سے تھے، مگر اجازت وخلافت حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب نواللہ مرقدہٗ سے حاصل ہوئی۔ ۲/ ذی الحجہ ۱۳۷۳ھ کو ہمیشہ کے لئے آسودہ خواب ہوگیا۔

شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب امروہی نور اللہ مرقدہٗ

دارالعلوم دیوبند کے نہایت ممتاز فضلاء میں سے تھے، ۱۳۲۱ھ میں دارالعلوم سے فراغت کے بعد حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو مدرسہ نعمانیہ پورینی بھاگل پور بہار کے لئے منتخب فرمایا۔ چنانچہ آپ تقریباً سات سال اس علاقہ میں درس دیتے رہے پھر آپ شاہجان پور تشریف لائے اور ایک مسجد میں افضل المدارس کے نام سے مدرسہ قائم کیا جس میں حسبۃ للہ پڑھاتے رہے، یہاں تقریباً تین سال آپ نے نہایت کامیابی کے ساتھ درس دیا۔ ۱۳۳۰ھ میں آپ کا تقرر دارالعلوم دیوبند میں بحیثیت مدرس ہوا اور پہلے سال میں آپ کو عربی کی کتابیں علم الصیغہ اور نور الایضاح وغیرہ پڑھانے کے لئے دی گئیں، اس وقت کی

روداد میں حضرت شیخ الادب کی نسبت لکھا ہے۔

مولوی اعزاز علی صاحب طبقۂ وسطیٰ واخریٰ کے درمیان فارغ التحصیل حضرات میں سے ہیں، چند جگہ مدرس رہے، آخر میں مدرسہ پورینی ضلع بھاگلپور میں مدرس تھے، وہاں سے دیوبند بلائے گئے، آپ ایک نوجوان بااستعداد اور صاحب صلاح وتقویٰ عالم ہیں، صورتاً وسیرتاً اپنے سلف کی یادگار ہیں، علوم میں استعداد تام رکھتے ہیں، خصوصاً علم ادب میں خاص مہارت ہے، ابھی آپ نے حماسہ کا تحشیہ کیا ہے اور کنزالدقائق کا تحشیہ کر رہے ہیں، اس سے قبل دیوان متنبی کا تحشیہ کر چکے ہیں، آپ دارالعلوم کے درجہ وسطیٰ میں درس دیتے ہیں، علم وادب کے اکثر اسباق آپ کے پاس رہتے ہیں، طلباء کو عربی تحریر کی مشق بھی کراتے ہیں خوش تقریر ہیں، طلباء آپ سے نہایت مانوس ہیں۔

سنہ ۱۳۴۰ھ میں جب حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب مہتمم صاحب دیوبند کا ریاست حیدرآباد کے مفتی اعظم کے عہدے پر انتخاب عمل میں آیا تو اپنی ضعیف العمری کی وجہ سے حضرت مولانا محمد اعزاز علی صاحب کو اپنی معیت میں لے گئے وہاں ایک سال قیام رہا۔

فقہ وادب آپ کا خاص فن تھا، آپ جب ابتداءً دارالعلوم دیوبند میں تشریف لائے تو عربی کی ابتدائی کتابیں علم الصیغہ اور نوالایضاح وغیرہ آپ کو دی گئیں مگر آپ کے درس نے بالآخر وہ مقبولیت حاصل کی کہ شیخ الادب والفقہ کے لقب سے مشہور ہوئے، عمر کے آخری دور میں کئی سال ترمذی جلد ثانی اور تفسیر کی بلند پایہ کتابیں بھی پڑھائیں حضرت مولانا مدنی کی عدم موجودگی میں متعدد مرتبہ بخاری شریف کے پڑھانے کا بھی ان کو موقع ملا، غرض کہ علم فقہ، علم حدیث، علم ادب علم تفسیر وغیرہ ہر فن کی کتابوں پر ان کو عبور حاصل تھا، تعلیم کے ساتھ طلباء کی تربیت اور نگرانی کا ان میں خاص ذوق تھا، جس سے طلبا کو بے انتہاء فائدہ پہنچا اور آج تک آپ کے شاگرد آپ کو یاد کرتے ہیں، آپ کی پابندی اوقات ضرب المثل تھی

اور اوقات درس کی پابندی میں آپ خود ہی اپنی نظیر تھے حتی کہ بعض اساتذہ دارالعلوم نے درس میں اوقات کی پابندی کا سبق حضرت شیخ الادب ہی سے حاصل کیا۔

بے نفسی اور تواضع میں ید طولیٰ رکھتے تھے بڑی سے بڑی کتابوں کے درس کے ساتھ چھوٹی سے چھوٹی کتاب پڑھانے میں کبھی آپ کو عار نہ ہوتا تھا، ترمذی و بخاری کا درس بھی دے رہے ہیں اور بچوں کو میزان الصرف، علم الصیغہ اور نو الایضاح وغیرہ بھی پڑھا رہے ہیں آپ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب طالب علم وہ ہوتا تھا جو یکسوئی کے ساتھ پڑھنے لکھنے میں لگا رہے اور سب سے زیادہ مبغوض وہ ہوتا تھا جو غیر تعلیمی مشاغل میں لگ کر پڑھنے میں تساہل کرے۔

حضرت شیخ الادب کو جس طرح عربی نظم ونثر پر قدرت حاصل تھی، اسی طرح وہ اردو نظم ونثر میں بھی کامل دستگاہ رکھتے تھے اور نثر میں ان کا ایک خاص انداز تھا انہوں نے عربی ادب میں نفحۃ الیمن کے معیار کے مطابق نفحۃ العرب کے نام سے ایک کتاب مرتب فرمائی تھی، جس میں تاریخ حکایات وقصص اور اخلاقی مضامین درج کئے گئے ہیں، یہ کتاب عربی مدارس میں بہت مقبول ہوئی، چنانچہ دارالعلوم اور دوسرے بہت سے مدارس کے نصاب میں داخل کی گئی، اس کے علاوہ انہوں نے فقہ میں نورالایضاح شرح نقایہ، کنزالدقائق اور ادب عربی میں دیوان حماسہ اور دیوان متنبی پر مفید حواشی تحریر فرمائے ہیں، جو اساتذہ اور طلبا میں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں، حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب عثمانی کے عربی قصیدہ لامیۃ المعجزات کے اشعار کی اردو میں سلیس شرح فرمائی ہے۔

انتظامی امور میں بھی آپ کی اہلیت مسلم تھی اور وقتاً فوقتاً ادارۂ اہتمام میں بھی آپ کی انتظامی صلاحیتوں سے استفادہ کیا جاتا تھا، غرض آپ ایک بے نظیر استاذ اور متبحر عالم دین اور ایک جامع شخصیت تھے، دارالعلوم میں آپ کی علمی خدمات کا دور چوالیس برس تک

ممتد رہا ۱۳۴۷ھ میں اس دارفانی سے رحلت فرمائی۔

○○○

حضرت مولانا سعید احمد صاحب اجراڑوی نوراللہ مرقدہٗ

والد محترم کا نام جناب نور محمد خاں اور جد محترم کا نام نصیب خاں تھا۔ ۱۰/ ذی الحجہ ۱۳۲۲ھ میں اجراڑہ ضلع میرٹھ میں آپ کی پیدائش ہوئی۔

مفتی صاحب موصوف نے قرآن کریم کا کچھ حصہ اپنے جد محترم جناب منشی نصیب خاں کے پاس پڑھا، اس کے بعد اپنی بستی کے مشہور مدرسہ گلزار حسینہ اجراڑہ میں حضرت حافظ محمد حسین صاحب اجراڑوی کے پاس تکمیل کی، اس وقت آپ کی عمر بارہ تیرہ سال کی تھی، بعد ازاں اسی مدرسہ میں اُردو حساب اور عربی فارسی کی ابتداء کتابیں پڑھیں۔

مظاہر علوم میں آمد اور اس کی گرانقدر خدمات

مظاہر علوم میں آپ کی آمد ۱۳۳۵ھ میں ہوئی، پہلے سال میں جو کتابیں آپ نے پڑھیں وہ یہ تھیں شرح تہذیب،، بحث فعل، کافیہ، تہذیب، میزان، قدوری، نورالایضاح، مفید الطالبین، مرقات، فصول اکبری۔

۱۳۴۱ھ میں دورۂ پڑھا، دورہ حدیث کے سالانہ امتحان میں پوری جماعت میں امتیازی طور پر کامیاب ہوئے۔

۱۳۴۱ھ میں آپ نے فنون میں داخلہ لے کر یہ کتابیں پڑھیں، بیضاوی شریف، مدارک، اتقان، ابوداؤد شریف، امور عامہ، تلویح، مسلم الثبوت، دیوان متنبی، رسالہ میرزاہ

شافیہ،شرح عقائد مع خیالی۔

فراغت کے بعد سے عمر کے آخری لمحات تک مدرسہ کے ساتھ والہانہ ومخلصانہ تعلق رہا پوری عمر مظاہرعلوم کی چہار دیواری میں گذار دی چنانچہ ۱۳۴۷ھ میں استاذ دوم درجہ تجوید ۱۳۴۷ھ میں نائب مفتی ۱۳۴۹ھ میں درجہ تجوید کے مدرس اول ۱۳۵۲ھ میں مظاہرعلوم کے مفتی اعظم اور قائم مقام صدر مدرس بنائے گئے، مفتی صاحب موصوف مظاہر کے سالانہ جلسوں میں بھی برابر شرکت فرماتے تھے اور پیش آمدہ مسائل میں پوری تحقیق کیساتھ شرعی وفقہی نقطہ نظر کو شرکاء جلسہ پر واضح فرماتے تھے، حضرت اقدس سہارنپوری نوراللہ مرقدہٗ کے امتثال امر میں مدرسہ مظاہرعلوم کی مسجد مدرسہ قدیم میں نماز پڑھاتے تھے، تیس سال تک اس اہم خدمات کو بلا کسی معاوضہ ومشاہرہ کے انجام دیتے رہے، بیعت وارشاد کا تعلق حضرت اقدس سہارنپوری نوراللہ مرقدہٗ سے تھا، پہلے قبل البلوغ بیعت ہوئے، بلوغ کے بعد دوبارہ بیعت ہوئے۔

۹؍ذی قعدہ ۱۳۵۱ھ میں آپ اپنے پہلے سفر حرمین شریفین کے لئے روانہ ہوئے، حج وزیارت سے فارغ ہوکر گیارہ محرم الحرام ۱۳۵۲ھ میں واپس تشریف لائے، ۲، صفر المظفر ۱۳۷۷ھ مطابق ۲۹؍اگست ۱۹۵۷ھ بروز پنج شنبہ صبح کی نماز کے وقت انتقال ہوا اور قبرستان حاجی شاہ میں تدفین عمل میں آئی۔

آپ متعدد کتب کے مؤلف ہیں، آپ کی تالیفات میں معلم الحجاج اور شرح عقود رسم المفتی کا حاشیہ زیادہ مشہور ہے۔

○○○

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

آپ مسلمان ہند کے شیخ الاسلام دارالعلوم دیوبند کے صدر شیخ الحدیث جمعیۃ علماء ہند کے صدر، ہزاروں علماء کے جلیل القدر استاذ لاکھوں انسانوں کے مرشد کامل اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے خلیفہ اجل تھے۔

ولادت

آپ کی ولادت بانگر مؤضلع اُناؤ میں ۱۹؍ شوال المکرم ۱۲۹۵ھ مطابق ستمبر ۱۸۷۹ء کو ہوئی جہاں آپ کے والد ماجد سید حبیب اللہ صاحب ہیڈ ماسٹر تھے، ویسے آپ کا وطن موضع اللہ داد پور ٹانڈہ ضلع فیض آباد ہے، آپ کا تاریخی نام چراغ محمد رکھا گیا، آپ کے والد محترم حضرت شاہ فضل الرحمن گنج مرادآبادی سے بیعت تھے۔

تعلیم وتربیت

آپ نے ابتدائی تعلیم پرائمری اسکول میں حاصل کی، بارہ سال کی عمر ہوئی تو دارالعلوم دیوبند تشریف لائے اور ابتدائی درجہ میں داخلہ لیا، حضرت شیخ الہند کی نگرانی میں تعلیم وتربیت پائی ۱۳۱۵ھ میں دارالعلوم دیوبند سے فارغ التحصیل ہوئے ہیں۔

درس وتدریس

آپ کے والد ماجد کی طبیعت جب ہندوستان سے اچاٹ ہوگئی تو مع اہل وعیال مدینہ ہجرت کر کے چلے گئے، آپ بھی ان کے ہمراہ ہولئے، اور وہیں حرم نبوی میں سولہ سترہ

سال تک درس حدیث دیا، بعد میں سلہٹ (بنگلہ دیش) میں بھی درس حدیث دیا۔ ۱۳۴۶ھ میں جب علامہ انور شاہ کشمیری نے دارالعلوم دیوبند سے قطع تعلق فرمالیا تو آپ کو صدرات تدریس کے لئے بلایا گیا، اور آخر عمر تک تقریباً تیس سال مسلسل دارالعلوم کے شیخ الحدیث کے عہدے پر فائز رہے۔

راہ سلوک

آپ نے سلوک کی منزلیں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کی خدمت میں رہ کر طے کیں، اور اجازت وخلافت حاصل کی، کچھ عرصہ تک مکہ مکرمہ میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے بھی فیض حاصل کیا۔

آپ کی علمی سیاسی واصلاحی کارنامہ

آپ نے تحریک آزادی کے لئے حضرت شیخ الہند کے ساتھ بڑی انتھک کوششیں کیں، اس کے لئے قید وبند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں، تقریباسوا تین سال تک حضرت شیخ الہند کے ساتھ مالٹا کی جیل میں قیدی کی حیثیت سے رہے۔ ۱۳۳۸ھ مطابق ۱۹۱۹ھ کو مالٹا کی جیل سے رہائی ملی تو حضرت شیخ الہند کی معیت میں ہندوستان تشریف لائے، آپ انگریزی حکومت کے سخت مخالفوں میں تھے، کانگریس کے رکن تھے، عرصہ دراز تک جمعیۃ علماء ہند کے صدر رہے، ملک کی آزادی کے بعد اپنے آپ کو سیاست سے الگ کرلیا، اور خالص دینی امور کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیا، آپ نے بدعات وخرافات مشرکانہ عقائد الحاد وزندیقیت اور فتنہ مودودیت کے خلاف علم جہاد بلند کیا اور زندگی کے اخیر لمحہ تک اس کے خلاف نبرد آزما رہے، آپ کے علمی کارناموں میں الشہاب الثاقب،

سفرنامہ مالٹا،متحدہ قومیت، نقش حیات، مکتوبات، بہت سی مشہور و معروف ہیں۔

وفات

۱۲/جمادی الاولی ۱۳۷۷ھ مطابق ۵/دسمبر ۱۹۵۷ء کو عالم آخرت کی طرف کوچ فرمایا، نماز جنازہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی نے پڑھائی اور مزار قاسمی دیوبند میں سپرد خاک کیا گیا۔

○○○

حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب کیمل پوری رئیس الاساتذہ

مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

آپ کے والد کا نام حکیم گل احمد ہے بہبودی، ضلع کیمل پور (مغربی پنجاب پاکستان) مولانا کی پیدائش ۲۷/اگست ۱۸۸۲ء میں ہوئی، ابتدائی فارسی اور عربی کی تعلیم کافیہ تک اپنے علاقہ کے ایک عالم مولانا فضل حق شمس آبادی شاگرد رشید اعلیٰ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی سے حاصل کی، اس کے بعد مختلف علوم وفنون کی تعلیم متفرق اساتذہ سے حاصل کی۔

مظاہر علوم میں آپ نے ۱۳۳۱ھ میں دورۂ حدیث شریف پڑھا ۱۳۳۲ھ میں فنون کی کتب پڑھیں، آپ امتحان سالانہ میں اول نمبرات سے کامیاب ہوئے۔

مظاہر علوم سے فراغت کے بعد ایک سال آپ نے دارالعلوم دیوبند میں گذارا اور حضرت شیخ الہند کے درس میں شریک ہوئے، ۱۳۳۳ھ میں دیوبند سے واپسی پر آپ کو

مظاہر علوم میں پندرہ روپے مشاہرہ پر استاذ بنادیا گیا۔

عہدۂ صدارت پر

۱۳۴۴ھ میں جب حضرت اقدس سہارنپوری نوراللہ مرقدہٗ حجاز تشریف لے گئے تو اپنی غیبت میں آپ نے حضرت مولانا کو صدر مدرس تجویز فرمایا، اس وقت یہ تجویز عارضی تھی مگر جب حجاز پہنچ کر حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہٗ نے ہجرت کی نیت فرما کر مستقل وہاں قیام کا ارادہ فرمالیا تو اس عارضی کو مستقل کر دیا گیا اور آپ اس عہدہ جلیلہ پر آخر تک فائز رہے۔

آپ کے زمانہ صدارت میں مدرسہ کے لئے انضباط تعلیم کا نقشہ ترتیب دیا گیا جس کا مقصد یہ تھا کہ اساتذہ کی تعلیمی رفتار کا علم ہوسکے، ہر ماہ یہ نقشہ جات حضرت مولانا قدس سرہٗ کی خدمت میں پیش ہوتے تھے، اور ان کو ملاحظہ فرما کر تعلیمی فروگذاشتوں پر اساتذہ کو متوجہ فرماتے اور متعینہ مقدار سے کم پڑھانے پر باز پرس فرماتے۔

فن حدیث میں مسلم شریف، ترمذی شریف، نسائی شریف، ابن ماجہ، طحاوی شریف، مشکوۃ شریف، شمائل ترمذی، موطا امام محمد اور بقیہ علوم وفنون، میں بیضاوی شریف، توضیح تلویح، ہدایہ رابع، شمس بازغہ، مدارک میر زاہد، درمختار ملاحسن۔

اقلیدس آپ کا خاص سبق تھا، اور اس میں بڑی مہارت رکھتے تھے، جب شکل کھینچنے کی ضرورت پیش آتی تو چٹائی ہٹا کر انگلی سے زمین پر بنا کر سمجھا دیتے، کاغذ پینسل وغیرہ کی ضرورت نہیں سمجھتے تھے۔

آپ اُردو، عربی، پشتو، پنجابی اور بنگالی زبان بخوبی جانتے تھے اور بے تکلف ان زبانوں میں گفتگو فرمایا کرتے تھے۔

ترمذی شریف سے مولانا کو خاص لگاؤ تھا، اور سچی بات یہ ہے کہ انہوں نے اس کتاب کا حق ادا کر دیا، ایک عرصہ تک آپ نے مدرسہ میں یہ کتاب پڑھائی ہے، اور سب کا اس پر اتفاق رہا کہ حضرت مولانا سے بہتر طریقہ پر ترمذی شریف پڑھانے والا اس وقت پورے ملک میں کوئی نہیں تھا، چنانچہ آپ کی مطبوعہ تقریر ترمذی سے پورے طور پر اس کی تائید وتوثیق ہوتی ہے۔

بیعت وارشاد

آپ نے اپنا روحانی تعلق سب سے پہلے حضرت مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے قائم کیا، فطری صلاحیتوں اور مجموعہ کمالات ومحاسن ہونے کی وجہ سے حضرت بھی مولانا پر خصوصی توجہ وشفقت فرماتے تھے، حضرت کے وصال کے بعد حضرت اقدس تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کے دامن فیض سے وابستہ ہوئے۔

حضرت مولانا مرحوم اپنے پیش آمدہ مشکل مسائل اور سلوکی معاملات میں حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے رجوع فرمایا کرتے حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ مولانا کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ مولانا کامل پوری نہیں کامل پورے ہیں جس زمانہ میں آپ مظاہر علوم میں صدارت تدریس کے منصب پر فائز تھے تو حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے از خود مولانا کو مجاز بیعت بنا دیا، اس پر مولانا نے معذرت کرتے ہوئے تحریر فرمایا کہ میں نے تو ابھی تک بیعت بھی نہیں کی، پھر خلافت کا استحقاق کیسا؟

اس پر حضرت اقدس نے جو جواب مرحمت فرمایا وہ یہ تھا کہ میرے نزدیک اہلیت شرط ہے، بیعت شرط نہیں۔

حق تعالیٰ نے آپ کی ذات کو محاسن ومفاخر کا مجموعہ بنایا تھا، حضرت مولانا خلیل احمد

صاحب اور حضرت اقدس تھانوی کی روحانی توجہات و برکات نے آپ میں مزید چار چاند لگائے، اور آپ نے ارشاد وسلوک میں ایک خاص مقام پیدا کیا درس و تدریس کے مشاغل کے ساتھ ساتھ سالکین کی روحانی تربیت میں بھی مشغول رہتے، کبار علماء طلبا تجار، ملازمین غرض ہر شعبہ کے لوگ آپ کے فیوض سے مستفیض ہوئے اور رشد وسلوک کے منازل آپ کی رہنمائی میں طے کئے، خود حضرت اقدس تھانوی اپنے سے بیعت ہونے والے اکثر علماء وفضلاء کو تربیت کے لئے حضرت مولانا ہی کے حوالہ فرماتے۔

۱۹۴۷ء کے ہولناک فسادات سے قبل رمضان المبارک کی تعطیلات میں اپنے وطن بہبودی تشریف لے گئے، ادھر تقسیم ملک ہوگیا اور آمد و رفت کے راستے مسدود ہو جانے کی وجہ سے آپ کا مظاہر علوم میں واپس آنا مشکل ہوگیا، چونکہ پاکستان میں دینی مدارس کا قیام تیزی سے عمل میں آرہا تھا، اس لئے آپ کا وہاں رہ جانا بھی ایک نعمت غیر مترقبہ ثابت ہوا، اور آپ اولوالعزمی کے ساتھ خدمت دین اور نشر علم میں مشغول و منہمک ہو گئے چنانچہ پہلی مرتبہ ۱۳۶۹ھ تک تین سال مدرسہ خیر المدارس ملتان میں رہے اس مختصر قیام میں ۱۰۸ر طلباء نے آپ سے علوم حدیث کی سند حاصل کی اور فارغ التحصیل ہوئے۔

۱۳۶۹ھ سے ۱۳۷۲ھ تک دار العلوم اسلامیہ ٹنڈو الہ یار حیدر آباد میں شیخ الحدیث کے اہم اور عالی عہدے پر رہے اس کے بعد چار سال جامعہ اسلامیہ اکوڑہ خٹک کی مسند حدیث سنبھالی اور وہاں کے شیخ الحدیث منتخب ہوئے آخر عمر تک آپ یہیں خدمت انجام دیتے رہے۔

۲۷ر شعبان ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۲ر دسمبر ۱۹۶۵ء کو پنڈی (پاکستان) میں علم و عمل زہد و تقوی، پارسائی و پاکبازی کا روشن مینارہ آسودہ خاک ہوا، رحمۃ اللہ تعالی رحمۃ واسعۃ۔

آپ کی سوانح تجلیات رحمانی کے نام سے آپ کے صاحبزادے مولانا سعید الرحمن

صاحب ترتیب دے چکے، جو پاکستان سے شائع ہو چکی ہے۔

○○○

حضرت مولانا سید بدر عالم میرٹھی قدس سرہٗ

حضرت مولانا سید بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہٗ جنہوں نے حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے دس مرتبہ بخاری شریف پڑھی اور پھر حضرت علامہ انور شاہ نور اللہ مرقدہ کی تقاریر بخاری شریف کی روشنی میں بخاری شریف کی شرح لکھی: ''فیض الباری''، جو ضخیم پانچ جلدوں میں ہے۔

''ترجمان السنۃ'' چار جلدوں میں تصنیف فرمائی، چوتھی جلد معجزات کے بیان میں ہے، چوتھی جلد کی تکمیل پر کچھ اشعار کہے ہیں، جن کو انہوں نے روضۂ اقدس علی صاحبہا الصلوۃ والسلام پر بھی پیش فرمایا ہے۔ اشعار یہ ہیں:

اک جلد معجزات کی لایا ہوں نذر کو
اس کے سوا تو حوصلہ کیا ہے غلام کا
کر لیں اگر قبول تو کیسا شرف ملے
پشتوں کو اس حقیر کی اور اس غلام کو
ہو جائے یہ نصیب تو رہ جائے یادگار
بخشش کی اک کریم کی اپنے غلام کو
ہاں جنت بقیع میں میری بھی ہو جگہ
اس کی بہت تڑپ ہے مجھ ایسے غلام کو
کتنی بڑی ہوس ہے جو دل میں عمر کے تھی

ہوجائے گر نصیب غلامِ غلام کو

اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا نوراللہ مرقدہٗ کی یہ تمنا پوری فرمائی، مدینہ طیبہ کی موت اور جنت البقیع میں تدفین نصیب ہوئی۔

ایک خاص کرامت

مدینہ طیبہ میں جنت البقیع میں جب کوئی قبر پرانی ہوجاتی ہے اور میت مٹی ہوجاتی ہے، اس کی ایک مدت متعین ہے، اس مدت کے بعد قبر کو کھول لیتے ہیں اور میت کی ہڈیوں کو کسی دوسری جگہ دفن کردیتے ہیں، اور اس قبر میں کوئی دوسری میت دفن کردیتے ہیں۔

وہ مدت پوری ہونے کے بعد حضرت مولانا نوراللہ مرقدہٗ کی قبر کو کھولا گیا تو دیکھا کہ میت بالکل محفوظ ہے، کفن تک محفوظ ہے، کسی قسم کا کوئی تغیر نہیں، اس لئے اس قبر کو بند کردیا۔ پھر دوسری مدت پوری ہونے کے بعد دوبارہ کھولا، پھر بھی دیکھا کہ میت بالکل محفوظ ہے، قبر کو پھر بند کردیا گیا۔ تیسری مرتبہ بھی ایسا ہی ہوا۔ اور دیکھا کہ جنازہ بالکل محفوظ ہے، چنانچہ ذمہ داران نے اس قبر پر سیل لگادی کہ اب اس قبر کو نہیں کھولا جائے گا۔

(روایت فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہٗ)

○○○

حضرت مولانا علامہ ابراہیم صاحب قدس سرہٗ

تاریخی نام غلام کبریا ۱۳۰۴ھ میں مشرقی یوپی کے شہر بلیا کے ایک علمی گھرانے

میں پیدا ہوئے، ان کا خاندان پنجاب کے ضلع جھنگ سے جون پور آیا اور پھر کچھ مدت کے بعد بلیا میں آباد ہوگیا، جون پور میں فارسی اور عربی کی ابتدائی تعلیم مشہور طبیب مولانا حکیم جمیل الدین نگینوی سے حاصل کی اور معقولات کی کتابیں مولانا فاروق احمد چڑیا کوٹی اور مولانا ہدایت اللہ خاں تلمیذ مولانا فضل حق خیر آبادی سے پڑھیں، دینیات کی تعلیم کے لئے مولانا عبد الغفار کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا جو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے ارشد تلامذہ میں تھے۔ ۱۳۲۵ھ کے اواخر میں دار العلوم دیوبند میں داخل ہو کر اولاً ہدایہ اور جلالین وغیرہ کتابیں پڑھیں اور ۱۳۲۷ھ میں دار العلوم سے فارغ التحصیل ہوئے۔

تعلیم سے فراغت کے بعد اسی سال میں مدرسہ عالیہ فتح پوری کے مدرس دوم بنائے گئے پھر عمری ضلع مراد آباد کے مدرسہ میں کچھ عرصہ تک درس و تدریس میں مشغول رہے، ۱۳۳۱ھ میں آپ کو دار العلوم میں بلایا گیا تھا۔ ۱۳۴۰ھ سے ۱۳۴۴ھ تک مدرسہ مدرسہ دار العلوم مؤ ضلع اعظم گڑھ اور مدرسہ امدادیہ ضلع دربھنگہ بہار میں صدارت تدریس کی خدمات انجام دی ۱۳۴۴ھ میں آپ کو پھر دار العلوم دیوبند میں بلایا گیا ۱۳۳۳ھ کی روداد میں آپ کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا گیا ہے۔

مولوی محمد ابراہیم صاحب تمام علوم میں کامل الاستعداد ہیں، معقولات و فلسفہ کی تمام کتابیں نہایت خوبی سے پڑھاتی ہیں فلسفہ و منطق اور کلام کے انتہائی اسباق صدرا شمس بازغہ، قاضی مبارک، حمد اللہ، امور عامہ کے علاوہ شرح مطالع، شرح اشارات وغیرہ پڑھاتے ہیں، طلباء کا بہت زیادہ میلان ان کی طرف رہتا ہے نہایت خوش تقریر ہیں، غرض یہ نہایت قابل قدر اور شہرت و وقعت حاصل کرنے والے مدرس ہیں۔

۱۳۶۴ھ میں پھر دار العلوم سے علیحدگی اختیار کی، اولاً جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں مسند صدارت کو رونق بخشی، وہاں کے بعد کچھ عرصہ تک مدرسہ عالیہ فتحپوری میں صدارت

تدریس کی خدمات انجام دیں۔ بعدازاں بنگال میں ضلع پاٹگام کے مدرسہ میں صدر المدرسین رہے اور بالآخر ۱۳۶۶ھ میں حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کی سفارش اور مجلس شوریٰ کی منظوری سے دارالعلوم دیوبند میں آگئے ۱۳۷۷ھ میں حضرت مدنی کی وفات کے بعد آپ دارالعلوم کی مسند صدارت تدریس پر فائز ہوئے اور تادم واپسی اس پر متمکن رہے، ان کے تلامذہ کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہے جو برصغیر کے علاوہ، ایشیاء اور افریقہ کے بہت سے ملکوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔

حضرت علامہ بلیاوی ہر علم وفن خصوصاً علم کلام وعقائد میں یگانہ روزگار تھے، انہوں نے تفسیر، حدیث، عقائد وکلام اور دوسرے علوم کی جو نمایاں خدمات انجام دیں وہ اپنی مثال آپ ہیں، ان کے درس وتدریس کی مدت ۱۳۲۳ھ سے ۱۳۸۷ھ تک ۶۰ر سال ہوتی ہے، طلباء ان کے درس میں بڑے شوق اور انہماک سے شریک ہوتے تھے اور ان کے افادات عالیہ سے مستفید ہونے کے متمنی رہتے تھے، درس میں اختصار کے ساتھ بڑی جامعیت کی شان تھی، درس کا انداز نہایت باوقار ہوتا تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ لطائف وظرائف دقیقہ سنجی اور بالغ نظری سے اہم مسائل کو حل کرنے میں خاص ملکہ اور کمال حاصل تھا، قصص وحکایات کو مسائل پر اس طرح منطبق کر دیتے تھے کہ مسئلہ کے تمام پہلو واضح اور منقح ہو جاتے تھے ان کے درس کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ تلامذہ میں فن سے گہری مناسبت ہو جاتی تھی اور ان پر علم ودانش کی راہیں کھل جاتی تھیں، وہ اپنے عہدہ میں عقائد وکلام اور منطق وفلسفہ میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے حدیث میں روایت سے زیادہ درایت سے کام لیتے تھے، حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے علوم پر ان کی نظر تھی، حضرت شیخ الہند سے تلمذ کے علاوہ بیعت کا شرف بھی حاصل تھا۔

علامہ بلیاوی کی تصانیف میں رسالہ مصافحہ اور رسالہ تراویح اُردو میں ہیں، ایک

رسالہ انوار حکمت فارسی میں ہے، اور یہ رسالہ منطق و فلسفہ کے مضامین پر مشتمل ہے، سلم العلوم پر ان کا عربی حاشیہ ضیاء النجوم ہے، میبذی اور خیالی پر بھی انہوں نے حواشی لکھے جو افسوس ہے کہ ضائع ہو گئے آخر میں جامع ترمذی پر حاشیہ لکھ رہے تھے جس کے پورے ہونے کی نوبت نہ آسکی۔

ان کی صحت عرصے سے خراب ہوگئی تھی۔ ۲۴ر رمضان ۱۳۸۷ھ کی دوپہر کو ۸۴ر سال کی عمر میں داعی اجل کو لبیک کہہ کر قبرستان قاسمی میں آسودہ خواب ہیں۔

ooo

مولانا رسول خاں ہزاروی

۱۲۸۸ھ مطابق ۱۸۷۱ء میں اچھڑیا ضلع ہزارہ پاکستان صواتی پٹھان خاندان میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم اپنے وطن ضلع ہزارہ کے مدارس میں حاصل کی ۱۳۲۰ھ میں دار العلوم میں داخلہ لیا، منطق و فلسفہ میں حضرت مولانا غلام رسول خاں ہزاروی سے خاص طور سے استفادہ کیا ۱۳۲۲ھ میں دار العلوم سے سند فراغت حاصل کی۔

دار العلوم سے فراغت کے فوراً بعد مدرسہ امداد الاسلام میرٹھ میں صدر مدرس مقرر ہو گئے ۱۳۳۳ھ میں انہیں دار العلوم میں مدرس بنایا گیا یہاں ۱۳۵۲ھ تک منطق و فلسفہ کے علاوہ دوسرے علوم اور حدیث کا درس بھی دیتے تھے، ۱۳۵۳ھ میں لاہور چلے گئے وہاں اورینٹل کالج لاہور میں شعبہ عربی کے استاذ مقرر ہوئے ۱۳۷۳ھ، مطابق ۱۹۵۴ء تک اورینٹل کالج لاہور میں تعلیم دیتے رہے، اورینٹل کالج سے ریٹائر ہونے کے بعد جامعہ اشرفیہ لاہور کے صدر مدرس مقرر ہوئے اور تادم آخر جامعہ اشرفیہ سے وابستہ رہے۔

حضرت مولانا رسول خاں صاحب معقولات کے ساتھ منقولات میں بھی دست گاہ

کامل رکھتے تھے علوم نقلیہ وعقلیہ کو طالب علم کی استعداد کے مطابق اس طرح سمجھاتے تھے کہ مسئلہ شاگرد کے ذہن نشین ہوجاتا تھا، ان کا درس تفہیم کے لحاظ سے ممتاز سمجھا جاتا تھا، درسی تقریر جامع اور پرمغز ہوتی تھی وجیہہ اور پروقار تھے، تقریر کے وقت چہرے پر وقار برستا تھا، طرز بیان صاف اور مؤثر ہوتا تھا ہر علم وفن کی کتابیں گویا ان کو ازبر تھیں طلباء ذوق وشوق سے ان کے درس میں شریک ہوتے تھے دارالعلوم دیوبند کے ممتاز اساتذہ میں ان کا شمار ہوتا تھا، ان کی عمر کے تقریبا ۷۰ رسال درس وتدریس میں گذرے۔

آخر میں تصوف کا غلبہ ہوگیا تھا، حضرت تھانوی سے بیعت وخلافت حاصل کی، ۴ر رمضان المبارک ۱۳۹۱ھ کو ۱۰۳ رسال کی عمر میں اپنے وطن چھڑیاں میں وفات پائی اور وہیں آسودہ خواب ہیں۔

حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ نے حضرت مولانا قدس سرہٗ سے مسلم شریف پڑھی، حضرت مولانا رسول خاں صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے متعلق حضرت اقدس مفتی صاحب قدس سرہٗ کا ایک ملفوظ ملاحظہ ہو:

> ”دارالعلوم دیوبند میں ایک استاذ تھے مولانا رسول خاں صاحب ایک دفعہ مہمان ہو کر کسی جگہ تشریف لے گئے وہاں کسی نے پوچھا آپ کا نام کیا ہے؟ فرمایا: مجھ کو رسول خاں کہتے ہیں مولانا نے فرمایا: آپ کا کیا نام ہے؟ اس نے کہا: مجھے اللہ خاں کہتے ہیں۔“

مولانا رسول خاں صاحب معقولات میں بڑے حاوی تھے، اصول فقہ کے بڑے ماہر تھے، ایک طالب علم کو شلجم لانے کے لئے بازار بھیجا، وہ شلجم لایا پتے بڑے بڑے اور شلجم چھوٹے چھوٹے فرمایا: بز اخفش مالبذات انقص لایا اور بالعرض ازید۔

ایک جلسہ میں ان کو مطبخ میں کھانے کا نگراں بنایا گیا، موڑھا بچھا کر بیٹھ گئے کسی نے

پوچھا حضرت یہاں کیسے بیٹھے ہیں،فرمایا: مدرسہ والوں نے استاذ کا استعمال غیر ماوضع لہ میں کرنا شروع کر دیا ہے۔

کسی نے خچر کے بارے میں پوچھا: کس کو کہتے ہیں؟ فرمایا حمار کا مذکر جب فرس کی مؤنث سے حماریت کرتا ہے تو اس سے جو بزاخفش پیدا ہوتا ہے اس کو خچر کہتے ہیں۔

مکان کے دروازے میں چٹخنی لگوانے کے لئے بڑھئی کو بلایا اس سے فرمایا اس میں ما بہ التمانع لگا دو وہ بیچارہ پریشان ما بہ التمانع کیا چیز ہے اس کو بتایا گیا کہ چٹخنی کو فرما رہے ہیں۔

میں نے ان سے مسلم شریف پڑھی ہے،مسلم شریف کو اس طرح شروع فرمایا: اس کتاب کی ایک جنس ہے ایک نوع ہے،جنس کے اعتبار سے حدیث کی کتاب ہے نوع کے اعتبار سے صحیح ہے ایک صنف ہے،صنف کے اعتبار سے جامع ہے، یہاں سے ابتداء کی میں نے کہا ٹھیک رہے گا ان شاء اللہ۔

امتحان کے موقع پر طحاوی شریف کے امتحان کا پرچہ بنایا، پرچہ میں اختلاف ماہیت کی بات پوچھی،طلبہ حیران، ایک دوسرے سے پوچھ رہے ہیں،حضرت مدنی قدس سرہٗ امتحان گاہ میں تشریف لائے،طلبہ کو دیکھا بات کر رہے ہیں،فرمایا: آپ نگرانی نہیں کرتے، جواب دیا پرچہ خود نگرانی کر رہا ہے۔

بیضاوی شریف کا پرچہ بنایا جانچنے کے لئے مولانا اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دے دیا مولانا اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہی پڑھائی تھی وہی ناظم امتحان تھے، پرچہ دیکھ کر مولانا اعزاز علی صاحب نے کہا میں تو اس کو سمجھا نہیں،شاید طلبہ اپنی قابلیت سے لکھ دیں،اس میں تو منطق ہے مولانا رسول خاں نے فرمایا: بزاخفش بیضاوی میں کیا پڑھا ہے، بیضاوی میں تو ساری ہی منطق ہے،مولانا رسول خاں صاحب مولانا اعزاز علی صاحب کے استاذ تھے۔

حضرت مولانا ظفر احمد تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ اپنے وقت کے مشہور و معروف محدث اور حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے حقیقی بھانجے اور ہم زلف تھے۔

آپ کی ولادت ۱۳/ ربیع الاول ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۸۹۲ء کو محلہ دیوان دیوبند میں ہوئی، آپ کے والد محترم کا نام شیخ لطیف احمد عثمانی تھا اور دادا کا نام نہال احمد تھا۔

تعلیم و تربیت

آپ کی ابتدائی تعلیم دار العلوم دیوبند میں ہوئی پھر بعد میں مولانا اشرف علی تھانوی (نے آپ کو تھانہ بھون بلالیا، یہاں فارسی کی تکمیل کی اور عربی کی کچھ کتابیں پڑھیں، خود مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے پھر تھانہ بھون سے مدرسہ جامع العلوم کانپور بھیج دیا پھر مظاہر علوم سہارنپور جا کر تعلیم مکمل کی۔

درس و تدریس

آپ ۱۳۳۸ھ میں مظاہر علوم میں مدرس مقرر ہوئے اور سات سال تک یہیں درس و تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے، اس کے علاوہ تھانہ بھون میں درس و افتاء کی خدمت پر مامور رہے۔ ۱۳۴۹ھ میں رنگون تشریف لے گئے جہاں درس و تدریس کے علاوہ وعظ و ارشاد کا سلسلہ بھی جاری رکھا تھا ۱۳۹۸ھ میں ڈھاکہ بنگلہ دیش یونیورسٹی کے استاذ دینیات مقرر ہوئے اور یہاں ایک مدرسہ اشرف العلوم قائم کیا اس کے بعد ۱۳۵۴ھ میں دار العلوم ٹنڈو الہ یار سندھ پاکستان میں شیخ الحدیث کے عہدے پر فائز ہوئے اور آخری عمر

تک اسی سے تعلق قائم رہا۔

راہ سلوک

آپ کا اصلاحی و روحانی تعلق حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری سے تھا، اجازت وخلافت آپ کو حضرت تھانوی نوراللہ مرقدہٗ کی طرف سے بھی حاصل تھی، اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کی طرف سے بھی اجازت وخلافت تھی۔

آپ کا علمی کارنامہ

آپ کا سب سے اہم علمی کارنامہ اعلاء السنن کی ترتیب وتالیف ہے جس میں وہ تمام احادیث جس سے فقہ حنفی ماخوذ ہے جمع کردی ہیں یہ کتاب بیس جلدوں پر محیط ہے اس کے علاوہ بھی بہت سی تصنیفات ہیں۔

وفات

آپ کی وفات پچاس سال کی عمر میں پاکستان میں ۸/ دسمبر ۱۹۷۴ء مطابق ۱۳۹۴ھ کو ہوئی اور وہیں مدفون ہیں۔

○○○

حافظ نور محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

دنیا سے رخصت ہونے کے بعد طویل زمانہ تک جن کی یادوں کے نقوش دلوں میں جلوہ گر رہتے ہیں، جن کے کارناموں کی بناء پر دنیا انہیں یاد کرنے اور یاد رکھنے پر

مجبور ہوتی ہے جن کے چلے جانے سے دنیا میں پر نہ ہونیوالا خلا پیدا ہو جاتا ہے، اور ان کے بعد میں دنیا کو ان کی قدر ہوتی ہے اور ہر اپنا پرایا دوست و دشمن جن کی نیکی اور صلاحیت کا اعتراف کرتا ہے۔

انہیں خوش نصیب خدا ترس لوگوں میں سے جناب حافظ نور محمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی ذات گرامی بھی تھی جو ایک ایسی بستی کی طرف منسوب ہیں جہاں نہ صرف غیر مسلم بلکہ مسلمان سمجھا جانے والا طبقہ بھی نماز روزہ کا نام لینے والوں کو ملامت کا نشانہ بنائے بغیر نہ چھوڑتا تھا، کسی کی یہ مجال بڑی مشکل تھی کہ تہبند باندھ کر اس بستی کے پاس سے بھی گذر جائے بلکہ لانگ باندھنا ضروری تھا جو دیہات میں غیر مسلموں کا شعار ہے۔

غرض یہ کہ وہاں کے مسلمان غیر مسلموں کے عام رہن، سہن، صورت وشکل، لباس، بیاہ، شادی یہاں تک کہ نام اور بتوں کی پوجا تک میں برابر شریک ہوتے تھے اور ان ہی سب باتوں کو دین ومذہب جانتے اور مانتے تھے خود حافظ صاحب موصوف کا نام ''نورنگ'' تھا بعد میں نور محمد تبدیل کیا گیا۔

ایسی جہالت سے بھرپور بستی میں حافظ صاحب پیدا ہوئے اور اسی بستی میں حافظ صاحب مرحوم کا بچپن گذرا اور بستی کے دوسرے بچوں کی طرح (چوپائے) گائے، بھینس چرایا کرتے تھے مگر وہ قادر مطلق جب کسی کو نوازتے ہیں تو چرواہے کو نواز دیتے ہیں۔

جنگل میں کوئی مسلمان مسافر کبھی آتا جاتا مل جاتا تو حافظ صاحب اس سے کچھ نہ کچھ سیکھ لیتے کسی سے کلمہ یاد کرلیا کسی سے **''سبحانک اللھم''** کسی سے **''الحمد''** غرض یہ کہ اسی طرح قرآن کریم کا بہت سا حصہ از بر کرلیا، ایک مسافر مسلمان کو نماز پڑھتے دیکھ کر نماز کی کیفیت اور طریقہ معلوم کرلیا اور چھپ چھپ کر نماز ادا کرنے لگے تاکہ ساتھیوں کو معلوم نہ ہو جائے اس لئے نماز کے وقت پر پیشاب پاخانے کے بہانے سے کھیت کے اندر گھستے

اور نماز پڑھتے مگر مشک چھپانے سے کہاں چھپتا ہے ساتھیوں پر یہ راز کھل گیا اور رشدہ شدہ یہ حال لوگوں میں پھیلا کہ یہ نماز پڑھتے ہیں، تو لوگ اپنے دین میں ایک نئی ایجاد دیکھ کر چراغ پا ہو گئے اور بہت سخت سست کہا، ڈرایا دھمکایا، مارا، پیٹا اور جو تدبیر کر سکتے تھے کہ مگر سب تدابیر کو فیل دیکھ کر مقاطعہ کلی، بول چال، اور ہر طرح کا معاملہ بند کر دیا، تاکہ تنگ آ کر نماز روزہ چھوڑ دیں، مگر یہ ذائقہ ہے کہ جب اس سے کوئی واقف ہو جاتا ہے تو چھوڑ نہیں سکتا۔

دینی معلومات کا شوق ہوا تو قاری رستم علی صاحب (جو پٹلو کر کے رہنے والے تھے) کی خدمت میں پہنچے اور قرآن کریم ناظرہ ختم کر لیا، حالات ناساز گار ہوئے یہ سلسلہ تعلیمی چھوڑنا پڑا مگر خود ہی خود بغیر استاذ کے قرآن کریم حفظ کر لیا گھر والوں نے مجبوراً پرائمری ملھیڑہ میں داخلہ کر دیا مگر کبھی بھی نماز فوت نہیں ہوئی گو بڑی بڑی مشقتیں اس ماحول میں اٹھانا پڑیں، اسی شوق میں بھیسانی اسلام پور پہنچے حافظ عبد الرزاق صاحب نور اللہ مرقدہٗ مہتمم مدرسہ نے بطور مدرس حفظ مقرر کر لیا اس وقت حضرت مولانا علامہ رفیق احمد صاحب قدس سرہٗ کا قیام بھیسانی ہی تھا، حضرت مولانا علامہ نور اللہ مرقدہٗ سے موصوف نے خارج اوقات میں عربی کی کتابیں پڑھنا شروع کر دیں ادھر حافظ موصوف مرحو کی بڑی بیٹی بھی حضرت علامہ کے پاس پڑھتی تھیں باپ اور بیٹی دونوں ایک ہی وقت میں پڑھتے ہیں خدا کی دین بیٹی نے قرآن پاک حفظ کے ساتھ ساتھ عربی کی بعض کتابیں بھی پڑھ لیں یہی بیٹی ہیں جو حافظ قاری محمد حنیف صاحب زین پوری کے نکاح میں آئیں اور مدرسہ عاشقیہ تجوید القرآن پٹلو کر کی طالبات کی معلمہ بنیں۔ جہاں حافظ وقاری محمد حنیف صاحب مرحوم بھی ناظم اور صدر مدرس اور حافظ نور محمد صاحب مرحوم بھی ایک ہی وقت میں ایک ہی مدرسہ میں باپ بھی مدرس اور شوہر بھی اور بیٹی بھی۔ "ذالک فضل اللہ تو تیہ من یشاءُ"۔

حضرت مولانا علامہ رفیق صاحب نور اللہ مرقدہٗ جب بھیسانی سے مسیح الامت حضرت

مولانا مسیح اللہ خان نور اللہ مرقدہٗ صاحب مہتمم مدرسہ مفتاح العلوم جلال آباد کے اصرار اور تقاضوں سے مفتاح العلوم میں تشریف لے آئے تو حافظ موصوف بھی تھانہ بھون میں قیام پذیر ہو گئے اور مدرسہ جامعہ اشرفیہ میں تھانہ بھون میں مدرس ہو گئے اور دوپہر میں پیدل جلا آباد حضرت علامہ مرحوم صاحب سے سبق پڑھنے آتے اور وقت پر واپس تھانہ بھون پہنچ جاتے۔

اپنی بستی میں مسجد

دل میں خیال پیدا ہوا کہ اپنی بستی میں مسجد ہونی چاہیے ایسی بستی میں مسجد کی بنیاد کا تصور تک محال تھا مگر: ؎

مرد باید کہ ہراساں نہ شود
مشکلے نیست کہ آساں نشود

نہ کفر سے بھرپور بستی کا خیال آیا نہ اس کی تکلیف سے دل اکتایا سب کچھ برداشت کیا یہاں تک کہ راتوں کو لوگوں نے گھر پر پتھر تک برسائے مسجد کا سامان تک لوگ اٹھا لے جاتے، کتنی مرتبہ نل اکھاڑ دیا گیا۔ مگر واہ رے خلوص عزم اور وارادہ ایک بھی قدم پیچھے نہ ہٹا اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کئے برابر کوشاں رہا اور آج ایک عمدہ مضبوط مسجد اور مکتب رہتی دنیا تک کے لئے خلوص کی نشانی اور عبرت گاہ اور اپنے لئے صدقہ جاری بنا کر چھوڑ گئے۔

اس سلسلہ میں حافظ مرحوم نے کتنی سختیاں برداشت کی ہیں اور کتنے ناپاک مرحلوں کا مقابلہ کیا ہے یقیناً یہ ہمت لاکھوں میں کسی ایک کو بہ ہزار مشکل ملا کرتی ہے، کیسا وہ دور کہ اگر چبوترہ بنا کر اس پر نماز پڑھنے لگے تو چبوترہ تک کو توڑ دیا، کئی دفعہ ایسا ہوا کہ کچھ اینٹیں بچھائی نماز پڑھنے کے لئے مگر غیر مسلموں نے اکھاڑ پھینک دیں ایک طرف تن تنہا ایک غریب انسان ہے جو دنیوی قوتوں سے خالی ہے، مگر ایمان وخلوص کے ہتھیار سے لیس،

دوسری طرف دور دراز کفر سے بھری ہوئی پوری بستی ایک مؤمن کا مقابلہ ہے پوری شیطانی قوت سے ایسی صورت میں جو ہوا کرتا ہے جو ہوتا چلا آرہا ہے ہوا چند ہی دنوں میں تمام بستی والوں نے پنچایت کرکے طے کرلیا کہ مسجد تو بنالو مگر اذان نہ دینا چونکہ اس آواز سے ہمارے دیوتا بھاگ جاتے ہیں، اللہ تیری شان رفتہ رفتہ وہ دور آیا کہ ایک روز حافظ مرحوم گھر پر موجود تھے اتفاق سے فجر کی اذان ہوئی (شان خدا دیکھئے) کہ وہی دشمن خدا جو اب تک مسجد کا اور اذان کا سب سے زیادہ مخالف تھا صبح ہوتے ہی آتا ہے اور مسلمانوں کو مخاطب کرکے کہتا ہے کہ بھئی ابھی تو فلاں زندہ ہے ابھی تو ایسا نہ کرو تم نے اذان کیوں نہیں پڑھی؟ کل اذان دینے کی شکایت تھی اور آج اذان نہ دینے کی شکایت جس بستی میں کل تک تہبند تک چھوڑنا بہت بڑا جرم تھا اور الحمد للہ اذان کی آواز پوری بستی میں گونجتی ہے اور نماز باجماعت ادا کی جاتی ہے. بہت سے بچے مکتب میں قرآن کریم پڑھتے ہیں کسی نے سچ کہا ہے:

نگاہ مرد مؤمن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
جو ہو ذوق عمل پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

شاید ایسے ہی باہمت نفوس کے لئے کسی نے کہا ہے:

بڑی مدت میں ساقی بھیجتا ہے ایسا مستانہ
بدل دیتا ہے جو بگڑا ہوا دستور میخانہ

مجھے حافظ مرحوم کے وہ الفاظ جو انہوں نے اپنے خاص انداز میں فرمائے تھے اچھی طرح یاد ہیں مولوی صاحب میں تو یوں کہتا ہوں کہ ایمان کی لذت دین کا ذائقہ کوئی مجھ سے پوچھے خدا کی قسم دنیا کی کوئی چیز اتنی لذیذ اور خوش ذائقہ نہیں۔

یہی ذائقہ تھا جو موصوف کو تھوڑی رات گذرتے ہیں مصلیٰ پر لا کھڑ کر دیتا تھا، ایک رمضان بندے کو ان کیساتھ گذارنے کا اتفاق ہوا، دو سو رکعت نفل پڑھتے، ہر روز معمول تھا،

رمضان کے علاوہ بھی معلوم ہوا ہے کہ ایک سو رکعت نفل پڑھنا روز کا معمول تھا۔

ملہیڑہ ہسپتال میں بندہ جناب مولانا فرزند علی صاحب مدظلہم کی معیت میں موصوف مرحوم کی عیادت کے لئے حاضر ہوا جبکہ زبان کے علاوہ پورے بدن کی حرکت بند تھی، فرمایا: مولوی صاحب! مجھے آج بہت افسوس ہے بلوغ کے بعد سے آج تہجد کی نماز قضا ہوگئی۔

اسی شدت مرض میں بھی کہ جس میں حرکت تو بجا اتنا بھی احساس نہ تھا کہ کیا میرے بدن میں ہاتھ پیر بھی ہیں نماز قضا نہ ہونے دی اشارے سے نماز ادا کرتے اور بے ہوشی کے بعد جب ہوش آتا تو سب سے اول اذان کا سوال کرتے کہ اذان ہوگئی؟ اس وقت بھی نماز کی بیقراری سے بڑھ کر کوئی بے قراری نہیں تھی؟ دوسروں کی تکلیف کا اتنا احساس تھا کہ اس شدید مہلک مرض میں بھی ہر آنے والے کی تسلی فرماتے کہ بھئی میں تو ٹھیک ہوں فکر نہ کرو! یوں تو حافظ مرحوم کی پوری زندگی ہی نمونہ اور عبرت تھی مگر جو چیزیں موصوف کا خصوصی وصف تھا۔

(۱)...... بے تکلف سادگی؛ جس کا اثر لباس اور کھانے تک میں جیسا موٹا جھوٹا مل گیا پہن لیا کئی کئی پیوند لگنے سے بھی عار نہ تھی، اسی طرح کھانے میں جو بھی مل گیا جیسا مل گیا کھالیا۔

(۲)......احساس ذمہ داری: جس کی ذرا سی جھلک اس سے آجائے گی کہ موصوف ان دنوں مدرسہ عاشقیہ تجوید القرآن پٹلو کر میں صدر مدرس تھے جو پارسی سے تقریباً چار پانچ میل کے فاصلے پر ہے گھر میں بیمار ہونے کی وجہ سے مدرسہ میں قیام نہ کر سکتے تھے روزانہ گھر جانا ضروری تھا اور صبح مدرسے کے وقت سے پہلے مدرسہ میں آجاتے شاید ہی کبھی ایسا ہوا ہو کہ مدرسہ میں داخل ہونے سے پہلے گھنٹی بجی ہو، اگر کسی روز سائیکل نہ ہوتی تو تاخیر کے خیال سے صبح سویرے چل دیتے اور نماز فجر باجماعت ملہیڑہ ادا کرتے اور وقت پر مدرسہ پہنچ جاتے سخت سے سخت سردی کے اندر بھی

اس کے خلاف نہ ہوتا، آخر دم تک اسے نبھایا یہاں تک کہ اسی میں جان دیدی۔

اسی سالہ بوڑھا ذمہ داری کی خاطر پانی کو برف بنا دینے والی شدید ترین سردی سے ٹکراتا ہوا جا رہا ہے سردی کی شدت نے خون کی حرارت کو سرد کر دیا، اور ہاتھوں کی حرکت ختم ہو جانے کی وجہ سے سائیکل بے قابو ہو کر گر پڑی اور احساس ذمہ داری کا یہ پتلا بے حس وحرکت گہرے گڑھے میں کمر کے بل گرا جس سے سب اعضاء رئیسہ ماؤف ہو گئے وہاں سے اٹھا کر ہسپتال میں داخل کر دیئے گئے احساس ذمہ داری اور دین کی یہ لگن کہ حافظ محمد حنیف صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو موصوف کے داماد ہوتے ہیں عیادت کے لئے آئے تو تھوڑی دیر کے بعد ہی اصرار سے فرمایا کہ بھائی تم جاؤ کام کرو مدرسہ کا نقصان ہوگا۔

کوئی انسان اپنے ایسے قریبی رشتہ دار اور تعلق دار پھر اپنے مدرسہ کے ذمہ دار شخص کو جان بلب چھوڑ کر کیسے جانا گوارا کرے گا؛ بار بار اصرار کرنے کی وجہ سے جانا ہی پڑا خود راقم الحروف اور جناب مولانا فرزند علی صاحب مدظلہم عیادت کے لئے پہنچے رات وہیں گذاری صبح ہوتے ہی اصرار سے رخصت کیا کہ جلدی جاؤ اور مدرسہ کے وقت سے پہلے پہنچ جاؤ مدرسہ کا بلا وجہ حرج ہوگا۔

ہسپتال میں ہر قسم کی دوا استعمال کی گئی، مگر بے سود ثابت ہوئی، آخر اس حادثہ کے چوتھے روز ۲۸/ذی الحجہ بروز شنبہ داعی اجل کو لبیک کہا اور جام شہادت نوش فرمایا:

"انا للہ وانا الیہ راجعون"۔

یہ خبر بیک وقت قرب وجوار میں بجلی کی طرح پھیل گئی اور لوگوں کا ازدحام جمع ہو گیا۔ مقبولیت کا یہ اثر تھا کہ دفن کے وقت غیر مسلموں کا ہجوم مسلمانوں سے کسی طرح کم نہیں تھا مسلمانوں کی طرح وہ بھی بادیدہ نم متفکر و پریشان تھے یک شنبہ کو بندہ پارسی پہنچا تو داخل ہوتے ہی ایک غیر مسلم نے غمگین لہجہ میں کہا میاں اب پارسی میں کیا رکھا ہے وہ مولانا جس

سے پارسی کی رونق تھی اور جس کے پاس تم سب آتے جاتے تھے وہ تو کل ختم ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

پورے مدرسہ جامعہ اشرفیہ جسڑ سلطان نگر ضلع میرٹھ میں ماتم کیا گیا اور قرآن خوانی کے بعد دعائے مغفرت کی گئی اللہ تعالیٰ موصوف کو جنت الفردوس میں شہادت کے اعلیٰ ترین درجات نصیب فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے یہ چند سطریں سادہ طور پر بلا تکلف و تصنع شائع کی گئی ہیں کہ شاید اللہ تعالیٰ انکے ذریعہ کسی کو ہدایت فرما دیں اور نونہالان اسلام اس عجیب زندگی سے سبق حاصل کریں اللہ تعالیٰ ہم سب کو اتباع سنت عزم واستقلال، احساس ذمہ داری جیسی بے بہا دولت میسر فرمادیں۔ آمین! اللھم آمین!!

○○○

حضرت مولانا الحاج الشاہ محمد اسعد اللہ صاحب قدس سرہٗ

آپ کے والد ماجد کا نام مولانا رشید اللہ بن مولانا مفتی بشارت اللہ ہے، ۱۳۱۵ھ میں آپ کی پیدائش ریاست رامپور میں ہوئی، تاریخی نام مرغوب اللہ اور چراغ علی ہے

آپ نے قرآن شریف اپنی والدہ ماجدہ سے پڑھ کر کچھ عرصہ رام پور کے ایک سرکاری اسکول میں انگریزی تعلیم حاصل کی، شوال ۱۳۲۹ھ کے آخر میں آپ اپنے چچا حکیم محمد فضل اللہ صاحبؒ کے ساتھ رامپور سے تھانہ بھون تشریف لے آئے، یہاں پہنچ کر حضرت مولانا الحاج عبداللہ صاحبؒ گنگوہی قدس سرہٗ سے تعلیمی رشتہ قائم کیا، ابتدائی عربی سے متوسط کتابوں تک آپکے استاذ مولانا مرحوم رہے، ترجمہ کلام پاک اور مشکوٰۃ شریف حضرت اقدس تھانویؒ سے پڑھی مشکوٰۃ شریف کے چند اسباق حضرت مولانا عبداللہ صاحبؒ کے پاس بھی ہوئے۔

تھانہ بھون کے زمانہ میں آپ نے حضرت مولانا ظفر احمد صاحبؒ، حضرت مولانا شبیر علی صاحبؒ سے بھی متعدد کتابیں پڑھیں۔

شوال ۱۳۲۲ھ میں آپ مظاہر علوم سہارنپور میں تشریف لائے۔

۱۳۲۴ھ میں آپ مظاہر علوم کے معین مدرس بنائے گئے، ایک سال بعد شوال ۱۳۲۸ھ میں پندرہ روپے مشاہرہ پر مستقل استاذ تجویز کئے گئے۔

اہل برما کے مخلصانہ اصرار پر آپ ان کے یہاں دو مرتبہ تشریف لے گئے، مجموعی طور پر برما میں آپ کا قیام تین سال رہا، وہاں رہ کر آپ نے پورے تدبر و تیقظ کے ساتھ جامعہ کی انتظامی ذمہ داریوں کو سنبھالے رکھا، وہاں آپ کی ذات سے بہت علمی و دینی ماحول قائم ہوا، عقائد حقہ کی تبلیغ ہوئی، آپ کے وعظ و تقریر سے بہت سی دینی غلط فہمیوں کا ازالہ ہوا، سنت و بدعت کی حقیقت اور ان میں باہمی فرق وہاں کے عوام پر آشکارا ہوا۔

یکم صفر ۱۳۶۵ھ میں آپ اپنی مادر علمی مظاہر علوم سہارنپور کے نائب ناظم بنائے گئے، حضرت مولانا عبداللطیف صاحبؒ کے سانحہ ارتحال کے بعد یکم محرم الحرام ۱۳۷۴ھ میں آپ ناظم اعلیٰ منتخب ہوئے۔

آپ کی پوری زندگی علم و عمل اور احیائے دین کے لئے قربانیاں دینے میں گزری، ریواڑی، پنجاب، راجپوتانہ، متھرا، آگرہ، گانوہ کی زمین آپ کی ان خدمات کو ابھی تک نہ بھولی ہوگی، جو آپ نے ارتداد اور شدھی کے سنگین اور ہولناک زمانہ میں وہاں جا کر انجام دیں۔

تاریخ کے اس ہولناک دور میں راجپوتانہ اور ملکانوں کا علاقہ آپ کے لئے گھر کا آنگن اور مکان کا صحن بنا ہوا تھا، قریہ قریہ اور گاؤں گاؤں تشریف لے جا کر وعظ فرماتے، تقریریں کرتے، مناظرہ کی مجلسیں منعقد کر کے آریوں اور اسلام دشمن جماعتوں کو زیر

کرتے، صبح سے شام تک جنگلوں اور پتھریلے علاقوں کا سفر کر کے اسلام کی دعوت دینا اور شب میں چنے کھا کر کسی درخت کے نیچے رات گزار دینا آپ کا معمول بن گیا تھا، جن علاقوں میں مذہبی تعصب اور بے گانگی زیادہ ہوتی وہاں کے دوکاندار آپ کے ہاتھوں چنے فروخت کر دینے سے بھی انکار کر دیتے تو مجبوراً وہ رات فاقہ کے ساتھ بسر کرنی پڑتی۔

اس زمانہ میں جذبہ دعوت آپ پر اس قدر چھا گیا تھا، کہ بغض وعناد سے بھرے ہوئے علاقوں میں جہاں کوئی شناسا تو کیا ملتا کلمۂ دین وقرآن پر ایمان رکھنے والا بھی نہ ہوتا تھا، آپ تمام خطرات وخدشات کا مقابلہ کرتے ہوئے، کبھی جماعت لیکر اور بسا اوقات تن تنہا پہنچ جاتے اور پورے یقین اور بھرپور عزم وایقان کے ساتھ وحدانیت ورسالت پر تقریر فرماتے، اس پر کئے جانے والے اعتراضات کے تسلی بخش جوابات دیتے اور اپنے سامعین کو اس حقیقت پر جما دیتے کہ اسلام تمام مذاہب کے مقابلہ میں سب سے برتر مذہب اور سب سے بڑھ کر ہے۔

جب کسی علاقہ یا گاؤں کے متعلق آپ کو معلوم ہوتا کہ وہاں صبح کو ارتداد کا بازار گرم ہوگا، اور آریہ سماج کے بڑے بڑے لیڈر پنڈت مدن موہن مالویہ، شردھانند پنڈت دھرم بھکشو وغیرہ آئیں گے، تو آپ بے چین ہو جاتے اور ہزار دقتیں اٹھا کر راتوں رات اس علاقے میں پہنچ جاتے اور صبح ہوتے ہی مدلل اور مستحکم تقریر کے ذریعہ میدان اپنے ہاتھ میں لے لیتے اور اسلام کی حقانیت ثابت کر کے اہل باطل پر اس قدر عرصہ حیات تنگ کرتے کہ انہیں راہ فرار اختیار کرنی پڑتی، کتنی مرتبہ ایسا ہوا کہ باطل کے ان علم برداروں نے اپنے نظام اور جلسے صرف اس وجہ سے ملتوی کر دیئے کہ وہاں جامعہ عربیہ مظاہر علوم سہارنپور کی جانب سے حضرت مولانا قدس سرہٗ پہنچ چکے تھے، اور ان کے خلاف اپنی دفاعی حیثیت مضبوط کر چکے تھے۔ "جزاہ اللہ تعالیٰ عن الاسلام والمسلمین"

شاعری کا ذوق آپ کو ہمیشہ رہا نوعمری سے ہی اشعار، غزلیں، نعتیں اور مدحیہ قصائد بکثرت کہے، مشاعروں میں شرکت بھی فرمایا کرتے تھے، اپنا کلام بھی سناتے لیکن شاعری میں کسی کو اپنا استاذ نہیں بنایا، اس کے باوجود اونچے اونچے نامور شعراء آپ کے کلام سے محظوظ ہوتے اور آپکو سلطان کشورسخندانی، سریرآرائے ملک معانی، تاج البلغاء سراج الادباء جیسے القاب سے یاد کرتے۔

مظاہر علوم جیسی معیاری دینی درسگاہ کے عہدۂ اہتمام کو آپ نے جس بیدار مغزی اور حوصلہ مندی کے ساتھ سنبھالا اس سے آپ کی قوت عمل انتظامی صلاحیت اور بھرپور فہم وفراست کا بخوبی علم ہوتا ہے۔

آپ نے اپنا اصلاحی تعلق حضرت اقدس تھانوی نوراللہ مرقدہٗ سے قائم کیا، کثرت کے ساتھ خدمت والا میں حاضر ہوتے، بعض مرتبہ طویل قیام کی نوبت بھی آجاتی، حصول علم کے دوران حضرت تھانویؒ سے بیعت کی درخواست کی، حضرت حکیم الامتؒ طلباء کو بیعت نہیں کرتے تھے، کہ پہلے تعلیم مکمل کرلو، اس کے بعد بیعت ہونا لیکن آپ کی صلاحیتوں اور درخشاں مستقبل کو محسوس فرما کر اسی وقت بیعت فرما کر داخل سلسلۂ عالیہ کرلیا اور پھر بعد میں چاروں سلاسل میں آپ کو اجازت بیعت مرحمت فرمائی۔

آپ کی ذات سے جس طرح علمی فیض جاری ہوا اسی طرح روحانی سلسلہ کو بھی ترقی ہوئی، متعدد حضرات آپ کے فیض صحبت سے صاحب نسبت وتعلق ہوئے، جن حضرات کو آپ نے اجازت بیعت وخلافت فرمائی، وہ سب الحمد للہ مخلوق کے لئے ذریعہ خیر وبرکت بنے ہوئے ہیں، اوران سے دین کی مہتم بالشان خدمات جاری وساری ہیں۔

تصنیفات وتالیفات

(۱) اسعاد النحو، (۲) تکمیل العرفان فی تسہیل حفظ الایمان، (۳) فتنۂ ارتداد اور مسلمانوں کا فرض، (۴) القطائف من اللطائف (۵) حجاج (۶) اسعاد الطالبین (۷) صحائف اسعد، (۸) کلام اسعد (۸) کلام (۹) مصباح الطحاوی (۱۰) اسعاد الاسعد المکالمۃ بینی وبین المعقولین وغیرہ حضرت مولانا قدس سرہٗ کی تصنیفات ہیں۔

○○○

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہٗ

آپ کی ولادت ۱۲؍رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ کو کاندھلہ میں ہوئی، اور علم دین کی غذائے لطیف پر آپ کی پرورش ہوئی، بچپن ہی میں آپ گنگوہ بھیج دیئے گئے، جہاں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ (جنکا آپ کے والد ماجد سے خصوصی تعلق تھا) کے سایۂ عاطفت اور دامانِ شفقت میں آپ کا نشوونما ہوا، اور آپ ان کی گود میں کھیلے اور پلے بڑھے، آپ نے شعور کی آنکھیں کھولیں تو محبت وشفقت کا یہ ماحول اپنے چاروں طرف پایا، جب آپ کی عمر ۸؍سال کی ہوئی، تو مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ نے انتقال فرمایا، لیکن آپ ۱۸؍سال کی عمر تک گنگوہ میں رہے، آپ کے والد ماجد کو آپ کی تربیت کا بڑا خیال تھا، اور وہ آپ کی ہر نقل وحرکت اور ہر چھوٹی بڑی چیز پر پوری نظر رکھتے تھے، آپ کے والد کو آپ کی تعلیم سے زیادہ آپ کی تربیت کا اہتمام تھا، اردو فارسی کی ابتدائی کتب آپ نے اپنے عم نامدار حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہٗ سے پڑھی، اور قرآن مجید حفظ کیا۔

۱۳۲۵ھ میں آپ اپنے والد کے ساتھ حصول علم میں لگ گئے۔

۱۳۲۳ھ میں صحاح ستہ (سنن ابن ماجہ کو چھوڑ کر) اپنے والد سے پڑھیں۔

۱۳۲۴ھ میں بخاری اور ترمذی شریف اپنے استاذ اور مرشد ومربی حضرت مولانا خلیل احمد صاحب محدث سہارنپوری قدس سرہٗ (جن کا خلیفہ ہونا اور فیضان علم ومعرفت کا واسطہ ہونا آپ ہی کی قسمت میں تھا) سے پڑھیں، اس کا سلسلہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہٗ ہی کی خواہش وایماء سے شروع ہوا تھا، اس لئے کہ حضرت مولانا قدس سرہٗ کو سعادت، صدق طلب، اور علو ہمت کے آثار اپنے تلمیذ رشید میں صاف نظر آ رہے تھے، نیز والد صاحب رحمہ اللہ سے بھی، حضرت سہارنپوریؒ کا گہرا تعلق اور ارتباط تھا، جو اس کا سبب بنا۔

آپ نے پوری مدت درس ومطالعہ میں کامل انہماک اور یکسوئی میں گزاری اور صرف اسباق اور اسباق کی تیاری اور حدیث کے ماٰخذ ومراجع اور کتابوں سے واسطہ رکھا جب آپ کے شیخ حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہٗ نے سنن ابو داؤد کی شرح لکھنی چاہی تو اس میں آپ کو اپنا دست راست بنایا، اس طرح بذل المجہود بشرح ابی داؤد پانچ ضخیم جلدوں میں تیار ہوگئی۔ اب وہ عربی ٹائپ میں ۲۰؍جلدوں میں مصر سے شائع ہوئی۔

اسی محنت وکوشش نے آپ کے اندر تصنیف وتالیف کا خاص ذوق اور ملکہ پیدا کر دیا اور فن حدیث پر آپ کی نظر بہت گہری اور وسیع ہوگئی، اور بالآخر خلافت ونیابت اور مقبولیت ومرجعیت کی دولت حاصل ہوئی۔

محرم ۱۳۲۵ھ کے شروع میں آپ اسی مدرسہ مظاہر علوم میں جس میں آپ کے شیخ تدریس کے فرائض انجام دے رہے تھے (اور جس میں آپ کے والد صاحبؒ بھی مدرس رہ چکے تھے) بہت قلیل مشاہرہ پر مدرس مقرر ہوگئے، اس وقت تمام اساتذہ میں آپ سب سے کم عمر تھے، لیکن اس کے باوجود وہ اہم کتابیں جو اکثر نوجوان اساتذہ کو نہیں ملتیں، آغاز تدریس ہی میں آپ کو مل گئیں، یہاں تک کہ آپ صدر مدرس اور اسکے بعد شیخ الحدیث

کے منصب جلیل پر فائز ہوئے، آپ کا زیادہ تر اشتغال سنن ابی داوٗد سے رہا، ناظم مدرسہ حضرت مولانا عبداللطیف صاحبؒ کے انتقال کے بعد صحیح بخاری شریف مکمل آپ کے سپرد کردی گئی، اور ضعف بصارت اور امراض کے تسلسل کے باوجود طویل عرصہ تک آپ کا اسی سے اشتغال رہا۔

مدرسہ کی تنخواہ آپ نے کبھی قبول نہ کی، شروع زمانہ میں قبول کی ہوئی تنخواہ بعد میں مدرسہ میں جمع فرمائی، اس طرح حدیث کی یہ خدمت اس پورے طویل عرصہ تک آپ نے بلا معاوضہ اور خالصتاً اجروثواب کی نیت سے انجام دی، اور اس کا مادی بدلہ قبول کرنے کے کسی طرح روادار نہ ہوئے، دو مرتبہ آپ کو دوسری جگہوں سے بڑے گرانقدر مشاہرہ پر مدرسی کی پیش کش ہوئی، جو اس برائے نام تنخواہ سے بہت زیادہ تھی، لیکن آپ نے پورے عزم واستقامت اور یقین واعتماد کے ساتھ اس سے معذرت کردی، اس کا صلہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو پھر ایسا دیا جس کا شاید تصور بھی اس وقت آپ کو نہ آتا ہوگا، اور ہر طرح کے انعامات والطاف سے آپ کو سرفراز فرمایا۔

۱۳۴۴ھ کے سفر میں آپ کو اپنے شیخ سے اجازت عامہ اور خلافت مطلقہ حاصل ہوئی حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قدس سرہٗ نے ۱۳۴۵ھ میں مدینہ طیبہ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے، اور مسند ارشاد وتدریس درس حدیث، مسترشدین و مریدین کی تربیت ونگرانی، ملک کے مختلف دینی مراکز سے تعلق ورابطہ، دینی و تبلیغی، جماعتوں کے ساتھ مخصوص توجہ، کا یہ اہم کام آپ کی ذات سے متعلق ہوگیا، چنانچہ آپ کا دولت خانہ علماء وطلباء اور مختلف النوع مہمانوں کا مرکز بن گیا، سستی آپ کو چھو کر نہیں گزری، باغ و بہار طبیعت کے مالک، خوش اخلاق اور مہمان نواز مجلس میں مہمانوں سے ہنسنے ہنسانے کی دل چسپ باتیں کرتے، چشم پر آب رہتیں، اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام

رضی اللہ عنہم یا اولیاء امت کا تذکرہ یا کوئی مناجات اور شوقیہ اشعار پڑھے جاتے تو اس وقت ضبط واخفاء حال کی کوشش کے باوجود آپ کے آنسو چھلک پڑتے اور آپ کی اس اندرونی کیفیت اور سوز فرقت کو ظاہر کردیتے۔

خصوصیت سے رمضان میں آپ کی مشغولیت اور روزانہ ایک قرآن مجید ختم کرنے کا معمول شب بیداری اور بہت قلیل غذا پر قناعت، دوسری سب سے بڑی مشغولیت رمضان میں یہ رہتی کہ سینکڑوں بندگان خدا آپ کے یہاں اکثر پورے ماہ مبارک کا اعتکاف کرتے اور آپ کے مہمان ہوتے جن کی تعداد ہزار ڈیڑھ ہزار تک پہنچ جاتی، رمضان المبارک کے اس نورانی اجتماع کے لطف وکیف کا اندازہ اس کو ہوسکتا ہے جس کو رمضان المبارک کے دنوں میں وہاں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی ہو۔

بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کے ادب، ذات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے عشق وشیفتگی کی وجہ سے حجاز مقدس کے متعدد اسفار فرمائے، اور تمنا فرماتے کہ اسی پاک سرزمین میں آپ کو مستقل قیام کا موقع مل جائے، اور یہیں سے اپنے مالک کے دربار میں حاضر ہوں واپسی کا ذکر تک آپ کو بہت شاق ہوتا لیکن ہندوستانی مسلمانوں کے پرخلوص اصرار نیز انکے مخصوص مسائل کا یہ تقاضہ تھا کہ آپ انکے درمیان تشریف فرما ہوں، دینی مدراس اور تبلیغی جماعت کے لئے بھی آپ کی سرپرستی ورہنمائی بے حد ضروری تھی، چنانچہ ان تمام تقاضوں سے مجبور ہو کر، بالاخر حجاز مقدس کی کشش اور مدینہ کے قیام کے شوق نے وہاں کے قیام کو اصل اور ہندوستان کے قیام کو (جو رمضان المبارک میں خدام واہل تعلق کی تربیت اور ہندوستانی مسلمانوں کی معنوی تقویت کے لئے بہ مجبوری اختیار کیا جاتا تھا) ثانوی وعارضی بنانے پر مجبور ہوئے ۱۳۸۹ھ مطابق ۱۹۶۹ء سے آپ نے مدینہ میں مدرسہ علوم شرعیہ کو جو مسجد نبوی کے زیر سایہ باب النساء و باب جبرئیل سے متصل تھا، اپنی مستقل قیام

گاہ بنالیا تھا، وہاں بھی ذکر وشغل مریدین کی تربیت تصنیف وتالیف اور ڈاک کے ہی مشاغل رہتے جو آپ کی زندگی کا معمول بن گئے تھے۔

یکم شعبان ۱۴۰۲ھ بروز پیر مدینہ طیبہ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے، فقیہ الامت مفتی صاحب قدس سرہٗ کے اس شعر میں تاریخ وفات کو بیان کیا گیا ہے۔

یک شعبان چودہ سو دو پیر کا دن بعد عصر
ہے یہ تاریخ وصال حضرت شیخ الحدیث

○○○

حکیم الاسلام عارف باللہ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ

سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند سیرت طیبہ کے چند نقوش

ولادت

آپ کی ولادت باسعادت محرم الحرام ۱۳۱۵ھ مطابق جون ۱۸۹۷ء بروز اتوار دیوبند میں ہوئی آپ کا نام محمد طیب تجویز کیا گیا اور تاریخی نام مظفر الدین رکھا گیا، اول نام سے آپ کی شہرت ہوئی۔

تعلیم وتربیت

حضرت قاری صاحب جب اس عمر کو پہنچے جس عمر میں عموماً بچوں کو بسم اللہ کرائی جاتی ہے تو اکابر کے مجمع میں آپ کی بسم اللہ حضرت مولانا ذوالفقار علی صاحب والد ماجد شیخ

الہند کے ہاتھ پر ہوئی جو اس وقت دیو بند ہی نہیں بلکہ پورے ہندوستان میں علم وفضل دین وتقویٰ کے اعتبار سے ممتاز تھے، بسم اللہ کی اس مجلس میں حضرت مولانا ذوالفقار علی صاحب، حافظ احمد صاحب، اور مولانا حبیب الرحمن صاحب جیسے پائے کے بزرگ اور عالم تھے، بسم اللہ کے بعد اکابر نے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی، بزرگوں کے اٹھے ہوئے ہاتھوں کی اللہ نے لاج رکھی، اور حضرت قاری صاحب علم وفضل اور کمال شہرت کے اس مقام پر پہنچے کہ ہندوستان کی بہت کم علمی دینی شخصیتوں کو یہ مقام نصیب ہوا۔

حضرت قاری صاحب کو قرآن کریم حفظ کے لئے حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کے مشورہ سے قاری عبد الوحید صاحب الہ آبادی کو الہ آباد بلوایا گیا، جب وہ دیوبند آگئے تو حضرت شیخ الہند نے حضرت قاری صاحب سے گذارش کی کہ ان کو دار العلوم میں رکھ لیا جائے تاکہ قاری صاحب کے ساتھ دوسرے طلبہ بھی مستفید ہوسکیں، اس طرح دار العلوم دیوبند میں شعبہ تجوید کا اجراء ہوا۔

گویا یہ حضرت قاری صاحب کی برکت کا پہلا ظہور تھا۔

حضرت قاری صاحب فرماتے ہیں کہ دار العلوم میں شعبہ تجوید قائم ہونے کا سبب میں ہی ہوں اور میں ہی اس شعبہ کا پہلا شاگرد ہوں ۱۳۲۶ھ میں جب آپ کی عمر ۱۱/سال ہوئی آپ نے حفظ قرآن تجوید کے ساتھ مکمل فرمالیا، اللہ تعالیٰ نے آپ کو جہاں جمال صورت وسیرت سے نوازا تھا وہیں آپ کی آواز بھی بلند تھی اور اس میں لحن داؤدی بھی تھا، جس مجلس میں آپ قرآن کریم کی تلاوت فرماتے، ایک سماں باندھ جاتا، اکابر آپ سے قرآن سنتے، حکیم الامت حضرت تھانوی کی خدمت میں تھانہ بھون حاضر ہوتے تو حضرت جہری نماز کے لئے آپ ہی کو آگے بڑھاتے، یہ صرف حضرت قاری صاحب کی خصوصیت تھی ورنہ خانقاہ تھانہ بھون کی مسجد میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی موجودگی میں دوسرا امام نہیں ہوتا تھا۔

حفظ قرآن کی تکمیل کے بعد آپ نے فارسی ریاضی وغیرہ کی تکمیل کی ۱۳۳۰ھ میں عربی میں داخل ہوئے،اور آپ کی ابتدائی کتابیں بھی انہیں کے پاس ہوئیں، جوعلوم اسلامیہ میں امامت کا درجہ رکھتے تھے، جیسے حضرت شیخ الہند،حکیم الامت حضرت تھانوی، علامہ انور شاہ کشمیری مفتی اعظم مولانا عزیز الرحمن صاحب،علامہ شبیر احمد عثمانی،حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری وغیرہم انہیں حضرات اساتذہ سے علوم عقلیہ ونقلیہ کی تکمیل کی اور ۱۳۳۷ھ میں آپ فارغ ہوئے۔

جامع الصفات ہستی

آپ کو اللہ تعالیٰ نے تمام تر خوبیوں سے نوازا تھا اور مجمع کمالات بنایا تھا اسلاف صالحین کی تمام خصوصیات وکمالات آپ میں موجود تھیں،حضرت مولانا اشرف سعودی صاحب دامت برکاتہم مدیر مدرسہ ماہی سبیل بنگلور رقمطراز ہیں:

''حکیم الاسلام! آپ علم وحکمت کے چمکتا ہوا چاند تھے،جس کی خنک اور ٹھنڈی چاندنی ہزاروں کے لئے وجہ سکون اور سامان قرار تھی،کسی بھی محفل میں آپ قدم رنجہ فرماتے تو واقعی ایسا محسوس ہوتا کہ ماہتاب علم وحکمت طلوع ہو رہا ہے، چادر مہتاب پھیلتی جارہی ہے اور وہ دماغ سکون وطمانیت کی ایسی لطیف کیفیات سے آسودہ ہوتے چلے جاتے ہیں جن کو بیان نہیں کیا جاسکتا اس میں کوئی مبالغہ نہیں کہ آپ حکیم الاسلام تھے،خطیب الاسلام تھے،فخر الاماثل تھے زبدۃ الافاضل تھے،عظیم المرتبت تھے،رفیع المنزلت تھے،رئیس المتکلمین تھے،سلطان الواعظین تھے،پیر رہرواں تھے، سالار قافلہ تھے سرخیل طائفہ تھے یادگار سلف تھے تاجدار خلف تھے بزرگوں کی

آبرو تھے، خردوں کی آرزو تھے، چشم چراغ تھے، گل سرسبد چمنستان قاسمی تھے، ملت اسلامیہ کی شان تھے، جماعت علماء کی آن تھے۔

اللہ رب العزت نے آپ کو اتنے اوصاف عالیہ سے نوازا تھا اور آپ کی ذات بابرکت میں اتنے کمالات ودیعت فرمادیئے تھے، کہ ہر خطاب آپ پر جچتا تھا، اور ہر لقب آپ کی کلاہ افتخار میں نگینے کی طرح جڑ جاتا تھا۔ کہتے تھے:۔

بخت اگر رسا شود دست دہد سبوئے خوش
از نگہ سمن بری لالہ رخ نکوئے، خوش
باغ و بہار ماندید یعنی کہ جنت النعیم
روئے خوش است وخوئے خوش وبوئے خوش گلوئے خوش

درس وتدریس

فراغت کے بعد دارالعلوم دیوبند میں درس وتدریس کا آغاز کیا، اور درس نظامی کی مختلف کتابیں پڑھائیں، تدریسی زمانہ ے ۱۳۳ھ سے ۱۳۴۳ھ تک رہا، مشکوۃ شریف عرصہ تک پڑھائی اس کے علاوہ احادیث کی دوسری کتابیں بھی گاہے بگاہے آپ کے ذمہ رہیں، حضرت مولانا فخر الدین صاحب کے انتقال کے کچھ دنوں تک آپ نے بخاری شریف کا درس دیا مگر ضعف و پیری کثرت مشاغل اور کثرت اسفار کی وجہ سے مستقل اس کا درس دینا آپ کے لئے دشوار تھا، جس کی وجہ سے آپ نے بخاری شریف کی تدریس سے سبکدوشی کرلی، حجۃ اللہ البالغہ سے آپ کو خصوصی شغف تھا، اس کتاب کو آپ نے ہمیشہ پڑھایا، اور اخیر میں بھی اس کا درس دیتے رہے۔

بیعت وخلافت

۱۳۳۹ھ میں حضرت شیخ الہند سے بیعت ہوئے، شیخ الہند کی وفات کے بعد حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف رجوع کیا، اور تربیت حاصل کی اور ۱۳۵۰ھ میں حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ سے اجازت وخلافت سے سرفراز کئے گئے تاریخ سلوک وتصوف میں یہ منفرد سعادت کبریٰ حکیم الاسلام کو مشیت ربانی نے عطا فرمائی کہ ان کے مرشد حضرت حکیم الامت نے مرض وفات میں ایک مرتبہ حاضری کے موقعہ پر آپ کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر بوسہ دیا اور اپنے قلب مبارک پر رکھ کر فرمایا کہ:

> ''اس ہاتھ سے ایک عجیب وغریب سکون وسکینت اپنے قلب میں محسوس کرتا ہوں، اور اس کے بعد حضرت حکیم الاسلام رحمۃ اللہ علیہ کے علمی وروحانی فیضان اور عمر وصحت وسلامتی میں برکت کے لئے مستجاب دعائیں دے کر رخصت فرمایا۔''

شعروشاعری

بلند پایہ مصنف اور خطیب ہونے کیساتھ آپ قادر الکلام شاعر بھی تھے اور کبھی کہنے پر آتے تو چار چار پانچ پانچ سو اشعار پر مشتمل نظمیں کہہ ڈالتے تھے جس پر آپ کے شعری مجموعہ (۱) جنون شباب (۲) عرفان عارف (۳) آنکھ کی کہانی (۴) ارمغان دار العلوم شاہد ہیں۔

اہتمام دارالعلوم دیوبند

دارالعلوم کا منصب اہتمام ہمیشہ باوقار رہا ہے، اس منصب پر جو حضرات مہتمم رہے ہیں، وہ اپنے وقت کی یادگار و نابغہ روزگار شخصیتوں میں سے تھے، دارالعلوم کے مہتممین کی فہرست میں حضرت حاجی عابد حسین صاحب، حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب، حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب عثمانی رحمہم اللہ جیسے لوگ ہیں ان میں حضرت قاری صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے والد ماجد حضرت حافظ صاحب دارالعلوم کے مہتمم رہے، اور نائب مہتمم حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب عثمانی تھے ۱۳۴۳ھ میں حضرت قاری صاحب کو آپ کے والد ماجد صاحب کا قائم مقام کر دیا گیا حضرت حافظ احمد صاحب کے انتقال کے بعد حضرت عثمانی مہتمم ہو گئے، اور آپ نائب اہتمام پر رہے، حضرت مولانا حبیب الرحمن عثمانی کے انتقال کے بعد ۱۳۴۸ھ میں آپ نے اہتمام مصنب کو سنبھالا اور تا حیات اس عہدہ کو زینت بخشی۔

اس طرح دارالعلوم دیوبند کے انسٹھ سال میں پانچ مہتمم حضرات نے اپنی مخلصانہ خدمات کے ذریعہ اس مدرسہ عربی کو ملک گیر دارالعلوم کے مقام رفیع تک پہنچایا، اور اس کی عمر کے مابعد ساٹھ سال میں تن تنہا حضرت حکیم الاسلام رحمۃ اللہ علیہ نے بلاشرکت غیرے اس دارالعلوم کو ’’عالمی مرکزی اسلامی یونیورسٹی‘‘ کے بام عروج تک پہنچایا۔

آپ کے دور میں دارالعلوم میں ہر اعتبار سے ترقی ہوئی، عمارات کا طویل سلسلہ قائم ہوا، طبیہ کالج کا قیام عمل میں آیا، مدرسین کا اضافہ ہوا۔

حضرت قاری صاحب قدس سرہٗ کا مفتاح العلوم جلال آباد سے تعلق

حضرت قاری صاحب قدس سرہٗ کو مفتاح العلوم سے خاص تعلق تھا بعض دفعہ

بلا دعوت اور بلا اطلاع بھی اچانک تشریف آوری ہوجایا کرتی تھی۔

ایک دفعہ اچانک تشریف آوری ہوئی، تمام طلبہ اساتذہ دارالحدیث میں جمع ہو گئے حضرت قاری صاحب قدس سرہٗ کے ہمراہ باہر کے (غیر ملکی) مہمان بھی تھے، حضرت قاری صاحب قدس سرہٗ نے اپنی تشریف آوری کی وجہ بتاتے ہوئے ارشاد فرمایا: کہ ان مہمانوں کو دارالعلوم دکھانے کے لئے آیا ہوں کہ یہ بھی دارالعلوم ہے، جہاں جہاں دارالعلوم کے فضلاء کام کر رہے ہیں وہ سب دارالعلوم ہی ہے کہ وہ دارالعلوم کا ہی فیض ہے۔

بے نفسی وتواضع کا عجیب واقعہ

ایک واقعہ حضرت علامہ رفیق احمد صاحب قدس سرہٗ نے مفتاح العلوم کے ابتدائی ایام کا سنایا جس سے حضرت قاری صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے بہت سے کمالات پر روشنی پڑتی ہے۔

فرمایا مفتاح العلوم جلال آباد سالانہ جلسہ میں حضرت مدنی قدس سرہٗ کی تشریف آوری تجویز تھی، حضرت مدنی قدس سرہٗ کو لینے کے لئے میں دارالعلوم دیوبند حاضر ہوا، وہاں دیکھا کہ حضرت مدنی قدس سرہٗ سخت علیل ہیں سفر دشوار ہے، جس کی بناء پر حضرت مدنی قدس سرہٗ نے معذرت فرمادی، حضرت مدنی قدس سرہٗ کے معذرت فرمانے کے بعد میں حضرت قاری صاحب قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوا، حضرت قاری صاحب قدس سرہٗ دار الاہتمام میں کام میں مشغول تھے، ان کے سامنے صورت حال رکھی کہ اس طرح جلال آباد میں جلسہ ہے حضرت مدنی قدس سرہٗ کی تاریخ ہے، مگر حضرت مدنی شدت علالت کی بناء پر تشریف لے جانے سے معذور ہیں اس لئے آپ تشریف لے چلیں۔ حضرت قاری صاحب قدس سرہٗ نے یہ سن کر قلم جس سے لکھ رہے تھے اٹھا کر رکھدیا اور فرمایا ذرا مہلت دیجئے کہ میں گھر تک ہو آؤں، گھر تشریف لے گئے اور ایک جوڑی کپڑے لنگی میں لپیٹ کر ہاتھ میں لئے

ہوئے تشریف لائے کہ چلئے، اس وقت نہ موٹر کار کی سہولت تھی اور نہ ہی کوئی اور انتظام تھا، جلال آباد جانے کے لئے دیوبند سے پہلے سہارنپور جانا ہوتا تھا اور وہاں سے بذریعہ ٹرین جلال آباد پہنچتے تھے، چنانچہ دیوبند سے سہارنپور پہنچے ٹرین صبح کے وقت تھی شام کو سہارنپور پہنچے اور وہیں ایک چھوٹی سی مسجد میں قیام فرمایا اس وقت نہ بجلی تھی،

نہ پنکھوں کا دور شروع ہوا تھا مچھروں کی خوب کثرت تھی اس حالت میں مسجد میں قیام کیا اور صبح ٹرین میں سوار ہو کر جلال آباد پہنچے جلال آباد اسٹیشن پر مفتاح العلوم کے اساتذہ اور طلبہ حضرت مدنی قدس سرہٗ کے استقبال کے لئے کھڑے ہوئے تھے، انہیں حضرت مدنی قدس سرہٗ کی علالت اور معذوری کا علم نہیں تھا سب نے یہی سمجھا کہ حضرت مدنی قدس سرہٗ تشریف لے آئے ہیں، سب نے حضرت مدنی زندہ آباد شیخ الاسلام زندہ باد کے نعرے لگانے شروع کر دیئے، اور مدرسہ تک اسی نعرے لگاتے رہے، اور حضرت قاری صاحب قدس سرہٗ پر اس کا کوئی اثر نہیں تھا، بخوشی سفر پورا کیا، اور جلسہ سے فارغ ہو کر پھر سہارنپور کے راستہ ہی واپسی ہوئی، اس واقعہ سے حضرت قاری صاحب قدس سرہٗ کی خورنوازی اور رواداری تواضع وانکساری، صبر وتحمل، دینی خدمت کا جذبہ اور اس کے لئے قربانی ومجاہدہ جیسی متعدد صفات کا علم ہو جاتا ہے۔

دوسرا واقعہ

حضرت قاری صاحب قدس سرہ، کے تحمل و بردباری کا ایک عجیب واقعہ بندہ کے علم میں بھی ہے، بڑوت کے قریب ایک بستی (کشن پور برال) میں جلسہ کی تاریخ حضرت قاری صاحب نے طے فرمائی تھی، حضرت کو اس بستی کا نام یاد نہیں رہا، بڑوت تشریف لائے اور وہاں پھونس والی مسجد میں دریافت فرمایا کہ یہاں قریب میں کسی بستی میں جلسہ ہے،

بتایا گیا کشن پور براں میں آج جلسہ ہے کشن پور براں پہنچے معلوم ہوا کہ شام سے جلسہ شروع ہوگا حضرت قاری صاحب قدس سرہٗ دو پہر کو ہی پہنچ گئے تھے، استنجے کا تقاضہ ہوا، کسی نے پیشاب خانہ کی طرف رہنمائی کی، دیکھا کہ اینٹیں اوپر نیچے کرکے رکھدی گئی ہیں، اور اینٹیں جمی ہوئی بھی نہیں ہیں، قدم رکھنے سے انکے گر جانے کا خطرہ ہے، اور پیشاب خانہ سے پانی نکلنے کی نالی بھی صاف نہیں ہے۔ جس کی وجہ سے پیشاب اور پانی وغیرہ جمع ہو رہا ہے، انتہائی ضعیف ونقاہت کی حالت میں بمشکل پیشاب سے فراغت ہو سکی مگر زبان سے صرف اتنا فرمایا: ''یہاں پیشاب کرنا بھی بڑا مجاہدہ ہے''، اس کے علاوہ نہ ڈانٹ نہ ڈپٹ نہ اظہار ناراضگی البتہ شام کو کھانا تناول نہیں فرمایا کہ یہاں بڑے استنجے کا تقاضہ ہوا تو کیا ہوگا، اور چائے وغیرہ بھی بہت معمولی برائے نام ہی لی اصرار کرنے پر فرمایا: خواہش نہیں۔

صبح کی نشست میں ۹ر بجے حضرت قاری صاحب قدس سرہٗ کا بیان کرایا، انتہائی بشاشت اور خوش دلی اور انتہائی اطمینان کے ساتھ بیان فرمایا بیان سے فارغ ہو کر انتہائی بشاشت کے ساتھ واپسی ہوئی، حضرت قاری صاحب قدس سرہٗ کا تحمل دیکھنے کے قابل تھا، وہاں سے واپس ہو کر ہی کسی جگہ استنجے وغیرہ سے فراغت فرمائی ہوگی اور کمال یہ کہ مدرسہ والوں پر یہ ظاہر بھی نہیں ہونے دیا کہ اس وجہ سے کھانا نہیں کھایا، یا یہ پریشانی ہے۔

یہ تو کئی دفعہ دیہات کے جلسوں میں دیکھنے کا اتفاق ہوا کہ دیہاتیوں کا موٹا جھوٹا کھانا بھینس کا گوشت مرچیں زیادہ سالن ٹھنڈا، روٹی سخت اور حضرت قدس سرہٗ نے انتہائی رغبت کے ساتھ اس کو تناول فرمایا چھوٹے چھوٹے لقمے بہت آہستہ آہستہ (چونکہ دانت بنے ہوئے تھے، اس وقت بہت آہستہ آہستہ کھایا جاتا تھا) کھانے کے دوران لطائف بھی ہوتے رہے۔

تواضع وعبدیت کا دوسرا واقعہ

ایک دفعہ دارالافتاء دارالعلوم دیوبند میں حضرت قاری صاحب نوراللہ مرقدہٗ تشریف لائے، اور حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب نوراللہ مرقدہٗ کے سامنے دوزانو بیٹھ گئے، حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کسی فتویٰ کے لکھنے میں مشغول تھے، جب حضرت مفتی صاحب نے دیکھا تو فوراً کھڑے ہو گئے اور حضرت قاری صاحب سے درخواست کی کہ اوپر مسند پر تشریف رکھیں، حضرت قاری صاحب قدس سرہٗ نے فرمایا یہیں بیٹھوں گا اور آپ اپنی جگہ پر بیٹھیں، حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ نے عرض کیا اس وقت آپ مہمان ہیں اور مہمان کو میزبان جس جگہ بٹھائے اس کو اس جگہ بیٹھنا چاہئے، جب سائل بن کر تشریف لائیں گے اور اس وقت آپ وہیں بیٹھیں گے چنانچہ حضرت مفتی صاحب کے اصرار پر حضرت قاری صاحب قدس سرہٗ مسند پر تشریف فرما ہوئے، ایک ایسی عظیم شخصیت مہتمم صاحب کی کہ اپنے ماتحت ملازم کے ساتھ یہ معاملہ کس درجہ تواضع وعبدیت کو ظاہر کر رہا ہے، اس لئے کہ فقیہ الامت حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ باوجود عظیم شخصیت ہونے کے حضرت مہتمم صاحب قدس سرہٗ کے ماتحت اور ملازم تھے۔

کمال احتیاط

دارالعلوم دیوبند میں شوریٰ واہتمام کا ہنگامہ شباب پر تھا اسی موقع پر شہر میرٹھ میں تشریف آوری ہوئی، شہر والوں کو خیال تھا کہ حضرت مہتمم صاحب قدس سرہٗ وعظ میں دارالعلوم کے اس اختلاف سے متعلق تفصیلات بیان فرمائیں گے اہل شہر نے بڑی تعداد میں بیان میں شرکت کی اور بہت سے حضرات اسی نیت سے حاضر ہوئے کہ دارالعلوم کے اختلاف

کے متعلق تفصیلات سنیں گے مگر سب حاضرین کو انتہائی تعجب ہوا کہ دو ڈھائی گھنٹہ کے تفصیلی بیان میں دارالعلوم کے اختلاف سے متعلق ایک لفظ بھی بیان نہیں فرمایا گویا کہ کچھ ہوا ہی نہیں اس سے زیادہ کمال احتیاط اور کیا ہوگی۔

دارالعلوم سے عشق

حضرت قاری صاحب نور اللہ مرقدہٗ کو دارالعلوم سے عشق کے درجہ کا تعلق تھا رات دن دارالعلوم کی ہی فکر میں رہتے حتیٰ کہ کوئی بھی وعظ اور کوئی بھی بیان ہوتا کسی بھی موضوع پر ہوتا مگر عموماً بیان میں کسی بھی ادنیٰ مناسبت سے دارالعلوم کی خدمات کا تذکرہ آہی جاتا، اور دارالعلوم کا تذکرہ فرماتے ہوئے دارالعلوم کے ساتھ غیر معمولی تعلق کا اندازہ ہوتا جس کو تمام سامعین محسوس فرماتے۔

ایک دفعہ شہر میرٹھ میں حضرت قاری صاحب قدس سرہٗ تشریف آوری ہوئی اور خیر المساجد خیر نگر میں ہفتہ واری تبلیغی اجتماع میں حضرت قاری صاحب قدس سرہٗ کا بیان ہوا، شروع میں دعوت وتبلیغ کی اہمیت وضرورت سے متعلق بیان فرمایا پھر اس دعوت وتبلیغ کی مناسبت سے دارالعلوم کی خدمات کا تذکرہ شروع فرمایا اور پورا بیان اسی پر ختم فرمایا۔

وعظ کی مقبولیت

حق تعالیٰ شانہ نے حضرت قاری صاحب نور اللہ مرقدہٗ کو شان مقبولیت عطا فرمائی تھی آپ کی ایک ایک ادا سے مقبولیت کی شان ٹپکتی محسوس ہوتی تھی، آپ کا وعظ بھی انتہائی مقبول ہوتا تھا، جس بستی یا جس شہر میں وعظ تجویز ہوتا لوگ اطراف وجوانب سے کھنچ کھنچ کر چلے آتے تھے اور وعظ حالانکہ انتہائی سادگی کے ساتھ ہوتا تھا مگر انتہائی پر مغز اور پر حکمت

ہوتا تھا اور بیان میں انتہائی کشش ہوتی تھی اور سامعین پر ایک محویت طاری ہو جاتی تھی وعظ ختم ہونے سے پہلے کوئی اُٹھنے کا نام نہیں لیتا تھا۔

بندہ کو سب سے پہلے حضرت قدس سرہٗ کا وعظ میرٹھ میں سننے کی سعادت میسر آئی محلہ لال کرتی شہر میرٹھ میں وعظ کا اعلان تھا بندہ کا بچپن تھا آٹھ سال کی عمر ہوگی، وعظ میں شرکت کے لئے ہمارے یہاں زین پور سے بس بھر کر آتی تھی جس میں بندہ بھی شریک تھا۔

"المسلم من مسلم المسلمون من لسانه ويده" اور "المؤمن من امنه الناس على دمائهم واموالهم" یہ دو حدیثیں پڑھیں، اور انہیں دو حدیثوں پر مفصل بیان ہوا سامعین کا بہت بڑا مجمع تھا اور سب انتہائی ساکت وصامت اہل محلہ کی اکثریت اگرچہ فرقہ بریلویت سے تعلق رکھتی تھی مگر سب انتہائی متأثر تھے۔

حکمت وبصیرت

حکمت وبصیرت کا حق تعالیٰ شانہ نے وافر حصہ آپ کو عطا فرمایا تھا جہاں تشریف لے جاتے اس حکمت وبصیرت کا معاملہ فرماتے اس وجہ سے ہر طبقہ اور ہر مکتب فکر کے لوگ آپ سے خاص عقیدت رکھتے تھے۔

گردوارہ میں بیان

سکھوں نے اپنے خاص گردوارہ میں مدعو کر کے بیان کرایا حضرت قدس سرہٗ نے گرونانک کی سیرت پر مبسوط بیان فرمایا جس سے سکھ لوگ بہت متأثر ہوئے اور ان کے بڑے لوگوں نے بیان کیا کہ گرونانک سے متعلق اتنی معلومات تو ہم کو بھی نہیں۔

ایک مناظرہ میں شرکت

حضرت والا قدس سرہٗ کا مزاج مناظرانہ نہیں تھا مگر ایک جگہ مناظرہ تجویز تھا اور اس میں حضرت قاری صاحب کو مدعو کیا گیا تھا، فریق مخالف نے نقض امت کا اندیشہ ظاہر کر کے وہاں کے تھانہ والوں سے یہ طے کرالیا کہ کوئی فریق دوسرے فریق کے بانی یا ذمہ دار کا نام لیکر کچھ بیان نہیں کرے گا، حضرت قاری صاحب قدس سرہٗ نے مبسوط بیان فرمایا اور فریق مخالف کے تمام عقائد باطلہ کا رد انتہائی خوبصورتی کے ساتھ فرمادیا کہ حکام کو یا فریق مخالف کے ذمہ داروں کو کچھ کہنے کی گنجائش نہیں مل سکی، حضرت قاری صاحب قدس سرہٗ کا انداز یہ تھا کہ چونکہ قانونی طور پر یہ پابندی لگا دی گئی ہے کہ کوئی سی قائد یا شخصیت کا نام لے کر بیان نہیں کرے گا، اس لئے ہم کسی کا نام نہیں لیتے قانون کا احترام کرتے ہیں اگر قانونی پابندی نہ ہوتی تو میں یہ کہتا کہ فلاں صاحب نے یہ لکھا ہے یہ لکھا ہے اور فلاں جگہ یہ بیان کیا ہے، جس کا حکم یہ ہے لیکن چونکہ قانونی پابندی ہے اس لئے میں نے یہ نہیں کہا اسی طرح فریق مخالف کی ایک ایک چیز بیان فرما کر پوری تردید فرمادی۔

حکیم الاسلام کا لقب

اسی حکمت و دانائی کی وجہ سے امت نے آپ کو حکیم الامت کا لقب دیا تھا جس کے آپ بجا طور پر مستحق تھے۔

مجمع الکمالات والمحاسن

غرضیکہ حق تعالیٰ شانہ نے حضرت قاری صاحب قدس سرہٗ کو ان اوصاف و کمالات

سے نوازا تھا کہ حضرت والا قدس سرہٗ بجا طور پر مجمع الکمالات والمحاسن تھے اور آپ کی ذات ستودہ صفات گلدستہ محاسن وکمالات تھی، جس کی تصویر کشی بھی مشکل بلکہ ناممکن ہے۔

گر مصور صورت آن دلستاں خواہد کشید
لیک حیرانم کہ نازش را چساں خواہد کشید

حضرت مولانا سید حفظ الکبیر صاحب نور اللہ مرقدہٗ

مفتاح العلوم جلال آباد ضلع مظفر نگر میں مبلغ تھے انکی تقریر الہامی ہوتی تھی، عجیب دلچسپ مضامین بیان فرماتے تھے، انتہائی سادہ مزاج تھے، لباس بھی بہت سادہ ہوتا تھا، ہاتھ میں لاٹھی رکھتے تھے وضع قطع سے کوئی عالم نہیں سمجھ سکتا تھا۔ حکیم الامت حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قدس سرہٗ مہتمم دارالعلوم دیوبند سے اصلاحی تعلق تھا، اتباع سنت کا اہتمام تھا، نماز باجماعت کا انتہائی اہتمام فرماتے تھے ایک سفر کے دوران نماز عصر کا وقت تنگ ہوگیا ایکسپریس بس میں سوار تھے بس کے کنڈیکٹر سے بس روکنے کے لئے کہا اس نے انکار کیا اور کہا کہ ایکسپریس بس ہے درمیان میں نہیں رکے گی، مولانا نے سامان اٹھایا اور کھڑکی پر آئے اور آستین چڑھا کر لوگوں سے کہا کہ کھڑکی کھولو، کنڈیکٹر نے کہا کہ مولانا یہ کیا کر رہے ہو؟ مولانا نے فرمایا کودونگا؟ کھڑکی کھولو کنڈیکٹر نے کہا کہ یہ باز آنے والے نہیں ایسا نہ ہو کہ یہ کود جائیں، اور مر مرا جائیں اور مشکل کھڑی ہو جائے، بس روک کر کھڑکی کھولدی گئی مولانا سامان لے کر نیچے گئے اطمینان سے نماز پڑھی۔ ادھر وہ بس کو چلا رہے ہیں مگر چلتی نہیں، مولانا نے سلام پھیرا کنڈیکٹر آیا کہ مولانا چلئے مولانا نے فرمایا آپ جاؤ ہم دوسری بس سے آئیں گے

اس نے اصرار کیا۔ مولانا سوار ہوئے گاڑی چلدی۔

ایک دفعہ ایک بس میں سوار ہوئے ایک غیر مسلم نے پوری سیٹ کو گھیر رکھا ہے، کسی کو بیٹھنے نہیں دیتا مولانا نے سیٹ کے نیچے بیٹھ کر اس کے پیر دبانے شروع کر دیئے وہ ایک دم گھبرا گیا، کھڑا ہوا کہ مولانا یہ کیا کر رہے ہو؟ آئیے یہاں تشریف رکھئے، اور اپنے قریب سیٹ پر باصرار بٹھایا۔

ایک دفعہ ایک بس میں سوار تھے پردہ پر بحث چل رہی تھی، اور خوب نکتہ چینی ہو رہی تہی، ایک عورت بڑھ چڑھ کر اعتراض کر رہی تھی، سب ہاں میں ہاں ملا رہے تھے، اور کہہ رہی تھی کہ کوئی میری بات کا جواب نہیں دے سکتا کسی کے پاس کوئی دلیل ہو تو بیان کرے، مولانا خاموشی سے سنتے رہے جب دیر ہوگئی، اور دیکھا کہ وہ خاموشی ہی نہیں ہوتی، تو مولانا نے فرمایا محترمہ اگر آپ اجازت دیں تو میں بھی کچھ کہوں؟ کہا: ضرور کہئے اگر آپ معقول دلیل بیان کریں، میں ضرور مان لوں گی۔ مولانا نے فرمایا: دیکھو مرد کی شرمگاہ قدرت نے باہر رکھی ہے، اور عورت کی اندر، یہ اس کی دلیل ہے، کہ مرد کو باہر رہنا چاہئے اور عورت کو اندر رہنا چاہئے، یہ سن کر وہ بالکل خاموش ہوگئی، اور بھی سب خاموش ہو گئے، پھر پردہ کے سلسلہ میں کوئی کچھ نہیں بولا۔

جلال آباد سے قبل ایک دوسرے مدرسہ میں ملازم تھے وہاں دوسرا مدرسہ بھی تھا، اور مہتمم صاحب کی دوسرے مدرسہ والوں سے لڑائی تھی مہتمم صاحب کو معلوم ہوا کہ مولانا دوسرے مدرسہ والوں سے ملتے ہیں، مہتمم صاحب نے مولانا سے فرمایا: آپ ہمارے دشمنوں سے ملتے ہیں؟ مولانے نے جواب دیا کہ حضور میں تو اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں سے بھی ملتا ہوں۔ اس کے بعد انہوں نے کچھ نہیں فرمایا۔

مولانا کو اشعار کا بھی ذوق تھا، فی البدیہہ اشعار کہتے تھے، ضلع میرٹھ میں ایک بستی

ہے، منڈالی، مولانا وہاں جلسہ میں تشریف لے گئے اور داڑھی پر تقریر فرماتے ہوئے لفظ منڈالی پر اشعار کہے تین مصرعے اس وقت ذہن میں رہ گئے ہیں:

یہ منڈالی وہ منڈالی دیکھ لے
مونچھ داڑھی سب منڈالی دیکھ لے
سب کچھ منڈا کر نالی میں ڈالی دیکھ لے

ہاتھ میں لاٹھی کا رکھنا سنت ہے اس موضوع پر انہوں نے ایک پر لطف نظم کہی تھی، جسکا پہلا مصرعہ یہ تھا:

ہاتھ میں لاٹھی کا رکھنا سنت پیغمبری

اس نظم کا ایک شعر یہ تھا:

ہاتھ میں لاٹھی کو لے کر جب مرے باوا گئے
بحر قلزم کہہ رہا ہے راستہ ڈنڈے میں ہے

بہت پر لطف آدمی تھے حضرت علامہ صاحب قدس سرہٗ کے اسفار میں بہت مرتبہ ساتھ ہوتے تھے۔

سفر میں خواہ قریب ہی کا سفر ہو پورا سامان بستر لے کر چلتے تھے، ناشتہ دان، شہد کی بوتل وغیرہ شہد بہت استعمال کرتے تھے۔

حضرت علامہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے بہت تعلق رکھتے تھے، کثرت سے حضرت علامہ صاحب قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضری دیا کرتے تھے، اور اپنے اہم معاملات میں مشورہ بھی فرمایا کرتے تھے حضرت والا قدس سرہٗ کے قافلہ کو (جو سفر میں عموماً ساتھ ہوتا تھا) نورانی قافلہ سے تعبیر فرمایا کرتے تھے۔

○○○

حضرت علامہ رفیق احمد صاحب قدس سرہٗ شیخ الحدیث مفتاح العلوم جلال آباد

استاذ محترم محدث جلیل حضرت علامہ رفیق احمد صاحب قدس سرہ بھیسانی اسلام پور ضلع مظفر نگر یو پی کے رہنے والے تھے۔ یہ بستی تھانہ بھون کے قریب ہے۔
اس بستی سے حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہٗ کا خاص تعلق تھا اور اس بستی کو اپنی بستی فرمایا کرتے تھے۔

حضرت علامہؒ صاحبؒ کی بسم اللہ حضرت تھانوی قدس سرہٗ نے کرائی اور ابتدائی تعلیم اپنی بستی میں حاصل کی۔ اور خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں حضرت تھانویؒ کی زیر سرپرستی قرآن پاک حفظ کیا۔

اور خانقاہ میں نابالغ بچوں کے قیام کی اجازت نہ ہونے کی وجہ سے صاحب اعلاء السنن حضرت مولانا علامہ ظفر احمد تھانوی قدس سرہٗ کے مکان پر قیام رہتا تھا۔ اور موصوفؒ پوری پوری نگرانی فرماتے تھے۔ حضرت حکیم الامتؒ کے مکان میں بھی آنا جانا تھا، اور مکان سے حضرت حکیم الامتؒ کی خدمت میں کوئی سامان پان وغیرہ لیجانے کی خدمت بھی گاہے گاہے انجام دیتے تھے۔

حضرت علامہ ظفر احمد صاحب قدس سرہٗ کا ڈھاکہ یونیورسٹی میں جانا تجویز ہوگیا اس لئے موصوف نے حضرت مولانا مسیح اللہ نور اللہ مرقدہٗ کے نام خط لکھ کر دیا کہ اب مولویت کی تعلیم مفتاح العلوم جلال آباد حاصل کرو اس خط کو دیکھ کر حضرت جی نور اللہ مرقدہ نے داخلہ کر

لیا اور ابتدائی فارسی عربی کی کتابیں شروع کرا دیں تعلیم کے ساتھ حضرت جی نور اللہ مرقدہ کی خدمت کی سعادت میسر رہی۔

کنز الدقائق، شرح جامی وغیرہ کتابوں کی تعلیم حاصل کر کے دارالعلوم دیوبند ۱۳۶۱ھ میں داخلہ لیکر شرح جامی کے بعد سے دورۂ حدیث شریف تک کی تمام کتابیں دارالعلوم دیوبند میں پڑھیں۔ اور ۱۳۶۶ھ مطابق ۱۹۴۷ء میں دارالعلوم دیوبند سے فراغت حاصل کی۔

دارالعلوم دیوبند میں:

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ

شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب قدس سرہٗ

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب قدس سرہٗ

حضرت مولانا فخر الحسن صاحبؒ، حضرت مولانا عبد الاحد صاحبؒ، حضرت مولانا عبد السمیع صاحب نور اللہ مرقدہم مخصوص اساتذہ تھے۔

حضرت مولانا سلیم اللہ خاں صاحب لوہاروی ثم پاکستانی شیخ الحدیث دارالعلوم فاروقیہ کراچی وصدر وفاق المدارس پاکستان مخصوص رفیق درس تھے۔ جن سے دوستانہ تعلق تھا۔

فراغت کے بعد ہی مفتاح العلوم جلال آباد میں تقرر ہوگیا، اور شروع ہی میں شرح جامی، مختصر المعانی، مقامات حریری وغیرہ کتابیں سپرد ہوئیں۔ اس وقت یہی آخری کتابیں تھیں۔

۱۳۷۷ھ میں تقریباً دورۂ حدیث شریف کا آغاز ہوا۔ اور حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب لکھنویؒ مجاز بالصحبت از حضرت حکیم الامتؒ اور مجاز بالبیعت حضرت مسیح الامتؒ شیخ الحدیث کو تجویز کیا گیا۔ مگر موصوف ایک سال کے بعد ہی وصال فرماگئے اور بخاری شریف مکمل، ترمذی شریف مکمل، حضرت علاّمہ صاحب قدس سرہٗ کے سپرد ہوئیں۔ صرف

بخاری شریف کتاب العلم تک حضرت جی نور اللہ مرقدہ پڑھاتے تھے۔

اس طرح مفتاح العلوم کے اخیر قیام ۱۳۹۹ھ تک آپ اس منصب شیخ الحدیث پر فائز رہے۔اور کما حقہ اس کا حق ادا فرماتے رہے۔

مفتاح العلوم سے علیحدگی کے بعد مصباح العلوم بھیسانی اسلام پور میں بھی درس حدیث دیا۔اور دارالعلوم وقف دیوبند میں آپ کو شیخ الحدیث تجویز کیا گیا۔مگر آپ اپنے مشاغل کی وجہ سے اس کو نباہ نہ سکے اور پھر مظاہر علوم کی تقسیم کے بعد حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب قدس سرہٗ کے حکم اور اصرار پر مظاہر علوم وقف میں آپ کو شیخ الحدیث تجویز کیا گیا۔اور اخیر حیات تک وہاں اس منصب پر فائز رہے۔

۱۶؍ربیع الاول ۱۴۱۰ھ مطابق ۶؍اکتوبر ۱۹۹۰ء بروز شنبہ تقریباً ۱۲؍بجے شب میں وصال ہوا۔مصباح العلوم بھیسانی اسلام پور کے احاطہ میں حافظ عبدالرزاق بھیسانویؒ کے پہلو میں تدفین ہوئی۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

○○○

حضرت مولانا مسعود الٰہی صاحب میرٹھی قدس سرہٗ

(خلیفہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہٗ)

آپ حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی صاحب قدس سرہٗ کے صاحبزادہ تھے انتہائی سادہ مزاج اور انتہائی متواضع تھے،اوراد واشغال کے بہت پابند سفر حضر میں تہجد اشراق اوابین تہجد میں ذکر جہری جورہ جاتا اس کو بعد الفجر پورا فرماتے،اوابین میں ایک پارہ کی تلاوت یہ چیزیں کبھی ناغہ نہیں ہوتیں۔

میرٹھ،مظفر نگر اور اس کے اطراف کے مدارس ومکاتب کے اکثر درجہ حفظ کے

ممتحن آپ ہی ہوتے دعوت و بلا دعوت اکثر اطراف میں سفر فرماتے۔

ایک ایک بستی میں کئی کئی روز قیام فرماتے، ہر ایک کی دلداری فرماتے، کوئی اصرار کرتا کہ حضرت آج ہمارے یہاں دعوت ہے اس کو منظور فرمالیتے اور سفر کا نظام ملتوی فرمادیتے، سیدھا سادہ جو کھانا پیش کیا جاتا، انتہائی خوش دلی اور انتہائی رغبت سے تناول فرماتے، دیہاتی لوگ کوئی چاول کوئی دال، کوئی گڑ ہدیہ دیتے سب کو قبول فرمالیتے، اور سب کو کپڑے میں باندھ کر خود ہی لے کر چلتے کوئی شخص کچھ دور لے لیتا مگر پھر خود ہی لے لیتے اس لئے کہ قریب قریب کے دیہات میں سفر اکثر پیدل ہی ہوتا۔

ایک بڑا سا تھیلا جس میں کتابیں برائے فروخت ہوتیں ساتھ ہوتا جہاں تشریف لے جاتے کتابوں کا تھیلا سامنے رکھ دیتے، اس میں سے کتابیں نکال کر سامنے رکھ لیتے کسی کو خریدنا ہوتا خرید لیتا، سرمہ بے نظیر، خود اپنے گھر کا بنا ہوا خاص سرمہ بھی ساتھ ہوتا، اسی طرح تعویذ بھی ساتھ ہوتے، اسماء بدریین کو چھپوایا ہوا تھا، اسی کے تعویذ بنائے جاتے اور ہر ہر مرض کے لئے ان کو قیمۃً دیا جاتا۔

دیہاتی لوگ آپ کی دنیا سے بے رغبتی اور سادگی اور بے تکلفی دیگر اوصاف کی وجہ سے آپ سے انتہائی گرویدہ تھے، جس بستی میں تشریف لے جاتے سب بستی والے خوش ہو جاتے اور سب کی خواہش ہوتی کہ حضرت مولانا کا قیام خوب طویل ہو۔

بہت سے مرد عورت آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوتے تھے مشہور تھا کہ حضرت مولانا چار پائی پر پائتی کی جانب اور ان کے مریدین ان کے سرہانے بیٹھتے ہیں، عرف میں اپنے بڑے کے سرہانے بیٹھنا معیوب سمجھا جاتا ہے، مگر حضرت مولانا کو اس کی کوئی پرواہ نہ ہوتی، کہ یہ میرا مرید ہے میں اس کا شیخ ہوں بے تکلف اپنے مریدین کو بھی اپنے سرہانے بیٹھانے کی کوشش فرماتے۔

حضرت علامہ رفیق صاحب قدس سرہٗ کی انتہائی تعظیم کرتے، انکا ذکر ہمیشہ تعظیم سے کرتے، اور بہت اونچے تعظیمی کلمات ان کے بارے میں فرمایا کرتے مدرسوں کے جلسوں میں اکثر ملاقات ہوتی تھی، حضرت علامہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مزاح بھی بہت فرمایا کرتے تھے اگر چھوٹے مولوی صاحب، حضرت مولانا عابد حسین صاحب قدس سرہٗ سفر میں ساتھ ہوتے تو حضرت مولانا قدس سرہٗ سے بہت ہی مزاح فرمایا کرتے کھانے کے دوران کئی مرتبہ فرماتے کہ بھئی مولانا کو پانی پلاؤ، حضرت مولانا بھی پانی پی لیتے، کئی کئی مرتبہ ایسا ہوتا لوگ بھی ان مناظر کو دیکھ کر خوش ہوتے۔ ○○○

حافظ عبدالعزیز رائے پوری قدس سرہٗ

آپ حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری نوراللہ مرقدہٗ کے نواسے اور تربیت یافتہ اور حضرت اقدس مولانا عبدالقادر رائے پوری نوراللہ مرقدہٗ کے خلیفہ خاص بلکہ جانشین بھی ہیں۔ پاکستان ان کے وطن میں انتقال ہوا۔ جنازہ ہندوستان لایا گیا، رائے پور میں تدفین ہوئی۔ تقریباً ایک ماہ کے بعد تیز بارش ہوئی، جس کی وجہ سے قبر ایک طرف سے بیٹھ گئی، قبر کو درست کرنے کے لئے اندر پٹاؤ کی لکڑیاں ہٹائی گئیں، دیکھا گیا کہ جنازہ بالکل محفوظ ہے، اور کفن تک محفوظ ہے، چہرہ مبارک پر بھی کوئی اثر نہیں، صرف داڑھی کے چند بالوں پر مٹی کا اثر تھا، اس منظر کو بہت سے موجود لوگوں نے دیکھا۔

○○○

تذکرۂ مسیح الامت

مختصر حالات ووفات

تکمیل علوم ظاہری و باطنی

حضرت جی قدس سرۂ زمانہ طالب علمی میں ہی حضرت تھانوی قدس سرۂ سے بیعت ہو گئے تھے، اور اصلاحی تعلق قائم فرمالیا تھا زمانہ طالب علمی ہی میں اپنے سب حالات کی اطلاع حضرت تھانوی قدس سرۂ کو دیتے تھے اور حضرت تھانوی قدس سرۂ جو کچھ ارشاد فرماتے اس پر پابندی سے عمل فرماتے، تعطیل کا زمانہ گھر یا عزیزوں میں گذارنے کے بجائے تھانہ بھون حضرت تھانوی قدس سرۂ کی خدمت میں گذارتے، رمضان المبارک میں بھی عموماً تھانہ بھون ہی قیام رہتا جس سال ۱۳۵۱ھ دار العلوم دیوبند سے فراغت ہوئی اور فراغت کے بعد تعطیل کا زمانہ تھانہ بھون گذار کر عید پر گھر تشریف لے گئے حضرت تھانوی قدس سرۂ نے اجازت نامہ بذریعہ ڈاک مکان پر ہی بھیج دیا اس طرح اسی سال علوم ظاہری سے تکمیل فرمائی اسی سال اصلاح باطن سے بھی تکمیل ہوگئی کہ اسی سال اجازت وخلافت سے بھی نوازے گئے۔

حکیم الامت حضرت تھانوی نور اللہ مرقدۂ اپنے مریدین ومسترشدین میں سے بعض کی اصلاح وتربیت اپنے مخصوص خلفاء ومجازین کے سپرد فرمادیا کرتے ان مخصوص خلفاء ومجازین میں حضرت قدس سرۂ بھی تھے، کہ بعض طالبین کی اصلاح وتربیت حضرت جی قدس

سرہٗ کے سپرد فرمائی۔

اور ان کو تاکید فرمائی کہ اصلاح وتربیت سے متعلق مکاتیب ومراسلت مجھ کو دکھایا کریں، ایک صاحب کے خط کے جواب میں ان کے لئے اونچے القاب وآداب ذکر کئے گئے تھے، حضرت تھانوی قدس سرہٗ نے حضرت جی سے باز پرس فرمائی جب آپ اپنے مرید کو ایسے القاب وآداب لکھیں گے اس کی اصلاح کیسے ہوگی، حضرت جی نے جواب دیا: حضرت یہ سید ہیں، اس پر حضرت تھانوی قدس سرہٗ نے سکوت فرمایا۔گویا تصویب فرمائی۔ (روایت حضرت علامہ رفیق احمد صاحب قدس سرہٗ)

جلال آباد میں

اس کے بعد حضرت تھانوی نوراللہ مرقدہٗ نے قصبہ جلال آباد قیام تجویز فرمایا، اور مدرسہ میں جو اس وقت ایک مسجد میں مکتب کی شکل میں تھا، مدرس مقرر فرمادیا اور پچاس روپیہ مشاہرہ مقرر فرمایا، جو اخیر تک پچاس ہی رہا، اس پر زیادتی منظور نہ فرمائی حالانکہ ماتحت مدرسوں کی تنخواہوں میں اضافہ ہوتے رہے، البتہ پچاس روپیہ اپنے شیخ ومرشد کی تعمیل ارشاد میں لیتے اور پچاس روپیہ لینے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ نفس کو غرور کا موقع نہ ملے کہ ہم بلا ومعاوضہ خدمات انجام دیتے تھے۔

کچھ عرصہ بعد ہی حضرت قدس سرہٗ کو مہتمم بنادیا گیا اور حضرت نے مدرسہ کو مسجد سے قصبہ سے باہر وسیع وکشادہ جگہ میں منتقل فرمادیا حضرت قدس سرہٗ کی توجہ ومساعی سے وسیع جگہ کا انتظام ہوگیا ابتداء میں ایک کمرہ تعمیر کیا گیا اور اس کے برابر چھپر ڈالدیا گیا پھر اللہ تعالیٰ نے انتظام فرمایا کہ چھپر کی جگہ کمرہ تعمیر کردیا گیا، اور اس کے برابر چھپر ڈالدیا گیا اسی طرح سلسلہ چلتا رہا کہ کمرہ کا انتظام ہوجاتا، چھپر کی جگہ کمرہ تعمیر کردیا جاتا اور اس کے برابر چھپر

ڈالدیا جاتا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے دار الطلبہ قدیم، جدید، احاطہ مطبخ، افریقی منزل، کشادہ دیدہ زیب مسجد اور دیگر ضروری تعمیر کی تکمیل کرادی۔

ابتداء دو مدرس تھے ایک خود حضرت والا قدس سرہٗ اور دوسرے حضرت مولانا عابد حسین صاحب قدس سرہٗ جو چھوٹے مولوی صاحب سے مشہور و معروف تھے جو عجیب باغ و بہار آدمی تھے، جس مجلس میں بیٹھتے وہ مجلس بھی باغ و بہار بن جاتی، مرحوم قدس سرہٗ اپنے چھوٹے مولوی صاحب ہونے کے لقب کو بری دلچسپی سے مزے لے کر سنایا کرتے تھے کہ ہم شروع میں دو مدرس تھے، ایک حضرت جی اور ایک میں حضرت جی کو بڑے مولانا صاحب اور مجھ کو چھوٹے مولوی صاحب لوگ کہنے لگے حضرت جی تو بڑے مولانا صاحب سے حضرت جی ہو گئے لوگ حضرت جی کہنے لگے، اور میں چھوٹے مولوی صاحب ہی رہا کہ اب تک سب چھوٹے مولوی صاحب چھوٹے مولوی صاحب ہی کہتے ہیں۔

اس درجہ محبت کا تحمل نہیں

جلال آباد ایک قدیم قصبہ ہے وہاں کے بعض لوگ کسی عالم کو ٹھہرنے نہیں دیتے تھے، شکل یہ کرتے تھے کہ اول تو ان کو کھلاتے پلاتے پھر اس کے دباؤ میں اپنی مرضی کے مطابق کام کراتے، عالم صاحب احسان کے دباؤ میں جب تک ہوسکتا برداشت کرتے ورنہ سبکدوش ہو جاتے، مگر حضرت جی قدس سرہٗ کی قناعت پسندی اور دور اندیشی نے اس کی جڑ شروع میں ہی کاٹ دی جس کی صورت یہ ہوئی کہ ایک صاحب نے پہلے دن ہی جب حضرت جی جلال آباد تشریف لائے دودھ ہدیہ بھیجا حضرت جی قدس سرہٗ نے اس کو منظور فرمالیا کہ حدیث شریف میں حکم ہے ”تہادوا تحابوا“ دوسرے روز پھر بھیجا حضرت جی نے اپنی فراست صادقہ سے سمجھ لیا کہ اب ہدیہ نہیں بلکہ اس کا منشاء کچھ اور ہے اسلئے اس کو واپس

فرمادیا، ان صاحب نے آکر اصرار کیا کہ حضرت صرف محبت کی بناء پر روزانہ دودھ بھیجنا چاہتا ہوں قبول فرمالیا کریں، حضرت نے کیوں واپس فرمادیا، حضرت جی قدس سرہٗ نے لطیف انداز میں جواب دیا جس سے اس کو اصرار کا موقع بھی نہ رہا، نہ اعتراض کی گنجائش اور اس کے دباؤ میں اپنی من مانی کرانے کا ضرر بھی ختم ہوگیا، جواب یہ تھا آپ کی محبت واخلاص میں کوئی شبہ نہیں مگر میں اس درجہ محبت کا تحمل نہیں کرسکتا اس لئے معذور ہوں۔

غیرت اور توکل

حضرت جی قدس سرہٗ کی طبیعت میں غیرت بہت زیادہ تھی جو اپنی ذات کے لئے تو کیا اپنے مدرسہ کے لئے بھی امداد کی اپیل وغیرہ کرنا خلاف غیرت سمجھتے تھے، اسلئے مدرسہ کی امداد کے لئے نہ کبھی اپیل شائع کرتے نہ اشتہار نکالتے بڑے بڑے امراء غیر ملکی عقیدت مندانہ حاضر ہوتے مگر کسی کے سامنے مدرسہ کی کسی ضرورت کا بھی ذکر نہ فرماتے کوئی خود سے کسی ضرورت کا احساس کر کے تعاون پیش کرتا اس کو قبول فرمالیتے چنانچہ اکثر تعمیرات اسی طرح ہوئیں عالیشان مسجد کی تعمیر کی بھی ایک صاحب خیر نے ضرورت کا احساس کر کے از خود پیش کش کی جس کو قبول فرمالیا گیا اور عالیشان مسجد کی تعمیر ہوگئی۔

شروع کے چند سالوں میں اساتذہ چندہ کے لئے رمضان المبارک میں باہر جاتے تھے، مگر بعد میں اس کو بھی بند کر دیا گیا، اور اخبار میں اس کا اعلان بھی شائع فرمادیا، ہمارے یہاں مدرسہ کی جانب سے کوئی استاذ یا کوئی سفیر نہیں آئے گا، جس کو تعاون کرنا ہو یہیں بھیجے اس کے بعد سے اسی طرح الحمد للہ سلسلہ چل رہا ہے، کہ مدرسہ کی طرف سے نہ کوئی سفیر ہے، نہ چندہ کی اپیل نہ اشتہار، نہ اعلان، سفر افریقہ سے واپسی پر ایک دفعہ فرمایا:

”پورے سفر میں کسی مجلس میں مدرسہ کا ذکر نہیں آیا۔“

حالانکہ مدارس کے لئے نہ چندہ کرنا منع ہے نہ اس کے لئے سفر کرنا نہ اپیل کرنا، بلکہ سراسر عبادت ہی عبادت ہے، جب کہ اخلاص کیساتھ ہو، مگر حضرت قدس سرہٗ کو کچھ غیرت اس درجہ تھی اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کچھ تعلق اس توکل اور اعتماد کا تھا کہ یہ چیزیں اس توکل واعتماد کے منافی سمجھتے تھے، حضرت جی قدس سرہٗ کا یہ مزاج ابتدا ہی سے تھا، چنانچہ آغاز مدرسہ ہی سے چندہ کا چنداں اہتمام نہیں تھا حتی کہ رسید تک مطبوعہ نہ تھی جس کو اعتماد کی بنیاد پر دینا ہو دے جس کو نہ دینا ہو۔ بہت اچھا یہ مزاج تھا، چنانچہ حضرت علامہ رفیق احمد صاحب قدس سرہٗ شیخ الحدیث جلال آباد اور حضرت مولانا سلیم اللہ خاں صاحب دامت برکاتہم شیخ الحدیث ومہتمم مدرسہ جامعہ فاروقیہ کراچی پاکستان جو مفتاح العلوم جلال آباد کے شروع کے طالب علم رہے ہیں، شرح جامی، کنز الدقائق وغیرہ حضرت قدس سرہٗ سے پڑھ کر دار العلوم دیوبند داخلہ لیا تھا۔

حضرت جی قدس سرہٗ کو ہر دو پر بڑا اعتماد تھا فراغت کے بعد ہر دو کو جلال آباد میں مدرس رکھا دونوں حضرات نے چاہا مدرسہ کو ترقی دیں، حضرت جی نور اللہ مرقدہٗ سے عرض کیا، حضرت کتابیں خرید لائیں تا کہ مشکوۃ شریف وغیرہ جماعت کا نظم کیا جاسکے، حضرت جی نور اللہ مرقدہٗ نے ارشاد فرمایا پیسے نہیں ہیں۔

عرض: حضرت رسید عنایت فرمادیں تا کہ چندہ کریں پھر کتابیں خرید لیں گے۔

ارشاد: رسید بھی نہیں ہے۔

عرض: رسید چھپوالیں۔

ارشاد: رسید چھپوانے کے لئے پیسے نہیں ہیں۔

ہر دو حضرات نے چندہ کر کے رسید چھپوائیں ان سے چندہ کیا پھر کتابیں خریدیں، اسی طرح دیگر ضروریات کے لئے ہر دو حضرات نے بڑی مساعی فرمائیں، حضرت علامہ

رفیق احمد صاحب قدس سرہٗ یہ واقعہ بڑی تفصیل سے سنایا کرتے تھے، سنایا تھا کہ حضرت جی قدس سرہٗ کے جواب کے بعد رسید چھپوانے کے لئے ابھی پیسے نہیں ہم دونوں چندہ کے لئے گنگوہ والی بس میں بیٹھے اور بس میں ہی بلا رسید چندہ شروع کر دیا، جب رسیدیں چھپنے کے بقدر چندہ جمع ہوگیا تو رسیدیں چھپوائیں اس کے بعد چندہ کر کے کتابیں خریدیں اور مشکوۃ شریف کے سال کی کتب کا اجراء کیا۔

حیاء

حیاء وغیرت کی یہ شان حضرت جی قدس سرہٗ کی ہر حالت میں نمایاں تھی اور اس کا اس درجہ غلبہ تھا کہ کبھی چہار زانو تک نہ بیٹھے بلکہ اکثر دو زانوں یا ایک زانوں کھڑا کر کے ایک بچھا کر بیٹھتے فجر بعد سے لیکر ۱۲/ ۱ بجے تک اسی طرح بیٹھے رہتے، کیسی ہی تکان ہو کبھی کسی کے سامنے پیر نہ پھیلاتے حتی کہ بچہ بھی اگر موجود ہو اس کے سامنے بھی نہ لیٹتے البتہ خصوصی خدام کے ساتھ یہ معاملہ نہ تھا بلکہ ان کے ساتھ انتہائی انبساط و بے تکلفی کا تھا حضرت جی قدس سرہٗ کا یہی طرز اخیر تک رہا، اخیر کے شدت علالت کے زمانہ کے علاوہ اور یہ غیرت انسانوں کے ساتھ ہی مخصوص نہ تھی، بلکہ تنہائی میں بھی یہی طرز تھا کہ اپنے خالق و مالک سے غیرت کی وجہ سے کبھی پیر پھیلا کر نہیں لیٹتے تھے، بلکہ کسی درجہ پیر موڑے رہتے اور کسی خاص بے تکلف خادم کے دریافت کرنے پر اس کی وجہ بیان فرمایا کرتے تھے، پیر پھیلاتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے غیرت آتی ہے۔

تواضع

اور یہ سب ثمرہ ہے تواضع کا اور تواضع و عبدیت حضرت جی قدس سرہٗ کی رگ و ریشہ

میں سمائی ہوئی تھی، جس کی وجہ سے اپنے آپ کو تمام مخلوق میں ادنی تصور کرتے تھے اور اپنے آپ کو سب کا خادم سمجھتے تھے اور یہ محض قال نہ تھا، بلکہ حال تھا جس کی وجہ سے حرکات وسکنات سے تواضع وعبدیت ٹپکتی تھی، اور انتہا یہ ہے کہ اپنے شاگردوں کو بھی اپنے سے افضل سمجھتے تھے، اور اپنے مخدوم ہونے کا کبھی واہمہ بھی نہ ہوتا تھا، ایسا طرز جس سے مخدومیت کی بو بھی آتی ہو ناگوار خاطر تھا اپنے پیچھے چلنا کسی کا بھی پسند نہ فرماتے، سبق کے وقت طلبہ یاد دہانی کے لئے حاضر ہو جاتے تھے کہ مشاغل کے ہجوم میں بعض دفعہ ذہول ہو جاتا طلبہ کی خواہش ہوتی کہ حضرت کے ساتھ چلیں مگر حضرت اس کو پسند نہ فرماتے کہ طلبہ حضرت کے پیچھے چلیں اس لئے طلبہ کو آگے بھیج دیتے اور پھر خود تنہا مکان سے پیدل تشریف لے جاتے اگر کوئی راستہ میں ساتھ ہو جاتا تو وہیں کھڑے ہو جاتے اور ان کو آگے چلتا کر کے پھر تنہا تشریف لاتے یہ طرز بھی اخیر تک رہا، اخیر کے اس زمانہ کو چھوڑ کر کہ جس میں خود معذور ہو گئے اور مسجد آتے جاتے بھی سہارے کی ضرورت پیش آنے لگی تو سہارے کیلئے دو چار خدام ہوتے تھے یا مخصوص مہمان ہوتے جو مسجد آتے جاتے ساتھ ہو جاتے۔

درس حدیث

بخاری شریف تا کتاب العلم اور اخیر میں تا کتاب الایمان پڑھایا کرتے تھے، اور بخاری شریف کا اخیر سبق بھی پڑھایا کرتے تھے اور تکمیل حضرت علامہ رفیق احمد صاحب قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے، بخاری شریف کی افتتاح اور اختتام کے موقع پر تو تقریر مفصل اور طویل ہوتی تھی ڈھائی گھنٹہ تقریباً تقریر فرمایا کرتے تھے، اور یہ سلسلہ وفات کے اخیر سال تک جاری رہا، مجمع بھی بعض دفعہ کئی ہزار کی تعداد کو پہنچ جایا کرتا تھا حالانکہ ختم بخاری شریف کا کوئی اشتہار نہیں دیا جاتا تھا، نہ اعلان ہوتا تھا، طلبہ از خود اپنے متعلقین کو اطلاع

کر دیتے تھے، اور لوگ پروانہ وار جمع ہو جاتے تھے تقریر ہمیشہ سادہ اور صاف ہوتی تھی ہر جملہ الگ الگ موتی کی طرح واضح ہوتا تقریر زیادہ تر علمی ہوتی جو طلبہ اور اساتذہ کے لئے زیادہ مفید ہوتی تھی مگر عوام اس کے باوجود متوجہ رہتے اور محفوظ ہوتے اس کے علاوہ درسی تقریر اکابر کے طرز پر مختصر ہوتی تھی، درس کیا عشق خداوندی اور عشق رسول اللہ ﷺ کا آئینہ دار ہوتا تھا کہ طلبہ بھی اپنے سینوں میں عشق کی گرمی محسوس کرتے تھے، درس میں ہمیشہ دو زانوں پر بیٹھتے یا ایک زانو کھڑا کر کے ایک زانوں پر بیٹھا کرتے اس کے خلاف ہیئت پر بھی کبھی نہیں دیکھا، حتی کہ ختم بخاری شریف کے موقع پر جب کہ تقریر تین تین گھنٹہ ہوتی مگر اسی ہیئت پر رہتے پہلو تک نہ بدلتے مکر شاذ و نادر کبھی درس میں چہار زانو نہ بیٹھتے جیسا کہ غیر درس میں بھی اس کی عادت نہ تھی، حتی کہ تنہائی میں بھی کبھی چہار زانو نہ بیٹھتے، طلبہ کو بھی چار زانوں بیٹھنے پر تنبیہ لطیف پیرایہ میں فرمایا کرتے جس طرح سہارا یا ٹیک لگانا بھی پسند نہ فرماتے بلکہ کسی کو بھی سہارا نہ لگانے دیتے کسی کو سہارا لگاتے دیکھتے تو فوراً اسکو متنبہ فرماتے اور استدلال میں فرمایا کرتے تھے کہ کھانا کھاتے وقت سہارا لگانے کی ممانعت آئی ہے، کھانا غذا جسمانی ہے، اور سبق غذا روحانی جب غذا جسمانی میں سہارا لگانے کی اجازت نہیں تو غذا روحانی کے وقت کس طرح اجازت ہوگی، جبکہ روح کا درجہ جسم سے اعلیٰ ہے تو غذا روحانی کا ادب بھی غذا جسمانی سے زیادہ ہی ہونا چاہئے، اور زیادہ نہ ہو تو کم از کم برابر تو ہو اسی طرح کتاب پر ٹیک لگانا تو بہت ہی ناپسند فرماتے، اس کو ہرگز برداشت نہ فرماتے اخیر کے معذوری کے چند سالوں کے علاوہ اپنے درس کی کتاب خود سینہ سے لگائے ہوئے لاتے کسی طالب علم کو نہ دیتے اور اخیر میں معذوری کی وجہ سے خود ہی چلنا بلا سہارا دشوار ہو گیا تھا۔

شمائل ترمذی کا درس بھی ہمیشہ حضرت جی قدس سرہٗ کے یہاں ہی ہوتا اور شمائل کا درس کیا ہوتا ہر ہر جملہ عشق نبوی میں ڈوبا ہوا ہوتا اپنے آپ کو ہزار قابو میں کرنے کے

باوجود بھی آنکھوں سے آنسو ڈھلک کر عشق نبوی ﷺ کی غمازی کر ہی دیتے مشہور ہے:

مشک وعشق رانتواں نہفتن

ایک مرتبہ کثرت مشاغل کی وجہ سے درس شمائل بھی ترک کرنے کا ارادہ فرمالیا، خواب میں حضرت نبی کریم ﷺ تشریف لائے، اور فرمایا تم کو ہمارے شمائل کی بھی فرصت نہیں، اس کے بعد تو مشاغل کے ہجوم اور علالت کے باوجود کبھی شمائل کا درس بلاسخت معذوری ترک نہ فرماتے۔

طلبہ پر شفقت

مخلوق پر شفقت ومہربانی تو آپ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، اور طلبہ پر شفقت ومہربانی کی کوئی انتہا نہ تھی، طلبہ اپنے والدین کی شفقتوں کو بھی بھول جاتے، زبان سے بھی اباجی ہی بہت سے طلبہ حضرت کو کہا کرتے، اور اباجی، یہ آپ کا گویا دوسرا لقب پڑ گیا تھا، اول حضرت جی، دوم اباجی، اور حضرت جی قدس سرہٗ کی باپ سے بڑھ کر شفقتوں کی وجہ سے حضرت جی قدس سرہٗ کی اہلیہ محترمہ قدس سرہا کا لقب امی جان ہی مشہور ہو گیا تھا، کہ گھر میں سب چھوٹے بڑے اور اندر باہر کے سب امی جان ہی کہا کرتے، حتی کہ خود حضرت جی قدس سرہٗ کسی چھوٹے بچے کے ذمہ کوئی پیغام کہلاتے تو فرماتے، امی جان سے یہ کہدو اور انہیں شفقتوں کی وجہ سے حضرت جی قدس سرہٗ کے صاجزادہ صاحب حضرت مولانا صفی اللہ صاحب زیدمجدہم عرف فیلسوف میاں کو بھائی جان کے نام سے یاد کیا جاتا تھا، اور آج بھی نام کی بہ نسبت اسی نام سے زیادہ جانا پہچانا جاتا ہے، اور حضرت جی قدس سرہٗ کے بھائی صاحب حضرت مولانا سمیع اللہ صاحب قدس سرہٗ کو چچا میاں کے لقب سے ہی عام طور پر یاد کیا جاتا نام بہت کم حضرات جانتے تھے۔

کوئی چھوٹا بچہ اگر گھبراتا تو خود حضرت جی قدس سرہٗ اس کو تسلی دیتے ہوئے فرماتے، کیوں گھبراتے ہو، میں تمہارا ابا ہوں یہ بھائی جان ہیں اور گھر میں تمہاری امی جان ہیں، پھر کیوں گھبراتے ہو، اور یہ کوئی ظاہری چیز نہ تھی، بلکہ حقیقۃً آپ کو طلبہ پر والدین سے زیادہ شفقت تھی، ان کی ضرورت کا پورا خیال فرماتے، اور طلبہ بھی بے تکلف ہو کر اپنی پوری ضروریات حاضر ہو کر بیان کر دیا کرتے، میرے پاس کپڑے نہیں، میرے پاس جوتے نہیں وغیرہ، حضرت جی قدس سرہٗ ان کی ضروریات کو پورا فرمایا کرتے، اور یہ سب کچھ حضرت قدس سرہٗ مدرسہ سے پورا کرنے کے بجائے اپنی جیب خاص سے پورا فرمایا کرتے تھے، طلبہ کی ادنیٰ پریشانی سے آپ پریشان ہو جایا کرتے، کوئی طالب علم بیمار ہو جاتا اس کی تیمارداری فرماتے، اس کے پاس تشریف لے جاتے اس کو تسلی دیتے بعض دفعہ کسی بیمار طالب علم کو اپنے کمرہ میں رکھ لیتے اور اپنے ہاتھ سے اس کو دوا پلاتے پرہیزی کھانا کھلاتے۔

ایک طالب علم جو انتہائی شریر تھا پڑھنے لکھنے کے مصرف کا نہیں تھا دوسرے طلبہ بھی اس کی شرارتوں سے عاجز تھے، مگر وہ سخت بیمار ہوا، تو حضرت جی قدس سرہٗ نے اپنے کمرہ میں کئی روز رکھ کر اس کی تیمارداری فرمائی اپنے ہاتھ سے دوا کھلاتے اور اپنے ہاتھ سے پرہیزی کھانا کھلاتے۔

اخراج سے گریز

کسی طالب کے اخراج کا گویا دستور ہی نہیں تھا، کوئی طالب علم کیسی ہی شرارت کرتا حتی کہ نماز نہ پڑھتا، سبق میں سستی کرتا، تب بھی اخراج نہ فرماتے، صرف افہام وتفہیم پر ہی اکتفا فرمانے کا دستور تھا، بعض طلباء نے ایک طالب علم پر قاتلانہ حملہ کیا ان کا تو اخراج فرمایا،

ورنہ اس کے علاوہ شکایات کی بناء پر اخراج ہر گز نہ فرماتے، اور فرمایا کرتے کہ یہاں کم از کم یہ نماز تو پڑھ لیتے ہیں بہت سی برائیوں سے بچے ہوئے ہیں، اگر اخراج کر دیا نہ جانے کن کن خرافات میں مبتلا ہو جائیں گے، اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ اگر اخراج کر دیا اور یہ علم سے محروم ہو گیا تو کیا ہوگا، یہاں رہ کر کچھ نہ کچھ آ ہی جائے گا۔

تحمل کا عجیب واقعہ

حضرت مولانا محمد یونس زید مجدہم شیخ الحدیث مظاہر علوم نے ایک واقعہ سنایا۔

ایک طالب علم کی دوسرے طالب علم نے شکایت کی کہ یہ چاقو لے کر مارنے کے لئے آیا تھا، حضرت جی قدس سرہٗ نے اس طالب علم کو بلایا اور فرمایا تم چاقو لے کر گئے تھے؟

طالب علم: جی حضرت!

حضرت جی: ایسا نہیں کیا کرتے، آئندہ تو ایسا نہیں کرو گے؟

طالب علم: نہیں، معافی چاہتا ہوں۔

حضرت جی: جاؤ! آئندہ ایسا نہ کرنا۔

اگلے روز پھر شکایت ہوئی کہ وہ پھر چاقو لے کر آیا تھا، حضرت نے پھر اس کو بلایا اور فرمایا تم پھر چاقو لے کر گئے تھے؟

طالب علم: جی حضرت!

حضرت جی: آئندہ تو ایسا نہیں کرو گے؟

طالب علم: نہیں!

حضرت جی: جاؤ آئندہ ایسا نہ کرنا بری بات ہے۔

تیسرے روز پھر شکایت آئی کہ وہ چاقو لے کر آگیا تھا، حضرت جی نے پھر اس

کو بلوایا اور پھر اس سے فرمایا: تم پھر چاقو لے کر گئے تھے؟

طالب علم: جی حضرت!

حضرت جی: بہت بری بات ہے۔

طالب علم: حضرت آئندہ ایسا نہیں کروں گا۔

حضرت جی: جاؤ معاف ہے آئندہ ایسا نہ کرنا۔

چوتھے روز دوسرے طلبہ نے مشورہ کیا کہ یہ روز چاقو لے کر آتا ہے اور حضرت جی سے وعدہ کر کے پھر یہی حرکت کرتا ہے، آج ہم اس کے کمرہ میں جا کر اس کی پٹائی کر دیں، چنانچہ پٹائی کرنے کے لئے وہاں ڈنڈے لیکر پہنچے کسی ساتھی نے کہا اب مارو چاقو؟ کہا اب نہیں ماروں گا چاہے مجھے مار ہی ڈالیں، میں بار بار حضرت سے وعدہ کر کے شرمندہ ہو چکا ہوں، اب ہرگز ایسا نہیں کروں گا، ادھر حضرت جی کو اس کی اطلاع ہوگئی، کہ طلبہ اس کو پیٹنے کے لئے گئے ہیں، حضرت جی بہت تیزی سے وہاں پہنچ گئے تو وہ طلبہ لاٹھی لئے تیار ہی تھے، سب حضرت کو دیکھ کر شرمندہ ہوئے، حضرت نے فرمایا: آئندتو ایسا نہیں کروگے؟

طلبہ نے کہا: نہیں حضرت۔

حضرت جی: جاؤ آئندہ ایسا نہ کرنا۔

طلبہ کی لڑائی سے ڈر

حضرت جی نوراللہ مرقدہٗ کو طلبہ کی لڑائی سے بہت ڈر لگتا تھا بعض مخصوص صوبوں کے طلبہ لڑنے میں مشہور تھے، لاٹھیوں سے لڑتے چاقو چھری بھی نکال لاتے اور حضرت جی کو اگر علم ہو جاتا کہ طلبہ کی آپس میں لڑائی ہوگئی ہے تو واقعۃً بخار چڑھ جاتا، اور دو تین دن باقی رہتا، اس لئے طلبہ کو تاکید فرمایا کرتے تھے کہ سبق پڑھو نہ پڑھو باقی آپس میں لڑائی نہ کرو،

طلبہ کی لڑائی کی وجہ سے بعد میں حضرت نے داخلہ بھی محدود کر دیا تھا، اور بعض صوبوں کے طلبہ کو داخل فرمانے میں بہت احتیاط فرماتے تھے۔

طلبہ کے قرض کی ادائیگی

بعض طلبہ دوکانداروں سے قرض سامان لیتے رہتے اور سال کے اخیر میں بغیر حساب کئے چلے جاتے دوکاندار حضرت جی سے آکر عرض کرتے فلاں طالب علم چلا گیا اور حساب نہیں کیا، حضرت فرماتے کتنے پیسے ہیں؟ دوکاندار پیسے بتاتا، حضرت فرماتے کسی سے نہ کہنا کہ طالب علم پیسے دیئے بغیر چلا گیا اس سے طلبہ کی بدنامی ہوگی، لو پیسے مجھ سے لے لو، اور پیسے ادا فرما دیتے، کئی کئی طالب علموں کا سال کے اخیر میں یہ واقعہ پیش آتا اور دوکاندار بھی مطمئن ہوتے تھے کہ اگر کسی طالب نے پیسے نہ دیئے تو حضرت جی دے ہی دیں گے، اس لئے وہ بھی کسی کو قرض سامان دینے سے انکار نہیں کرتے۔

ایک نو وارد طالب کے ساتھ پدرانہ شفقت

ایک نو وارد طالب علم کو دیکھا کہ مطبخ کا کھانا سامنے رکھا ہے، اور رو رہا ہے، اس کو نان کھانے کی عادت نہیں تھی، اس کو بلایا اور رونے کی وجہ بڑے پیار سے دریافت فرمائی، اس نے وجہ بتائی نان کھانے کی عادت نہیں حضرت نے اس کو اپنے ساتھ کھانا کھلایا اور فرمایا آئندہ میرے ساتھ کھانا کھایا کرو، حضرت ایک وقت کھانا تناول فرمایا کرتے تھے اس لئے فرمایا دوسرے وقت گھر سے لے کر کھالیا کرو، چونکہ وہ بچہ نابالغ تھا پردہ نہیں تھا اس لئے گھر میں جا کر کھانا کھانے یا کھانا لا کر کھانے کی اجازت مرحمت فرمادی اور اس کے اخراجات خود سے پورے فرماتے اور اس کے علاوہ جیب خرچ الگ ہر ماہ دیتے اور اس لاڈ پیار

سے اس کو رکھا کہ بیٹا ہونے کا گمان ہوتا اور اولاد کی طرح ناز ونخرے برداشت کرتے حضرت کی بے انتہائی شفقتوں سے اس کا یہ حال ہوا کہ مدرسہ سے باہر قصبہ میں کرایہ پر کمرہ لیکر اس میں رہنا شروع کیا کئی کئی جوڑی کپڑے تیار رہتے، اور کپڑوں پر شکن تک نہ پڑتی، ابتداء سے انتہا تک اسی شفقت سے رکھا، حضرت تو اس کو اولاد کی طرح سمجھتے ہی تھے وہ بھی اپنے کو حقیقی اولاد سے کم نہ سمجھتا، حقیقی اولاد سے بھی بڑھ کر ناز نخرے دکھاتا اور حضرت جی کے حقیقی صاحبزادے بھائی جان کے ساتھ ہمسری کا معاملہ کرتا، بہت سے نو وارد سمجھتے کہ یہ بھی حضرت جی کے صاحبزادے ہیں، جب وہ طالب علم فارغ ہو گئے، حضرت جی نے خود ایک اچھے گھرانہ میں ان کا نکاح کا پیغام دیا اور شادی کے ضروری سامان کا انتظام کیا، دلہن کے لئے کچھ زیور بھی بنوایا اور باپ بن کر خود مختصر آدمیوں کی برات لے کر نکاح کرانے تشریف لے گئے، اور دلہن کو لا کر اولا اپنے گھر میں رکھا، پھر ان کے لئے الگ مکان کا انتظام منجانب مدرسہ کیا اور ان کو مدرسہ میں مدرس رکھ لیا، کبھی کبھی ان کے گھر از خود باپ کی طرح تشریف لے جاتے اور ضروریات دریافت فرماتے اور وہ صاحب بھی صرف تنخواہ پر اکتفا نہ فرماتے بلکہ ہر ماہ حضرت جی سے کہتے اتنا زائد خرچ ہو گیا، حضرت اپنی جیب خاص سے عنایت فرماتے، کبھی اگر عذر فرما دیا تو یہ اپنے ناز وانداز میں حد سے تجاوز کر جاتے اور ادب کو بھی بالائے طاق رکھ دیتے اور ایسا معاملہ اختیار کرتے جس کا برداشت فرمانا یہ حضرت جی کا ہی ظرف تھا، مثلاً کبھی چاقو لے کر آجاتے کہ حضرت جی یا تو اتنے پیسے دے دو یا فلاں مثلاً کبھی چاقو لے کر آجاتے کہ حضرت جی یا تو اتنے پیسے دو یا فلاں کام کر دو ورنہ پیٹ پھاڑ دوں گا حضرت جی پیسے عنایت فرما دیتے یا کام پورا فرما دیتے، مدرسہ کے اوقات کا بھی لحاظ نہ تھا، بھائی جان مدظلہ کو جب مہتمم بنا دیا گیا تو بھائی جان زید مجدہم کے ساتھ تب بھی ان کا رویہ وہی رہا، دوسرے بعض اساتذہ کے ساتھ بھی کچھ نازیبا سلوک کیا آخر مجبور ہو کر بھائی جان مدظلہ

نے ان کو معزول کر دیا، حضرت جی پر اس کا بھی بہت صدمہ ہوا، ان کی علیحدگی اور جلال آباد سے منتقلی کے ان کے مکان پر جس شہر میں وہ مقیم تھے تشریف لے گئے اور تسلی دی اور اپنی ہمدردی کا اظہار فرمایا، بھائی جان ان کی علیحدگی پر مصر تھے اور اس کے قوی وجوہ ان کے پاس تھے اس لئے حضرت جی ان کو بھی مجبور نہیں کر سکتے تھے، مگر خود ان کی علیحدگی سے کبیدہ خاطر تھے، بھلا جس کو باپ بن کر پرورش کیا ہو شادی کی ہو اور زندگی کا طویل عرصہ گذارا ہو انکی علیحدگی پر اور ان کی پریشانی پر کیوں رنج نہ ہوگا، مدرسہ سے علیحدگی پر ان صاحب کو بڑی پریشانیاں سامنے آئیں، جو غالباً حضرت جی نور اللہ مرقدہٗ جیسی عظیم شخصیت اور ان کی بے انتہا شفقتوں کی ناقدری و ناشکری کا نتیجہ تھی اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے حبیب پاک ﷺ اور اپنے اولیاء کرام کی ناراضگی سے پوری پوری حفاظت فرمائے، آمین، اور ان سب کی بھی پریشانیاں دور فرمائے اور دنیا و آخرت کی راحتیں عطا فرمائے آمین۔

نگرانی اور تنبیہ

حضرت جی قدس سرہٗ کسی طالب علم کو سخت لفظ فرماتے تو جنگلی کبوتر فرماتے اس سے زیادہ سخت لفظ کبھی فرماتے نہیں سنا گیا سخت سے سخت جرم پر بھی نرمی و آہستگی متانت و سنجیدگی سے نصائح فرماتے، غصہ میں آواز میں تیزی آجاتی آواز کسی قدر بلند ہو جاتی ورنہ ہمیشہ متبسم نظر آتے، البتہ قہقہہ مار کر ہنستے ہوئے کبھی نہیں دیکھا گیا صحت کے زمانہ میں طلبہ کی نگرانی کے لئے مغرب بعد کبھی عشاء بعد بھی تشریف لایا کرتے کبھی فجر بعد تشریف لاتے بعض طلبہ سوئے ہوئے ملتے ان کو اٹھاتے اور ان کو تنبیہ بھی فرماتے، جنگلی کبوتر اب تک سوئے ہیں، نماز نہیں پڑھی البتہ لہجہ قدرے سخت ہوتا مگر چیخنا چلانا نہیں ہوتا تھا عموماً اصلاح اور تنبیہ کا انداز بہت لطیف ہوتا تھا، جو مخاطب پر اثر انداز ہوتا اور ناگوار بھی نہ ہوتا تھا۔

مسجد کا احترام

ایک دفعہ راقم الحروف مسجد کی طرف تیزی سے لپک کر جارہا تھا، شاید دوڑنے کی حد تک تیزی ہو، ادھر سے حضرت جی تشریف لے آئے حضرت نے بلایا اور فرمایا کہاں جارہے ہو؟ عرض کیا مسجد، فرمایا اس طرح دوڑ کر جاتے ہیں، گویا بتادیا کہ مسجد تو بادشاہوں کے بادشاہ کا دربار ہے، شاہی دربار میں جاتے ہیں تو وہاں کی ایک عظمت و ہیبت ہوتی ہے، مسجد جاتے ہوئے بھی اس کا استحضار ہونا چاہئے، کہ میں کسی دربار میں جارہا ہوں، اور اس کے مناسب ہیبت و عظمت کا اثر ہونا چاہئے۔

طلبہ کی دلداری

طلبہ کا ایسا کوئی عمل و طریقہ جس سے دوسرے طلبہ کی دل آزاری ہو بلکہ دل آزاری کا واہمہ بھی ہو پسند نہ فرماتے۔

ایک دفعہ ایک صاحب حیثیت طالب علم نے اپنے کمرہ میں قلی کرالی دوسرے کمروں میں قلی نہ تھی مدرسہ میں اس کی گنجائش نہ تھی، کہ سب کمروں میں قلی کرادی جائے، حضرت کو اس طالب علم کا یہ عمل ناگوار ہوا، اور اس کو حکم دیا کہ اس کو دھلوادے کہ دوسرے طلبہ کو خیال ہوگا کہ اگر ہمارے پاس پیسے ہوتے ہم بھی اپنے کمروں میں قلی کراتے ان کو تکلیف ہوگی اس احتمال پر اس قلی کو دھلوادیا گیا، حالانکہ وہ طالب علم ایک بڑے رئیس اور حضرت جی قدس سرہٗ کے انتہائی تعلق والے کا بیٹا تھا۔

ختم کتاب پر مٹھائی کی تقسیم

اکثر کتابوں کے ختم پر طلبہ آپس میں چندہ کر کے مٹھائی تقسیم کرتے ہیں اور اساتذہ کی دعوت کرتے ہیں، مگر اس احتمال کی بنیاد پر کہ کسی طالب علم پر چندہ لینے میں جبر کیا گیا ہو یا اس کو غیرت دلا کر شرمندہ کر کے وصول کیا گیا ہو حضرت اس کی اجازت نہ دیتے البتہ اگر کوئی صاحب خیر اپنی طرف سے ازخود اس کی پیشکش کرتا تو اس کو منظور فرمالیتے اسی طرح آ کر حضرت قدس سرہٗ کو اطمینان دلایا جاتا کہ کسی طالب علم پر جبر نہیں کیا گیا بلکہ سب نے ازخود خوشی کے ساتھ چندہ کیا تب بھی اجازت مرحمت فرمادیا کرتے۔

اپنے شیخ سے تعلق

حضرت جی قدس سرہٗ کو اپنے شیخ حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ کے ساتھ فنائیت کا تعلق تھا جس کو فنافی الشیخ سے تعبیر کرتے ہیں، کوئی بھی بات ارشاد فرماتے اپنی طرف سے کم ارشاد فرماتے، اکثر اپنے شیخ قدس سرہٗ کی طرف سے منتقل فرماتے، کہ حضرت والا نے فرمایا تھا، حضرت والا یہ فرمایا کرتے تھے، اور یہ فرماتے ہوئے دل بھر آتا اس وقت حضرت کا حال اس شعر کا مصداق ہوتا۔

ڈوب سا جاتا ہے دل رہ رہ کے ان کی یاد میں
کوئی کیا سمجھے کہ وجہ سے خودی ہوتی ہے کیا

مجلس ہوتی بالخصوص جمعہ کے بعد کی مجلس میں قرب وجوار سے سینکڑوں آدمی شرکت کرتے اس میں بھی حضرت تھانوی قدس سرہٗ کا ہی کوئی وعظ کتاب ہاتھ میں لے کر پڑھ کر سناتے جس کی عجیب وغریب تاثیر ہوتی، جس کو ایک عام شخص کا دل بھی محسوس کئے

بغیر نہ رہتا، روزانہ کی مجالس میں بھی عموماً حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے ارشادات ہی سناتے، باقی وہ زبانی ہوتے، اوران کی تشریح فرماتے اس کے علاوہ جب بھی کسی سے گفتگو فرماتے تو اکثر اوقات حضرت تھانوی قدس سرہٗ کا ذکر خیر آہی جاتا اس طرح کہ حضرت والا نے یہ فرمایا۔

مہمانوں کی رعایت

واردین وصادرین کا سلسلہ برابر جاری رہتا کسی وقت ملاقات پر پابندی نہیں تھی، (علالت کے زمانہ کو چھوڑ کر) جب بھی کوئی شخص آتا اسی وقت ملاقات ہو جاتی فجر کے بعد سے بیٹھ کر عشاء بعد تک یہی سلسلہ رہتا نمازوں کے اوقات کو چھوڑ کر دوپہر کو بھی آرام برائے نام ہی قیلولہ کی نیت سے ہوتا ورنہ ڈاک کا پلندا سامنے رکھا رہتا، خود ہی خط پڑھتے اور خود ہی اس کا جواب تحریر فرماتے اخیر تک یہی سلسلہ رہا کسی دوسرے سے خط نہ لکھواتے نہ پڑھواتے، آنے والے ملاقات بھی کرتے رہتے اور ان کی مزاج پرسی بھی فرماتے اور یہ بھی دریافت فرماتے کہ کہاں سے آئے، کیوں آئے کہاں جانا ہے، کوئی کام حضرت سے متعلق ہوتا اس کو پورا فرماتے، جو حضرات دعاء یا زیارت وجہ بیان کرتے، فوراً ان کو دعا دیتے، اور کوئی نصیحت ان کے حسب حال فرماتے اور اچھا خدا حافظ کہہ کر سلام مصافحہ کر کے رخصت فرمادیتے۔

ہر آنے والے کے لئے چائے وغیرہ کا تکلف تو نہ تھا البتہ روحانی ضیافت کا پورا اہتمام تھا کوئی بھی آنے والا محروم نہ جائے کوئی نہ کوئی نصیحت اس کے کان میں ضرور پڑ جائے، حضرت کا معمول اس اصول کے مطابق تھا کہ شیخ کو زبان ہونا چاہئے، اور طالب کو کان کہ شیخ کوئی نہ کوئی اصلاحی بات فرماتا رہے، اور طالب سراپا گوش ہو کر اس کو سنے اور عمل کرے۔

نرا تقویٰ کافی نہیں

نرا تقویٰ کافی نہیں کہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں، بلکہ نفس کو خواہشات سے روکنا بھی ضروری ہے، کہ خواہشات کے مقتضاء پر عمل نہ ہو اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

"واما من خاف مقام ربه ونهى النفس عن الهوىٰ فان الجنة هي الماوىٰ۔"

[جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا کہ مجھ کو اللہ کے سامنے کھڑا ہونا ہے۔ (اسی پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ آگے ارشاد فرمایا) اور نفس کو خواہشات سے روکا، پس بیشک جنت اس کا ٹھکانہ ہے معلوم ہوا محض خوف (ڈر) کافی نہیں بلکہ اس کیساتھ نفس کو خواہش سے روکنا بھی ضروری ہے]

اساتذہ کو نصیحت

اہل علم اساتذہ حاضر ہوتے ان کو عموماً طلبہ پر شفقت کی نصیحت فرماتے، اور دوسروں کو ان کے حسب حال مثلاً طلبہ حاضر ہوتے ان کو اساتذہ کی تعظیم واحترام تکرار و مطالعہ کی تاکید فرماتے۔

حضرت جی قدس سرہٗ نے ایک دفعہ ہمارے اقدس مفتی صاحب قدس سرہٗ کی موجودگی میں ارشاد فرمایا طلبہ اگر استاذ کو پیٹ بھی لیں مگر پڑھ لیں اس میں کیا حرج ہے۔

روٹی دائیں طرف

ایک دفعہ راقم الحروف حاضر ہوا، شام کو کھانے میں شرکت ہوئی راقم الحروف کے

دائیں طرف سالن کی رکابی اور بائیں جانب روٹی رکھی تھی، حضرت جی قدس سرہٗ نے اپنے دست مبارک سے روٹی اٹھا کر دائیں جانب رکھی اور رکابی بائیں جانب اور فرمایا روٹی دائیں جانب رکھنی چاہئے، سالن بائیں جانب کہ روٹی اصل ہے، اور سالن اس کے تابع، پھر اس خیال سے کہ حاضرین کو یہ خیال ہوا کہ دسترخوان پر سب کے سامنے ٹوک دیا اسلئے حاضرین کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا یہ ہمارے طالب علم ہیں میں ان کو کہہ سکتا ہوں مجھے ان کو کہنے کا حق ہے۔

اپنے آپ کو مٹانا چاہئے

معتمد ذریعہ سے معلوم ہوا کہ ایک دفعہ ایک بڑے بزرگ تشریف لائے اور نصیحت کی درخواست کی، حضرت جی نے فرمایا آپ کو میں کیا نصیحت کروں، بزرگ نے دوبارہ یہی درخواست کی، حضرت نے کچھ دیر گردن جھکائی پھر ارشاد فرمایا:

حضرت والا فرمایا کرتے تھے اپنے آپ کو مٹانا چاہئے، پھر گردن جھکا لی اس کے بعد ارشاد فرمایا: مگر حال کا درجہ قال کے درجہ میں نہیں۔

حیوانات پر شفقت

انسانوں کے علاوہ حیوانات تک پر آپ کو شفقت تھی ایک دفعہ رات کو سونے کے لئے بستر پر تشریف لائے دیکھا کہ بستر پر بلی سوئی ہوئی ہے حضرت والا قدس سرہٗ نے بلی کو اٹھا کر بے آرام کرنا گوارہ نہیں فرمایا اور بستر کے بغیر اسی طرح پوری رات گذار دی۔

مکان سے مسجد جاتے ہوئے راستہ میں نالی ہے، جس میں پانی رہتا ہے، تھوڑا خشک راستہ تھا مگر اس پر کتا بیٹھا ہوا تھا، دوسری طرف نالی کے اوپر کو ذرا کود کر جانا پڑتا تھا، خدام نے آگے بڑھ کر کتے کو اٹھانا چاہا حضرت جی نور اللہ مرقدہٗ نے سختی سے روک دیا

کہ کتے کومت اٹھاؤ، اور فرمایا یہ عام راستہ ہے جس پر انسان وحیوان سب کا حق ہے، وہ اپنے حق کی جگہ میں بیٹھا ہے، ہمیں اسے اٹھانے کا حق نہیں۔

شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے خوب فرمایا ہے:

شنیدم کہ مردان راہ خدا دل دشمناں ہم نہ کردند تنگ

ترا کے میسر شود ایں مقام کہ بادوستانت خلاف است وجنگ

سراپا

حضرت نور اللہ مرقدہٗ کو حق تعالیٰ نے حسن صورت، حسن سیرت دونوں سے خوب نوازا تھا، سرخ وسفید چہرہ سفید صاف وشفاف لباس سفید داڑھی لبوں پر مسکراہٹ زبان پر ذکر نیچی نظر آنکھوں میں حیاء کی جھلک، گھٹنوں سے نیچا کرتا نصف ساق تک پائجامہ نیچے کی نصف ساق سرخ وسفید چمکتی ہوئی سر پر پنج کلی ٹوپی۔

رفتار بھی سید المرسلین ﷺ کی مبارک رفتار کا نمونہ گردن نیچی نظر برقدم، قدموں کو پورا پورا اٹھا کر رکھتے، اس مستانہ رفتار سے جب چلتے دیکھتے تو دیکھنے والوں کو لطف آجاتا۔

اچکن یا شیروانی پہننے کا معمول نہ تھا، سردی کے زمانہ میں روئی کا سلوکا نصف آستین والا پہننے اور سر پر روئی کا بنا ہوا ٹوپا اوڑھتے جس میں دو کان بھی ہوتے اور دونوں کانوں پر آئے ہوئے ہوتے چادر کمبل کے بجائے چھینٹ کی روئی کی دلائی استعمال فرماتے اس سادہ وضع میں کچھ ایسا حسن اور رعب تھا کہ کچھ نہ پوچھو اللہ تعالیٰ نے حسن وجمال کا وافر حصہ عطا فرمایا تھا کہ آپ کی ہر ہر ادا سے حسن ٹپکتا تھا، کبھی طلبہ کو تنبیہ کرنے کے لئے فرمایا کرتے، چراغ لیکر ڈھونڈوگے مسیح اللہ نہیں ملے گا کبھی طلبہ شرارت کرتے اور غلط تاویل کرتے تو داڑھی پر ہاتھ کو پھیر کر فرما دیا کرتے یہ داڑھی دھوپ میں سفید نہیں کی، راقم الحرف جمعہ

کی مجلس میں شرکت کرتا تھا، اس کے علاوہ کسی ضرورت سے ہی حاضر ہوتا اسکے بغیر نہیں، حضرت جی چاہتے تھے کہ یہ ناکارہ حضرت کی خدمت میں زیادہ آیا جایا کرے، اور کچھ حاصل کرے، مگر اس ناکارہ کو اس طرف توجہ نہیں تھی، ایک دفعہ توجہ دلانے کے لئے فرمایا، تم میرے پاس نہیں آتے بوڑھوں کے پاس نہیں آتے تم نے مجھ سے زیادہ حسین دیکھا ہے، عجیب شفقت بھرے لہجہ میں ارشاد فرمایا:

بسیار خوباں دیدہ ام پر تو چیزے دیگری

اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا
کہ قتل بھی کرتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

کھانے میں معمول

حضرت قدس سرہٗ اپنے معمولات کے بہت پابند تھے، معمول کے خلاف نہیں کرتے تھے، مگر کوئی معذوری ہی درپیش آجائے تو الگ بات ہے آپ کا معمول صرف ایک وقت شام کو کھانے کا تھا، دوپہر کو کھانا نہیں کھاتے تھے، صرف ناشتہ تناول فرماتے تھے، اور ناشتہ بھی متعین تھا، بطخ کے دو بیضے نیم برشت اور کوئی بسکٹ وغیرہ، اخیر زمانہ میں پوری بکھوری بھی ایک دو تناول فرماتے، بطخ اسی مقصد کے لئے گھر میں پال رکھی تھی، ان اوقات کے علاوہ کوئی چیز تناول فرمانے کا معمول نہیں تھا کوئی شخص کوئی چیز لاتا اور اصرار کرتا، اور حضرت کو اسکی دلداری منظور ہوتی، تو صرف اس پر انگلی رکھ کر اس کو چاٹ لیتے اور فرماتے بس ہوگیا، جاؤ جزاک اللہ۔

غایت تقویٰ

بازار کے خریدے ہوئے آم تناول نہیں فرماتے تھے، کہ بیع عموماً صحیح نہیں ہوتی، یہ غایت تقویٰ کی بناء پر تھا، ورنہ بازار سے خریدے ہوئے آم کھانا جائز ہے، البتہ جس باغ کے پھلوں کے بارے میں معلوم ہو کہ بیع صحیح نہیں ہوئی ان کا کھانا جائز نہیں۔

ہدیہ میں احتیاط

جن سے پہلے سے شناسائی اور تعلق نہیں ہوتا تھا وہ حضرات کوئی ہدیہ (پھل وغیرہ) وغیرہ لاتے تو حضرت اس کو اپنے ہاتھ میں لے کر دعائیں دیتے ان کا شکریہ ادا کرتے اور یہ کہہ کر ان کو عنایت فرماتے میں نے قبول کرلیا، جزاک اللہ اب آپ میری طرف سے اپنے بچوں کو دیدینا، مخلصین ومحبین کا ہدیہ قبول فرمالیا کرتے خواہ وہ قلیل ہی کیوں نہ ہو۔

کشف وکرامت

کشف تو حضرت جی کا بہت مشہور تھا، سائل کے ذہن میں کوئی بات آئی، حضرت نے اس کا جواب عنایت فرمادیا، ایسا بہت دفعہ پیش آیا۔

حضرت مولانا یونس صاحب زید مجدہم شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپوری نے سنایا کہ ایک مرتبہ جلال آباد حضرت جی مولانا مسیح اللہ خاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا، راستہ میں ذہن میں ایک سوال آیا، کہ حضرت سے دریافت کروں گا، حضرت نے بیٹھتے ہی اس کی تقریر فرمادی، پھر خیال آیا کہ نسبت کس کو کہتے ہیں؟ اس کے بارے میں سوال کروں، اس خیال کے آتے ہی میں نے پنکھوں کے اندر سے اللہ اللہ کی آواز سنی جو بہت تیزی کے ساتھ

ہورہی تھی، کچھ دیر بعد وہ ختم ہوگئی۔

حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات

ایک معتمد نے جو حج میں حضرت کے ساتھ تھے بیان کیا کہ رمی جمرات کے موقعہ پر ازدحام بہت تھا اور جمرات کے قریب تک پہنچنا مشکل تھا، ایک صاحب آئے، اور حضرت کو پیچھے سے اپنے دونوں ہاتھوں کے گھیرے میں لیکر جمرہ کے قریب کر دیا، جس سے حضرت نے بہت اطمینان سے رمی فرمائی اور اس کے بعد اسی طرح لیکر بھیڑ سے ایک طرف نکال کر کھڑا کر دیا، کسی بے تکلف خادم کے دریافت کرنے پر فرمایا یہ حضرت خضر علیہ السلام تھے، اور اس حج میں تین مرتبہ تشریف لائے ہیں۔

ولی بننا بہت آسان

ایک مرتبہ یہ ناکارہ اور ایک ساتھی حاضر خدمت تھے، ارشاد فرمایا: ولی بننا آسان بہت آسان جنید وشبلی، بننا بہت آسان ہے، نبوت کا دروازہ تو بند ہو چکا ہے، کوئی شخص نبی بننا چاہے تو نہیں بن سکتا مگر ولایت کا دروازہ بند نہیں ہوا کوئی ولی بننا چاہے تو بن سکتا ہے، اگر تم چاہو تو ابھی جنید بن سکتے ہو، بس پکی سچی توبہ کرلو، کوئی گناہ نہیں کریں گے، اور اللہ پاک کی پوری اطاعت کریں گے بس یہی ساری ولایت ہے، کہ طاعات کا پورا اہتمام ہو اور معاصی سے بالکلیہ اجتناب ہو اسی کو شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

راہ خدا بیش از دو قدم نیست

یک قدم بر نفس خود نہ دیگرے بر کوئے دوست

اللہ تعالیٰ کی ولایت کا راستہ دو قدم سے زیادہ نہیں ایک قدم اپنے نفس پر رکھ لو (کہ

نفس کی خواہش پر عمل نہ ہو جو گناہوں کی اصل) دوسرا قدم رکھو گے تو کوئے دوست میں رکھا جائے گا اللہ تعالیٰ کا قرب اور ولایت حاصل ہو جائے گی۔

علالت کا زور کئی سال سے تھا مگر طبیعت کبھی سنبھل جاتی۔

وصیت نامہ

وفات سے قبل وصیت کی درخواست کرنے پر جو وصیت فرمائی جس کو حضرت مولانا ڈاکٹر تنویر احمد خاں صاحب زید مجد ہم نے قلمبند فرمایا تھا نقل کرتا ہوں۔

احقر جب حاضر خدمت ہوا تو حضرت والا نے کان قریب کرنے کا اشارہ فرمایا احقر نے اپنا چہرہ حضرت والا کے منہ کے قریب کر دیا، فرمایا زبان کو حرکت دینے کی بھی ہمت نہیں، ضعف بے حد ہے باتکلف بول رہا ہوں پھر بھی چند باتیں عرض کرتا ہوں۔

فرمایا کہ تمام اعمال حسنہ استقامت کے ساتھ بالدوام حسن خلق وحسن کلام، نماز روزہ، سنن ومستحبات کا اہتمام بلحاظ صحت سہولت کے ساتھ رہے، ذکر وتلاوت بقدر فرصت وسہولت جاری رہے، مطالعہ کا اہتمام رہے، یہ بہت ضروری ہے، حضرت والا نور اللہ مرقدہٗ کی شریعت وطریقت اور امام غزالی کی عربی کتاب کا ترجمہ تبلیغ دین زیر مطالعہ رہے، حضرت والا نور اللہ مرقدہٗ اس کتاب کو بڑے بڑے علماء کو بھی تاکید سے پڑھواتے تھے، نیز حضرت والا نور اللہ مرقدہٗ کی تفسیر بیان القرآن کا بھی مطالعہ رہے۔

تمام اعمال سیئہ سے حتیٰ کہ مشتبہات سے بھی اجتناب رہے کہ جیسا کہ بخاری شریف میں ہے، "الحلال بین والحرام بین وبینهما مشتبهات فانتزهوا عن المشتبهات"، یہ تقویٰ ہے۔

اخلاق حمیدہ کا حصول برغبت اور اخلاق رذیلہ کا زوال بنفرت رہے، ان باتوں

کے آثار یہ ہوں گے کہ حسن کلام وحسن خلق حاصل ہوگا۔

حسن کلام کی تعریف یہ ہے کہ الفاظ شستہ اور شائستہ نرم آواز کے ساتھ اور حسن خلق کی تعریف یہ ہے کہ حلم جس کو ہماری زبان میں بردباری کہتے ہیں، جہاں کہیں کوئی بات خلاف طبیعت پیش آئے ناگوار ہو، اس کو کلام حسن سے ٹالدے بردباری کے ساتھ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "واذا سمعوا اللغو اعرضوا عنه" جہاں کہیں ایسی بات پیش آئے اعراض کرجاؤ ٹال جاؤ۔

ایسی جگہ میں مت بیٹھو! اور ایسا عمل مت کرو، جو تہمت کا سبب بنے، جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: 'اتقوا مواضع التهم'' تہمت سے بچنے کو نہیں فرمایا بلکہ ان جگہوں اور طریقوں سے بچنے کو فرمایا جو تہمت کا سبب بنیں۔

پھر فرمایا کہ مرشدی مولائی حضرت مجدد الملت حکیم الامت نور اللہ مرقدہٗ فرمایا کرتے تھے، کہ دو لفظ ہیں، ایک دھیان، دوسرا دھن دھیان تو یہ ہے کہ ہر وقت اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے اللہ تعالیٰ کا دھیان رہے، اور دھن یہ کہ تزکیہ نفس کی ہر وقت دھن رہے، یہ دونوں باتیں بڑی عجیب ہیں ان پر عمل کرتے رہو۔

کسی کے معاملہ میں مت پڑو، دوسروں کے معاملات سے علیحدہ رہو، یہ شان مشیخت کے خلاف ہے، کثرت ذکر اس طرح رہیکہ زبان ہردم ذاکر اور قلب توفیق ذکر طاعت پر شاکر لین دین اور معاملات بالکل صاف رکھو۔

دوسرے روز بعد نماز فجر فرمایا: اعمال حسنہ پر استقامت بالدوام حسن خلق کے ساتھ، حسن کلام نرم شائستہ الفاظ کے ساتھ جیسا کہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وقل لعبادي يقول التي هي احسن" حسن کلام حسن خلق کے ساتھ ہے۔

جب کبھی کوئی بات طبیعت کے خلاف ہونا گوار گذرے حسن کلام سے نرم الفاظ کے

ساتھ حسن خلق کے ساتھ ٹال جاؤ، یا حلم کے ساتھ خاموشی سے اعراض کر جاؤ، ارشاد باری تعالیٰ ہے: "واذا سمعوا اللغو اعرضوا عنه"۔

پھر فرمایا حسن خلق بڑی چیز ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں تمہیں وہ چیز بتادوں جو اگر کوئی رات بھر عبادت کرے اور دن میں روزہ رکھے ایک سال تک وہ چیز اس سے بھی افضل ہے، صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ وہ کیا چیز ہے؟ فرمایا حسن خلق یہ بڑی چیز ہے۔

پھر فرمایا: کہ اس سے افضل چیز بتادوں، صحابہ نے سوچا کہ اس سے افضل کون سی چیز ہوگی، فرمایا اپنی بیوی کے ساتھ حسن خلق نرمی کا برتاؤ اسلئے کہ بیوی کے ساتھ ہر وقت خلاف طبیعت باتیں پیش آتی رہتی ہیں، اپنے عزیزوں، دوستوں حتیٰ کہ دشمنوں سے بھی حسن خلق سے پیش آنا چاہئے۔

بس حسن خلق کلام کے ساتھ اعمال حسنہ کا اہتمام بالدوام برغبت اعمال سیئہ سے اجتناب بہ نفر، زبان ذاکر، قلب شاکر اصلاح نفس کی دھن، اللہ تعالیٰ کا دھیان، یہ ہی سارے تصوف کا نچوڑ ہیں، بس اس پر عمل ہوتا رہے، یہ ارشاد عالی مرشدنا ومولانا حضرت مجدد الملت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی نوراللہ مرقدہٗ کے ہیں، یہ الفاظ احقر کے نہیں ہیں۔

وفات

اور بتاریخ سترہ جمادی الاول شب جمعہ میں بارہ بجے کے بعد آفتاب علم وعمل ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا، اور اللہ اللہ کرتے ہوئے جان جان آفریں کے سپرد کردی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ذکر مسیح الامت منظوم

ارمغان صدسالہ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نوراللہ مرقدہٗ نے حضرت جی نوراللہ مرقدہٗ کا ذکر منظوم اس طرح فرمایا ہے:

مولانا الشیخ مسیح اللہ شیخ الحدیث مفتاح العلوم جلال آباد

مسیح اللہ شفاء درد ہجراں
مسیحیت بشان شان نمایاں
مریضان نفوس آتے ہیں حیراں
مگر جاتے ہیں ہو کر شاد و فرحاں
وہ شان اشرفی کا اک نشاں ہیں
نہ اک گل مستقل خود گلستاں ہیں
جہاں بھی پڑ گئے ان کے قدم آج
تو پائی اہل حق نے اپنی معراج

○○○

مولانا اظہار الحسن کاندھلوی قدس سرہٗ

حضرت مولانا اظہار الحسن کاندھلوی قدس سرہٗ مرکز تبلیغ نظام الدین دہلی کے روحِ رواں تھے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی نوراللہ مرقدہٗ کے خاص خلیفہ اور مرکز نظام الدین مدرسہ میں شیخ الحدیث تھے۔ حضرت مولانا مرحوم نے اپنے ایک شاگرد رشید کو ایک خط میں رمضان المبارک کے معمولات تحریر فرمائے ہیں، اس میں یہ بھی ہے:

ایک گھنٹہ سبق پڑھاتا ہوں، ڈیڑھ گھنٹہ ذکر کرتا ہوں، چالیس پارے قرآن پاک کے ہوجاتے ہیں، ٹوٹی پھوٹی مہمانوں کی خدمت ہوجاتی ہے، اس کے علاوہ تو بس کھانا ہی کھانا اور سونا ہی سونا۔ اور اس مرکز نظام الدین میں مجھ سے زیادہ نکما کوئی نہیں۔

انتقال کے روز سبق پڑھایا، پھر مشورہ میں شرکت فرمائی، اور مشورہ کی مجلس میں ہی تشریف فرماتھے، اور کچھ گفتگو فرمارہے تھے، اسی دوران اچانک نظر اٹھا کر دیکھا اور مصافحہ کے لئے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا: "السلام علیکم" آئیے تشریف لائیے۔ اور بس روح پرواز کرگئی۔

حرم میں موت

محترم بزرگ حضرت مولانا صدیق احمد صاحب زیدمجدہم جو قصبہ نوح میوات میں ایک بڑے مدرسہ کے مہتمم اور شیخ الحدیث ہیں، انہوں نے اپنا چشم دید واقعہ بیان فرمایا: کہ میں نماز مغرب پڑھ کر حرم شریف میں بیٹھا ہوا تھا، قریب میں ایک مرد اور عورت (میاں بیوی) بیٹھے تھے، مرد نے اپنی بیوی سے کہا: میرا یہیں رہ جانے کو جی چاہتا ہے، تم اجازت دو میں یہاں ہی رہ جاؤں۔ بیوی انکار کرتی ہے، مرد برابر خوشامد کرتا رہا اور بیوی کو راضی کرتا رہا، آخر بیوی راضی ہوگئی، اس نے بیوی کو سمجھایا: کہ میرے بعد صبر کرنا، رونا نہیں وغیرہ وغیرہ۔ جب بیوی نے وعدہ کرلیا، شوہر نے دعا کی: کہ یا اللہ مجھے موت نصیب فرما، اور دعا کرتا رہا۔ اتنے میں نماز عشاء شروع ہوگئی، وہ بھی نماز میں شریک ہوگیا اور نماز ہی میں انتقال ہوگیا۔ نماز کے بعد سپاہی اس کی لاش اٹھا کر لے گئے اور عورت اٹھ کر اپنی قیامگاہ پر پہنچ گئی۔ ○○○

فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہٗ

فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہٗ

فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہٗ کو حق تعالیٰ شانہ نے بے مثال اوصاف وکمالات اور گوناگوں محاسن سے نوازا تھا، آپؒ نسب کے اعتبار سے میزبان رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے خانوادے سے تعلق رکھتے تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دادا حاجی خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ محدث عصر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ کے خصوصی خادم تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم حضرت مولانا حامد حسن گنگوہی قدس سرہٗ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن قدس سرہٗ اسیر مالٹا کے خصوصی شاگرد اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ کے رفیق درس تھے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بسم اللہ، شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب قدس سرہٗ اور حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوریؒ نے کرائی۔

گنگوہ کے اور اپنے خاندان نورانی ماحول میں پرورش پائی، ولیہ صفت رابعۂ عصر صاحبزادی صاحبہ حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کے مکان میں انکے اپنے مکتب میں قرآن پاک حفظ کیا۔

درویش صفت زاہد وقت حضرت مولانا فخر الدین گنگوہی قدس سرہٗ تلمیذ رشید حضرت مولانا مظہر نانوتوی قدس سرہٗ رحمۃ اللہ علیہ جنکی طرف نسبت کرتے ہوئے مدرسہ مظاہر علوم نام رکھا گیا۔

اور اپنے والد ماجد قدس سرہٗ سے ابتدائی کتب پڑھیں، اور پھر مظاہر علوم کے علمی و

روحانی ماحول میں اپنے وقت کے ممتاز خدا ترس حضرات علماء کرام (مناظر اسلام حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب قدس سرہٗ خلیفہ حضرت تھانویؒ ناظم مظاہر علوم سہارنپور۔

امام نحو حضرت مولانا ظہور الحق صاحب قدس سرہٗ۔

حضرت مولانا عبد الرحمن صاحب کامل پوریؒ، صدر مدرس مظاہر علوم سہارنپور خلیفہ حضرت تھانوی قدس سرہٗ۔

فقیہ عصر حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب قدس سرہٗ مفتی اعظم مظاہر علوم سہارنپور۔

حضرت مولانا عبد اللطیف صاحب قدس سرہٗ ناظم مظاہر علوم سہارنپور۔

محدث عصر حضرت مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہٗ شیخ الحدیث مظاہر علوم سے علوم کی تحصیل و تکمیل کی۔ اور پھر دار العلوم دیوبند میں داخل ہو کر:۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ۔

حضرت مولانا میاں اصغر حسین صاحب قدس سرہٗ۔

شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب قدس سرہٗ۔

حضرت مولانا رسول خاں صاحب ہزاروی قدس سرہٗ۔

حضرت مولانا علامہ ابراہیم بلیاوی صاحب قدس سرہٗ۔

حضرت مولانا نبی حسن صاحب قدس سرہٗ۔

جیسے ماہرین حضرات سے علوم کی تکمیل کی۔

اور پھر قطب الارشاد حضرت مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہٗ سے سلوک و معرفت کی منزلیں طے فرمائیں۔

حکیم الامت اشرف العلماء حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ۔

قطب وقت حضرت مولانا شاہ عبد القادر رائے پوری قدس سرہٗ۔

بانی تبلیغ داعی الی اللہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہٗ۔

جیسے یگانہ روزگار حضرات، رشد وہدایت کے آفتاب وماہتاب کی صحبتوں سے فیضیاب ہوئے، اور اپنی فطری اور خداداد صلاحیتوں کی وجہ سے ان حضرات سے بہت کچھ ظاہری باطنی، روحانی، معنوی، محاسن وکمالات حاصل کر کے مجمع الکمالات اور گلدستہ محاسن بن گئے۔

"ذالك فضل الله يؤتيه من يشآء والله ذو الفضل العظيم"

این سعادت بزور بازو نیست

تانہ بخشد خدائے بخشندہ۔

علوم نقلیہ وعقلیہ، تفسیر وحدیث، فقہ وفتاویٰ، سیرت وتاریخ، رجال، ادب، نحو وصرف، منطق وفلسفہ، ریاضی، اقلیدس، متون وشروح، حواشی وتعلیقات ہر ایک فن میں آپ کو کامل دستگاہ اور وسعت مطالعہ کے ساتھ وہ تعمق وتبحر حاصل تھا، کہ ہر فن کے آپ امام معلوم ہوتے تھے، اور آپ کا خداداد حافظہ واستحضار تو بڑے بڑے اہل علم حضرات کو حیرت میں ڈالدیتا تھا، کسی بھی فن کا مسئلہ ہوتا، آپ اس سے متعلق کتاب کے صفحے کے صفحے پڑھتے چلے جاتے تھے، اور ہر مسئلہ سے متعلق اپنی ایسی مضبوط اور پختہ رائے رکھتے تھے، کہ معلوم ہوتا تھا کہ اسکے مالۂ وماعلیہ پر پوری بصیرت حاصل ہے، اور بہت گہرائی کے ساتھ آپ نے اس کو حاصل کیا ہے، اور یہ آپ کا مخصوص فن ہے، آپ نے اپنی پوری زندگی اسی پر لگائی ہے۔

آپکی مجلس مختلف علوم وفنون میں مہارت رکھنے والے پختہ کار علماء کا ایک بورڈ معلوم ہوتی تھی، کہ ایک طرف کوئی مفسر اعظم جلوہ فگن ہے تو دوسری طرف کوئی محدث عصر جلوہ فرما، ایک طرف کوئی مفتی اعظم ہے، تو ایک طرف سیرت وتاریخ اور رجال کا ماہر ایک طرف کوئی شیخ الادب ہے، تو ایک طرف امام نحو وصرف مسند نشیں، ایک طرف منطق وفلسفہ کا امام ہے، تو دوسری طرف شیخ طریقت، زاہد وقت، بوریہ نشیں۔

آپ کی مجلس کیا ہے، گویا علوم وفنون کا موجیں مارتا ایک سمندر ہے، جو علوم وفنون کے موتی اپنے ساحل پر بکھیر رہا ہے، اور لوگ سمیٹ سمیٹ کر دامن بھر بھر کر لے جا رہے ہیں۔

حاضرین مجلس میں جو صاحب جس فن سے متعلق سوال کر رہا ہے اسکے مطابق علماء کا بورڈ انکو جواب دے رہا ہے اور علوم کے جواہر لٹا رہا ہے، اور یہ پورا بورڈ حق تعالیٰ شانہٗ نے ایک شخص اور ذات واحد (حضرت فقیہ الامت قدس سرہٗ) میں جمع کر دیا ہے۔

لیس علی اللہ بمستنکر

ان یجمع العالم فی الواحد

ایک صاحب ذوق اور صاحب دل عالم دین مولانا مفتی رضاء الحق زید مجدہم شیخ الحدیث دارالعلوم زکریا نے جب آپ کی مجلس کی یہ کیفیت دیکھی تو پھڑک اُٹھے، اور ان کے قلم نے مندرجہ ذیل اشعار کی شکل میں ان کی قلبی کیفیت وتاثر کی ترجمانی کر ڈالی۔

ساقی نامہ

ساقی کا کیا کہنا دیوانہ بناتا ہے — پھر ہوش نہیں رہتا مستانہ بناتا ہے
یہ فیض خلیلی ہے یہ باد بہاری ہے — مخمور نگاہوں کا یہ بادہ خماری ہے
ہر ظرف سفالی کو پیمانہ بناتا ہے — ساقی کا کیا کہنا دیوانہ بناتا ہے
ہر علم میں جولانی ہر سانس میں رحمت ہے — اس پھول کی خوشبو میں پوشیدہ لطافت ہے
شفقت سے ستم گر کو جانانہ بناتا ہے — ساقی کا کیا کہنا دیوانہ بناتا ہے
بیمار محبت کو دل بھر کے پلاتے ہیں — فرقت کے مریضوں کو سینے سے ملاتے ہیں
اغیار کو الفت کا پروانہ بناتا ہے — ساقی کا کیا کہنا دیوانہ بناتا ہے

گنگوہ کا فیضاں ہے یہ شیخ کی نسبت ہے　　یہ ابر ہے محمودی باران رحمت ہے
دنیا کی محبت سے بیگانہ بناتا ہے　　ساقی کا کیا کہنا دیوانہ بناتا ہے
ہر وقت ضیاپاشی، خلوت میں مسیحائی　　ہر لمحہ عطر بیزی، جلوت میں بھی تنہائی
عرفاں کے گلستاں میں میخانہ بناتا ہے　　ساقی کا کیا کہنا دیوانہ بناتا ہے
مرشد ہے یہاں کامل جب علم پہ ہے عامل　　صیاد ذرا دیکھو ہر مرغ یہاں بسمل

یہ نظم رضاان کا ندرانہ بناتا ہے
ساقی کا کیا کہنا دیوانہ بناتا ہے

اور آپ کے کمالات ومحاسن سے متأثر ہو کر جس پر جان اور دل قربان کر کے فریفتہ و دیوانہ اور مرغ بسمل خود بن گئے، دوسروں کو بھی دعوت دینے لگے کہ تم بھی اس شیخ بے بدل کے گرد جمع ہو جاؤ اور ان سے وابستہ ہو کر دامن کو اپنی مراد سے بھر لو چنانچہ فرماتے ہیں:۔

اشعار

دلوں پر تم فقیروں کی حکومت دیکھنے آ ؤ　　فقیہ بے بدل کا تاج عظمت دیکھنے آ ؤ
بہت پیاری ہے یارو مفتی محمود کی مجلس　　اگر کچھ ذوق دل میں ہے حلاوت دیکھنے آ ؤ
پریشان حال کو ملتی ہے تسکیں انکی محفل میں　　کہ کامل شیخ سے رکھتے ہیں نسبت دیکھنے آ ؤ
یہ غنچوں کی چٹک، گل کی مہک، عنبر صفت محفل　　بہا رآ خرت، ذوق عبادت دیکھنے آ ؤ
یہ ضبط و حافظہ وہبی ہے کسبی نہیں ہرگز　　کرامت گر نہ دیکھی ہو کرامت دیکھنے آ ؤ
شریعت جسم پر نافذ، طریقت قلب پر فائز　　شریعت ساتھ ہو ایسی طریقت دیکھنے آ ؤ
عجب پرنور روحانی غذا ہے انکے جلوؤں میں　　مسرت اور سعادت دل کی راحت دیکھنے آ ؤ

اسی محفل سے صوفی کا مشام جاں معطر ہے — رموز عشق احمد، سر وحدت، دیکھنے آؤ
سنی ہوگی قیامت کی پریشانی خطیبوں سے — ذرا ایوان بدعت میں قیامت دیکھنے آؤ
انہی کے ذہن عالی میں مسائل رقص کرتے ہیں — شعر پر شعر کہتے ہیں یہ قدرت دیکھنے آؤ
یہ استحضار، یہ حاضر جوابی نکتہ سنجی میں — کہ عقل ابن سینا محو حیرت دیکھنے آؤ
انہی کا فیض ہے جاری انہی کی ہر ادا پیاری — انہی کا علم ہے بھاری یہ ہیبت دیکھنے آؤ
مسائل اور عبارات اکابران کو ہیں ازبر — میرے پیارے فقاہت میں نزاکت دیکھنے آؤ
بلند ہے مرتبہ ان کا تواضع کا یہ عالم ہے — کہ مجھ احقر پہ فرماتے ہیں شفقت دیکھنے آؤ

بزرگوں سے محبت ہر وقت دل میں مہکتی ہے
رضا کو چھوڑ دو اس کی محبت دیکھنے آؤ

فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی صاحب قدس سرہٗ کے فتاویٰ کا مجموعہ اکتیس جلدوں میں شائع ہو کر عالمگیر شہرت ومقبولیت حاصل کر چکا ہے، دیگر متعدد تصانیف بھی الحمد للہ معروف اور مقبول ہیں، تفصیلی حالات کیلئے ''حیات محمود جلد اول و دوم'' ملاحظہ فرمائیں۔

○○○

حضرت مولانا سید صدیق احمد صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے والد ماجد کا نام سید احمد ہے، آپ کی پیدائش غالباً ۱۳۴۵ھ میں مقام ہتھوڑا ضلع باندہ میں ہوئی، ابتدائی تعلیم گھر پر ہی ہوئی، حفظ قرآن کریم اپنے جد امجد قاری عبد الرحمن صاحب تلمیذ رأس المحدثین حضرت مولانا عبد الرحمن صاحب محدث پانی پتی کے پاس حفظ کیا ان کے وصال کے بعد اپنے ماموں مولوی سید امین الدین سے حفظ کی تکمیل کی ان

ہی سے فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں، بعدازاں کانپور آگئے اور یہاں حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب لکھنوی، مفتی صدرالدین صاحب، مولانا کمال الدین صاحب، مولانا سید سہراب علی صاحب سے فارسی اور عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں، کانپور سے آپ پانی پت آگئے، یہاں شرح جامی بحث فعل تک درسیات پڑھیں، شعبہ قرأت کی تکمیل بھی یہیں ہوئی۔

۱۲۵۹ھ میں آپ نے مظاہرعلوم میں داخلہ لیا سہارنپور کے قیام کے زمانہ میں حضرت شیخ اور حضرت مفتی صاحب نوراللہ مرقدہٗ اور حضرت مولانا محمد اسعداللہ صاحب قدس سرہٗ سے بڑا عقیدتمندانہ ومحبانہ تعلق رکھا موخرالذکر سے بیعت بھی ہوئے اور ان ہی کی جانب سے اجازت وخلافت سے نوازے گئے۔

فراغت کے بعد درس وتدریس کا مشغلہ اختیار کیا، تین سال تک متعدد مقامات پر درس دیتے رہے، اس کے بعد اپنے علاقہ ہتھوڑہ تشریف لے گئے اور وہاں پہنچ کر فتنہ ارتداد کا مقابلہ کیا، مسلسل محنت اور جد وجہد بارآور ہوئی اور جو لوگ مرتد ہو گئے تھے وہ دوبارہ اسلام میں داخل ہوئے۔

جماعت تبلیغ سے بھی مولانا کو خاص لگاؤ اور انس تھا، فراغت علم کے بعد مسلسل دوسال تبلیغ میں وقت لگایا، اس کے بعد سے اب تک اس کے ساتھ وابستگی رہی اپنے علاقہ میں جہاں ہفتہ واری اجتماع نہیں ہوتا کوشش کر کے اجتماع قائم کرانا لوگوں کو اس سے جڑنے کی دعوت دینا، غرض کہ اپنے علاقہ میں تبلیغ کی پوری پوری سرپرستی فرماتے رہے۔

اس کے علاوہ مولانا کا محبوب مشغلہ مکاتب قرآنیہ کا قائم کرنا بھی رہا اس وقت تک سیکڑوں مقامات پر مکاتب ومدارس قائم کر چکے ہیں جہاں ہزاروں طلبہ بیک وقت تعلیم حاصل کر رہے ہیں حضرت مولانا قدس سرہٗ اپنے قائم کردہ مدرسہ جامعہ عربیہ ہتھوڑا ضلع باندہ میں انتظامی خدمت انجام دے رہے تھے دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ، دارالعلو دیوبند اور سردار

الرشاد بنکی بارہ بنکی، جامعہ انوارالعلوم، الہ آباد، مدرسہ جامع العلوم کانپور وغیرہ اداروں کے آپ رکن اور ممبر رہے۔

فقیہ الامت نوراللہ مرقدہٗ اور حضرت مولانا صدیق احمد صاحب قدس سرہٗ ہر دو استاذ وشاگرد کے درمیان وہ عجیب وغریب تعلق تھا کہ اس کی مثال بہ مشکل مل سکے گی۔

حضرت مولانا قدس سرہٗ کثرت مشاغل اوراعذار وامراض کے باوجود اس کے ملک بھر میں ایک دو بار ضرور حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ مدرسہ کے اہم کاموں میں حضرت والا قدس سرہٗ سے مشورہ کا اہتمام فرماتے۔

حضرت والا قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضری کے موقع پر اس فضل وکمال کے باوجود ایک ادنیٰ طالب علم کی طرح حضرت نوراللہ مرقدہٗ کے پیر دبانے کی کوشش فرماتے، اور حضرت والا قدس سرہٗ کے احترام میں حضرت والا کے کمرہ میں نہیں سوتے، نہ چارپائی پر سونا پسند فرماتے، بلکہ ایک ادنیٰ طالب علم کی طرح رہنا چاہتے، مگر حضرت والا نور اللہ مرقدہٗ ان کا بزرگوں کی طرح احترام فرماتے اور ان کی بزرگی اور اخلاص للہیت کے دل سے معترف ومعتقد تھے اور ان کے بارے میں اونچے الفاظ استعمال فرمایا کرتے تھے، خود حضرت والا قدس سرہٗ کو حضرت مولانا قدس سرہٗ سے ایسا قلبی تعلق تھا کہ ایک طویل عرصہ سے عیدالاضحیٰ حضرت مولانا قدس سرہٗ کے پاس گذارتے، اس کے علاوہ دیگر مواقع پر بھی انتہائی ضعف وکمزوری اور شدید امراض کے باوجود تشریف لے جاتے، جامعہ عربیہ رحمانیہ ہتھوڑا کی عمارتوں کی اکثر بنیاد حضرت والا نوراللہ مرقدہٗ کے مبارک ہاتھوں ہی رکھی ہوئی ہے، اور حضرت مولانا قدس سرہٗ کی وجہ سے جامعہ عربیہ ہتھوڑا سے بھی حضرت والا کو بے انتہاء تعلق تھا دل وجان سے اس کی ترقی کے خواہاں رہتے، جامعہ عربیہ کی مثالی ترقیات میں حضرت والا کی دعا وتوجہات کو بھی بڑا دخل ہے۔

فقیہ الامت حضرت مفتی صاحب نوراللہ مرقدہٗ سے نورالانوار پڑھی، نورالانوار میں حضرت مفتی محمد یحییٰ صاحب قدس سرہٗ بھی رفیق درس تھے سبق کے دوران، حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب قدس سرہٗ کچھ لکھتے رہتے تھے معلوم ہوا کہ تقریر وغیرہ نہیں لکھتے تھے صرف یہ لکھتے ہیں کہ کن کن کتابوں کا حوالہ دیا، حضرت اقدس مفتی صاحب قدس سرہٗ کو اس وقت کتاب دیکھنے اور حوالہ دینے کا بہت شوق تھا۔

تصانیف

(۱) تسہیل النحو (۳۲) احکام المیت (۳) آداب المعلمین والمتعلمین (۴) تسہیل المنطق (۵) حق نماز (۶) فضائل نکاح (۷) تسہیل الصرف (۸) اسعاد المفہوم شرح سلم العلوم (۹) فضائل علم (۱۰) قواعد فارسی (۱۱) التسہیل السامی فی شرح الجامی۔

حضرت مولانا قدس سرہٗ کا فیض غیر مما لک میں بھی پھیل رہا ہے۔

۲۳ / ربیع الثانی ۲۸ / اگست بروز جمعرات رشد و ہدایت کا یہ آفتاب غروب ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ جامعہ عربیہ کے سامنے قبرستان میں تدفین عمل میں آئی تقریبا ڈیڑھ لاکھ حضرات نماز جنازہ میں شریک تھے، حضرت قدس سرہٗ کے فرزند اکبر مولانا حبیب الرحمن صاحب زید مجدہم نے نماز جنازہ پڑھائی۔

○○○

حضرت الحاج جناب بھائی غلام احمد پاڈیا صاحب قدس سرہٗ

جو جنوبی افریقہ میں تبلیغی جماعت کے امیر تھے ماہ اکتوبر ۱۹۹۸ء میں انتقال فرما گئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم بہت خوبیوں کے مالک تھے دعوت و تبلیغ کا کام آپ

کے ذریعہ ہی جنوبی افریقہ میں پہنچا اور فروغ پایا دعوت وتبلیغ میں مرحوم کو فنائیت کا درجہ حاصل تھا راتوں کو اٹھ کر امت کے لئے رو رو کر دعائیں کرنا مستقل معمول تھا بعض دفعہ بلک بلک کر رویا کرتے اور پوری امت کی ان کو فکر تھی کہیں کوئی حادثہ پیش آتا تو خود ہوجایا کرتے اور برابر اس کی فکر فرماتے علماء کرام کی ان کے یہاں بہت قدر وعظمت تھی۔

مدارس اسلامیہ کی ترقیات کے بہت خواہاں تھے ہندوستان تشریف آوری کے موقع پر بڑے مدارس دارالعلوم، مظاہرعلوم سہارنپور کا ضرور سفر فرماتے کبھی جامعہ محمودیہ میرٹھ بھی تشریف لایا کرتے اور بہت خوش ہوتے بہت دعائیں دیتے۔

دارالعلوم دیوبند اور پھر اس کے بعد مظاہر علوم سہارنپور میں اختلاف کا قضیہ پیش آیا مرحوم پر اس کا خاص اثر ہوا اور مصالحت کی غرض سے خاص اسی مقصد کے لئے اپنے احباب کے قافلہ کے ساتھ سفر فرمایا اور انتھک کوشش فرمائی۔

فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہٗ سے انتہاء درجہ عقیدت ومحبت کا تعلق تھا ہندوستان آوری کے موقع پر بطور خاص حضرت فقیہ الامت قدس سرہٗ کی قیام گاہ پر ملاقات کے لئے ضرور حاضری دیتے حضرت فقیہ الامت قدس سرہٗ کی جنوبی افریقہ تشریف آوری کے موقع پر حضرت فقیہ الامت قدس سرہٗ کی قیام گاہ پر بار بار تشریف لے جاتے اور مجالس میں شرکت کرتے دارالعلوم زکریا میں حضرت قدس سرہٗ کے اعتکاف کے موقع پر پورے ماہ اپنے متعدد احباب کے ساتھ معتکف رہے جس کی وجہ سے اکثر تبلیغی احباب اعتکاف ومجالس میں شرکت فرماتے اور مدرسہ، تبلیغ وخانقاہ تینوں چیزیں یکجا جمع ہوجاتی، جو مقصد کے اعتبار سے حقیقۃً ایک ہیں گو طرق کار جداگانہ ہے مگر اب بہت سے اذہان میں دوری ہوتی جارہی ہے اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے۔آمین!

حضرت فقیہ الامت قدس سرہٗ کے افریقہ تشریف لے جانے سے ان کی خوشیوں کا

ٹھکانہ نہ رہتا اور افریقہ سے حضرت قدس سرہٗ کی واپسی پر ان کے غم کا بھی عجیب حال ہوتا حضرت قدس سرہٗ کا استقبال ہمیشہ ائر پورٹ پر پہنچ کر فرمایا کرتے اور رخصتی پر بھی ائر پورٹ تک مرحوم کا جانا لازمی امر تھا، ایک دفعہ حضرت اقدس قدس سرہٗ علیل تھے اور خود مرحوم کا اپریشن ہوا تھا جس کی وجہ سے حاضر نہیں ہوسکتے تھے بار بار فون کے ذریعہ خیریت دریافت فرماتے رہتے یہ ناکارہ اس وقت وہاں جنوبی افریقہ حاضر تھا اور حضرت مرحوم کی عیادت کے لئے ان کے مکان پر حاضر ہوا حضرت قدس سرہٗ کی علالت اور اپنے برائے عیادت حاضر نہ ہوسکنے پر افسوس کا اظہار فرماتے رہے اور ناکارہ کو تاکید کی کہ حضرت قدس سرہٗ کو میرا سلام کہنا اور میری طرف سے حضرت قدس سرہٗ کی پیشانی کو بوسہ دینا جو خود انکا معمول تھا، عزم وعمت کے بہت پختہ تھے دینی تقاضہ کے سامنے اپنی علالت کی کوئی پرواہ نہ کرتے، انتہائی علالت وضعف کے باوجود طویل غیر ملکی سفر بھی برابر جاری فرماتے رہتے مرحوم کے انتقال سے بہت بڑا خلا پیدا ہوگیا، جس کا پر ہونا بظاہر بہت مشکل ہے یوں حق تعالیٰ شانہ کو تو ہر چیز پر پوری قدرت ہے، حاجی صاحب مرحوم کا صدمہ کسی ایک فرد یا کسی ایک گھر یا کسی ایک بستی کا صدمہ نہیں بلکہ ایک امت کا صدمہ ہے ایسے حضرات امت میں خال خال ہوا کرتے ہیں مرحوم کا صدمہ تبلیغی جماعت میں، مدارس میں، خانقاہوں میں ملک و بیرون ملک، ہر ہر جگہ انکے متعارف حلقہ احباب میں، برابر محسوس کیا گیا اور ہر ہر جگہ ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کا اہتمام کیا گیا یہاں جامعہ محمودیہ میں بھی تمام اساتذہ وطلبہ نے قرآن کریم ختم کر کے مرحوم کے لئے ایصال ثواب کیا اور دعائے مغفرت کی اور پسماندگان کے لئے صبر جمیل کی دعا کی حق تعالیٰ شانہ مرحوم کو درجات عالیہ نصیب فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور متعلقین واحباب کو ان کے اوصاف حسنہ سے بھرپور حصہ نصیب فرمائے۔ آمین! ○○○

جناب الحاج حافظ افسر علی صاحب قدس سرہٗ

جناب الحاج حافظ افسر علی قدس سرہٗ جو بڑے حافظ صاحب سے مشہور تھے، نمونہ اسلاف تھے، بزرگانہ وضع وقطع کے حامل تھے سنن ونوافل کا انتہائی اہتمام اشراق، اوابین، تہجد تک کے سخت پابند، زبان ہمیشہ ذکر میں مشغول، سنتوں کی محبت دل میں رچی بسی ہوئی تھی، انتہائی سادہ مزاج تواضع کے پیکر ہمیشہ سفید لباس صاف ستھرا زیب تن چہرہ پر تبسم۔

باوجودیکہ باقاعدہ عالم نہیں تھے مگر مطالعہ کافی وسیع تھا جس کی وجہ سے سینکڑوں مسائل ازبر تھے، بزرگوں کے سینکڑوں واقعات وحکایات اور ملفوظات ولطائف بالخصوص حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے ارشادات ولطفائف حفظ تھے، جن سے مجلس کو گرماتے اور اہل مجلس کو محفوظ فرمایا کرتے، اوران کی ان خصوصیات کی وجہ سے عوام وخواص ان کے گرویدہ رہتے۔

موضع ہرہ ضلع میرٹھ میں جامعہ عربیہ تعلیم القرآن کے نام سے مدرسہ قائم فرمایا جو پورے علاقہ کا پہلا مدرسہ ہے اوراس کے علاوہ علاقہ بھر میں بہت سے مدارس ومکاتب قائم فرمائے اوران کی سرپرستی فرمائی، ہمارے گاؤں زین پور میں بھی مدرسہ قائم فرمایا تھا اور اس کی سرپرستی فرماتے تھے، اپنے جامعہ عربیہ تعلیم القرآن موضع ہرہ ضلع میرٹھ میں اوراس طرح اپنے زیرسرپرستی مدارس ومکاتب میں اکابر اہل اللہ کو دعوت دیتے اوران سے وعظ کراتے، اس طرح اہل علاقہ کو اکابر سے مستفید ہونے کے مواقع فراہم فرماتے۔

اپنے زیراثر اورزیرسرپرستی مدارس ومکاتب میں بلائے بن بلائے بار بارتشریف لے جاتے اورنگرانی فرماتے اورمفید مشوروں سے نوازتے، اسی طرح امتحان کے لئے بھی حضرت اقدس مولانا مسعود الٰہی صاحب قدس سرہٗ خلیفہ ومجاز حضرت شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہٗ

کے ہمراہ تشریف لے جاتے، علاقہ کے اکثر مدارس کے ممتحن حضرت مولانا مسعود الٰہی صاحب ہی تھے، اور حضرت حافظ صاحب قدس سرہٗ دونوں گویا لازم وملزوم کی حیثیت رکھتے تھے۔

علاقہ کے سفر میں اکثر وبیشتر دونوں حضرات ساتھ ہی ہوتے، دونوں کا باہم انتہائی بے تکلفانہ تعلق تھا اور دونوں ایک دوسرے کے انتہائی قدرداں تھے، اور دونوں ہی انتہائی سادہ مزاج تھے، آس پاس کے اسفار پیدل ہی ہوتے دو چار میل کا پیدل سفر گویا کوئی سفر ہی نہ تھا، باتیں کرتے لطیفے سناتے ہوئے سفر پورا ہوتا، زیادہ دور کا سفر بس وغیرہ کے ذریعہ ہوتا، آس پاس علاقہ میں کبھی جھوٹا بگی یا بیل گاڑی یا تانگہ وغیرہ سے بھی حسب موقع سفر فرمایا کرتے۔

سادہ کھانا انتہائی خوش ہو کر کھایا کرتے تھے، ہمارے یہاں زین پور میں بھی ہر دو حضرات کی تشریف آوری کثرت سے ہوا کرتی تھی، سال بھر میں بعض مرتبہ کئی کئی مرتبہ تشریف آوری ہو جایا کرتی اور کئی کئی روز قیام ہوا کرتا، تمام بستی والے خوب مستفید ہوا کرتے اور وہ دن بستی والوں کے لئے انتہائی خوشی کے دن ہوتے، بچہ بچہ خوش نظر آتا۔

اس طرح حضرت حافظ صاحب مرحوم قدس سرہٗ کا پورے علاقہ پر احسان عظیم ہے۔

۲۸؍رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ مطابق ۱۷؍جنوری بروز اتوار ۱:۲۹؍بجے دن میں آپ کی روح مبارک قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔

○○○

حضرت مولانا حامد میاں صاحب استاذ دارالعلوم دیوبند

حضرت مولانا مرحوم ومغفور شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علی صاحب قدس سرہٗ کے صاجزادہ تھے، دارالعلوم دیوبند میں استاذ تھے، معذوری کی وجہ سے کئی سال سے اسباق کی ذمہ داری سے دارالعلوم نے ان کو سبکدوش کر دیا تھا۔

فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی قدس سرہٗ سے انتہائی عقیدت رکھتے تھے اور حضرت والا قدس سرہٗ کی مجلس میں برابر حاضری دیتے تھے، ریڈیو پر خبریں سنتے اور ان کا خلاصہ حضرت اقدس قدس سرہٗ کو حاضر ہو کر دوچار منٹ میں فرمایا کرتے تھے کہ فلاں ملک میں یہ ہوا اور فلاں ملک میں یہ ہوا، بات کرتے ہوئے بہت ہنسا کرتے تھے، آخر میں آواز صاف نہیں رہی تھی، اور ہنسی کی کثرت سے آواز اور زیادہ ناصاف ہو جاتی تھی جس سے بات وغیرہ سمجھنا دشوار ہو جاتا تھا بعض دفعہ حاضرین طلباء ان کے طرز پر ہنس دیا کرتے، مگر حضرت مرحوم اس کو کبھی محسوس بھی نہ فرماتے، نہایت تواضع ومنکسر المزاج تھے آخر میں جلالین شریف کا سبق بھی ان سے متعلق تھا۔ جہاں اشکال ہوتا فوراً کتاب لیکر حضرت فقیہ الامت قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور عرض کرتے کہ حضرت یہ سمجھ میں نہیں آیا، حضرت والا اس کو حل فرما دیا کرتے تھے بعض دفعہ حضرت والا قدس سرہٗ کی خدمت میں وہ طلبا بھی حاضر ہوتے جو ان کے شاگرد ہوتے، ان کی موجودگی میں بھی دریافت کرنے میں بالکل عار محسوس نہ فرماتے۔ کئی مرتبہ درسگاہ میں کوئی مقام سمجھ نہ آیا یا کسی طالب علم نے اشکال کیا اس کا جواب سمجھ میں نہ آیا تو اسی وقت کتاب لیکر حضرت والا قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔

افسوس کہ مرحوم بھی ۱۴؍رجب المرجب کی شب میں بہ عمر ۷۰؍سال اس دنیائے

فانی سے رحلت فرماگئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ○○○

حضرت مولانا سمیع اللہ صاحب قاسمی بستوی قدس سرہٗ

صدر مدرس مدرسہ قاسمیہ تعلیم الاسلام، موضع سٹھلہ ضلع میرٹھ

مرحوم فاضل دارالعلوم دیوبند اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہٗ کے ممتاز تلامذہ میں تھے، دارالعلوم دیوبند سے فراغت پر حضرت شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہٗ کے حکم پر سٹھلہ تشریف لائے اور اپنے رفیق کار حضرت قاری اکرام الٰہی صاحب زید مجدہم کے ساتھ ایک چوپال میں بچوں کو پڑھانا شروع کیا پھر مدرسے کی بنیاد ڈالی اور باقاعدہ مدرسہ کا آغاز کیا اور اس وقت سے برابر خدمات انجام دیتے رہے، دیگر بڑے مدارس سے بڑی تنخواہوں کی پیش کش کی گئی مگر منظور نہیں فرمائی، خود مادر علمی دارالعلوم دیوبند کی طرف سے پیش کش کی گئی مگر یہ کہہ کر معذرت فرمالی کہ دارالعلوم کی خدمت کے لئے تو مجھ سے بہتر سینکڑوں مل جائیں گے مگر استاذ (شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہٗ) کے حکم کی تعمیل نہیں ہوسکے گی تقریباً پچاس سال انتہائی خاموشی کے ساتھ خدمات انجام دیتے ہوئے بہ عمر ۷۰ رسال بروز یکشنبہ رجب المرجب ۱۴۲۰ھ بوقت سواپانچ بجے شام داعی اجل کو لبیک کہا اور خالق حقیقی سے جاملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون، مرحوم انتہائی مخلص، دیانت دار، متواضع، متحمل المزاج اور مردم شناس شخص تھے، شہرت سے انتہائی نفرت تھی، مدرسہ کے سالانہ اجلاس کے موقع پر بھی کبھی نمایاں نہ ہوتے، اسٹیج تک پر تشریف نہ لاتے اور اپنے کمرے میں ہی مشغول رہتے۔

ابتداء فارسی سے شرح جامی کے اسباق اکثر تن تنہا خود ہی پڑھاتے، ان کے وہاں چھٹی کا کوئی وقت نہ تھا، چوبیس گھنٹوں میں سے چند گھنٹے نکال کر باقی ہر وقت کام میں مشغول

رہتے، رمضان میں طلباء کی چھٹی نہ کرتے اور برابر اسباق پڑھاتے اور ۲۷/رمضان میں چند دن کی چھٹی فرمایا کرتے کسی کتاب کے نصاب کے قائل نہ تھے بلکہ از اول تا آخر کتاب کو پڑھاتے، بعض کتاب مکرر پڑھادیا کرتے، طلباء پر انتہائی شفیق تھے اور ان کی ضروریات کا پورا خیال فرماتے، اشعار کا بھی صاف ستھرا ذوق رکھتے تھے بلکہ فی البدیہہ اور برجستہ اشعار کہنے کی بڑی قدرت تھی، موصوف کے اشعار کا کافی ذخیرہ موجود ہے۔

ایک عرصہ تک موصوف کی بعض تقاریر ہر ماہ آل انڈیا ریڈیو سے نشر ہوتی رہیں مگر وہاں کبھی تشریف نہیں لے گئے بلکہ وہ لوگ حاضر ہوکر درخواست کرتے، حضرت مرحوم تقریر فرماتے، اس کو وہ ٹیپ کر لیتے اور اس کو لے جا کر نشر کر دیتے، اپنے حال کا خیال بہت تھا، حتی کہ سخت سے سخت امراض کا اظہار بھی نہ ہونے دیتے، مرحوم کو کینسر کی بیماری تھی مگر کئی ماہ تک اس کو برداشت فرماتے رہے اور اظہار تک نہ ہونے دیا، جب بالکل عاجز ہوگئے با مجبوری مرض ظاہر ہوکر دہلی آل انڈیا ہسپتال میں لاعلاج قرار دے دیئے گئے۔

سینکڑوں تلامذہ صدقہ جاریہ کے طور پر چھوڑے، تقریباً پچاس سال کا زمانہ ایک طویل عرصہ گذار دینا اس دور میں انتہائی کمال بلکہ کرامت سے کم نہیں، مرحوم گوشہ نشین بزرگوں میں بلاضرورت مدرسہ سے باہر قدم نہ رکھتے بلکہ نماز جمعہ کے علاوہ مدرسہ سے کبھی باہر نہ آئے سفر انتہائی مجبوری میں ہی کبھی فرماتے۔ ○○○

حضرت مولانا مفتی مہربان علی صاحب بڑوتوی قدس سرہٗ

۱۴/شوال المکرم ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۱/مئی ۱۹۵۶ء بعد نماز جمعہ قصبہ بروٹ میں ولادت ہوئی، ابتدائی تعلیم تا حفظ اپنے قصبہ میں ہی پوری کی۔ ۱۳۹۱ھ میں بہ عمر ۱۶/سال مدرسہ اشرف العلوم کیسروہ میں داخلہ لیکر از ابتداء تا جلالین شریف جملہ کتب ۳/سال کی

مدت میں انتہائی انہماک ویکسوئی کے ساتھ پوری کیں۔

حضرت مولانا محمد یامین صاحب زید مجدہم استاذ مفتاح العلوم جلال آباد ومولانا اکبر علی صاحب قدس سرہٗ مہتمم مدرسہ اشرف العلوم کسیروہ مخصوص اساتذہ میں تھے ۱۳۹۲ھ میں مفتاح العلوم جلال آباد داخلہ لے کر مشکوۃ شریف وغیرہ کتابیں پڑھیں اور ۱۳۹۶ھ میں دورۂ حدیث شریف سے فراغت ہوئی، بعد فراغت مسیح الامت حضرت اقدس مولانا محمد مسیح اللہ قدس سرہٗ سے شرف بیعت حاصل کیا، اور پھر ایک سال مفتاح العلوم میں تمرین افتاء کی مشق حضرت مولانا مفتی نصیر احمد صاحب قدس سرہٗ مفتی اعظم مفتاح العلوم جلال آباد سے کی اور کتب الاشباہ والنظائر، رسم المفتی وغیرہ پڑھیں۔شعبان ۱۳۹۷ھ کے اواخر میں امداد الاسلام ہرسولی، ضلع مظفرنگر میں ناظم مقرر کئے گئے۔

اجازت وخلافت

مسیح الامت حضرت اقدس مولانا مسیح اللہ صاحب قدس سرہٗ کے وصال کے بعد حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب زید مجدہم ناظم مظاہر علوم وقف سہارنپور سے اصلاحی تعلق قائم فرمای۔ ۱۴۱۴ھ میں حضرت اقدس مفتی مظفر حسین صاحب زید مجدہم نے اجازت وخلافت سے سرفراز فرمایا،حق تعالیٰ شانہ نے آپ کو بہت سے اوصاف وکمالات سے نوازا تھا، اصلاح امت کا فکر آپ پر بہت غالب تھا، جنگلات میں جھگیوں میں، جیلوں میں رہنے اور بسنے والے مسلمانوں کی اصلاح کی فکر ہمہ وقت دامن گیر تھی، جس کے لئے تاحیات امکان بھر کوشش فرماتے رہے، ایک ماہ تقریباً دماغی امراض میں مبتلا رہ کر داعئ اجل کو لبیک کہا اولاً میرٹھ پھر پنت اسپتال دہلی میں منتقل کئے گئے، وہاں ان کا انتقال ہوگیا ۲۰؍روز سے زائد بیہوشی اور غفلت کی کیفیت رہی، انتقال کے بعد جنازہ بڑوت لایا گیا

بڑوت وطن اصلی ہونے کی وجہ سے اہل بڑوت کا اصرار بڑوت میں ہی تدفین کا تھا قبر بھی وہاں تیار کرلی گئی تھی مگر ہرسولی والوں کا اصرار ہوا کہ ہرسولی میں تدفین ہو گی جہاں موصوف نے تاحیات خدمات انجام دی، قریب تھا کہ لڑائی کی نوبت آجائے، بہرحال ہرسولی والے غالب آئے اور خود موصوف مرحوم ومغفور کی خواہش کی بناء پر ہرسولی جنازہ لے جایا گیا اور ایک جم غفیر کے ساتھ نماز جنازہ ادا کی گئی۔

ہزاروں کی تعداد میں قرب وجوار دور دراز سے لوگوں نے شرکت فرما کر اپنی عقیدت ومحبت کا اظہار کیا اور اسکے بعد بھی کئی روز تک تعزیت کے لئے حاضر ہونے والوں کا سلسلہ چلتا رہا مدرسہ امداد الاسلام ہرسولی کی عمارت بستی کے اندر ہے، حضرت مرحوم کی خواہش تھی کہ مدرسہ باہر لایا جائے، جس کے لئے وسیع جگہ بھی میسر آچکی تھی، اس سے ملحق ایک خطہ قبرستان کے لئے مخصوص کیا گیا تھا اور اس میں موصوف نے ۲ رکعت نماز بھی ادا فرمائی تھی، اور خواہش فرمائی تھی کہ میری قبر اس میں بنائی جائے، حق تعالیٰ شانہ نے موصوف کی یہ تمنا بھی پوری فرمائی اور اسی زمین میں سب سے پہلے قبر حضرت موصوف کی ہی بنی، متعدد کتابیں تصنیف فرمائیں جن میں سب سے زیادہ اہم جامع الفتاویٰ ہے، اکابر مفتیان دار العلوم دیوبند بالخصوص فتاویٰ دار العلوم، فتاویٰ امدادیہ، فتاویٰ رحیمیہ، فتاویٰ محمودیہ، کفایت المفتی، احسن الفتاویٰ، نظام الفتاویٰ وغیرہ سے انتخاب کر کے مرتب فرمایا گیا ہے، مخلوق میں صدق کو عام کرنے کیلئے مستقل ایک تنظیم دعوۃ الصدق کے نام سے قائم فرمائی اور اس کے ماتحت ماشاء اللہ کام بھی ہو رہا ہے صفائی معاملات کا خاص اہتمام تھا، اور نظم وضبط گویا فطرت میں داخل تھا، حق تعالیٰ شانہ مرحوم کی پوری پوری مغفرت فرمائے اور درجات عالیہ نصیب فرمائے، پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کے تلامذہ ومسترشدین کو بالخصوص مرحوم کے زیرغور کاموں منصوبوں کو آگے بڑھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! ○○○

قابل تقلید شخصیت

حضرت مولانا مفتی محمد فاروق صاحب قدس سرہٗ

مہتمم جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ میرٹھ

مکرم محترم زید مجدکم.................. السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ سہ ماہی رسالہ ''دعوۃ الصدق'' بابت صفر، ربیع الاول وربیع الثانی ۱۴۳۶ھ بدست عزیز حافظ محمد مسیح اللہ سلمہ موصول ہو کر باعث مسرت ہوا۔ فجزاکم اللہ خیر الجزاء۔

رسالے کو ملاحظہ کیا، معاشرہ کی اصلاح وتربیت کے لئے مضامین کے حسن انتخاب کتابت وطباعت اور کاغذ کی عمدگی پر بندہ دلی مبارکباد پیش کرتا ہے، اللہ تعالیٰ مزید ترقی عطا فرمائے اور اصلاح وتربیت سے متعلق تمام خدمات کو بے حد قبول فرمائے۔ آمین!

گرامی نامہ سے معلوم ہوا کہ آپ حضرات نے آئندہ شمارہ ''دعوۃ الصدق'' محب ومکرم حضرت مولانا مفتی مہربان علی بڑوتی قدس سرہٗ کے حالات وخدمات پر مشتمل خصوصی شمارہ نکالنے کا ارادہ فرمایا ہے مسرت ہوئی۔

حضرت مولانا قدس سرہٗ کی زندگی واقعۃً قابل تقلید نمونہ تھی موصوف اپنے بچپن ہی سے یکسو مزاج تھے اور کھیل کود سے طبعاً نفرت تھی اور ان کا بچپن اس شعر کا مصداق تھا۔

بالائے سرش زہوشمندی ☆ می تافت ستارۂ بلندی

مفتاح العلوم جلال آباد میں تعلیمی زمانہ بھی انتہائی انہماک اور یکسوئی کا رہا، سنن ونوافل کی پابندی اور خلوت پسندی کی وجہ سے حضرت والا قدس سرہٗ ہم عصر طلبہ میں صوفی شمار ہوتے تھے۔

حضرت مولانا مفتی نصیر احمد صاحب قدس سرہٗ سابق مفتی اعظم مفتاح العلوم جلال آباد کی بطور خاص زیر نگرانی اور زیر تربیت تھے، حضرت علامہ رفیق احمد صاحب قدس سرہٗ سابق شیخ الحدیث مفتاح العلوم جلال آباد کے منظور نظر تھے، یوں تمام اساتذہ حضرات ہی خاص شفقت فرماتے تھے۔

مسیح الامت حضرت مولانا محمد مسیح الامت نور اللہ مرقدہٗ استاذ ہونے کے ساتھ ساتھ شیخ ومربی اور سرپرست بھی تھے کہ حضرت مسیح الامت صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے طالب علمی کے زمانہ میں اصلاح وتربیت کا تعلق فرمایا لیا تھا، جس کے لئے اصلاحی کاپی بنائی ہوئی تھی جس میں اصلاح طلب تمام چیزیں درج کی جاتی تھیں اور اس کو حضرت مسیح الامت نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں پیش کیا جاتا تھا حضرت مسیح الامت نور اللہ مرقدہٗ اصلاح فرماتے تھے اس طرح حضرت مسیح الامت نور اللہ مرقدہٗ کے یہاں درجۂ اعتماد حاصل تھا۔

حضرت مسیح الامت نور اللہ مرقدہٗ کے وصال کے بعد فقیہ الامت حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب نور اللہ مرقدہٗ ناظم مظاہر علوم وقف سہارنپور سے رجوع فرمایا اور باقاعدہ اصلاح وتربیت کا تعلق قائم فرمایا اور بہت جلد درجۂ اعتماد حاصل فرمالیا اور حضرت فقیہ الاسلام نور اللہ مرقدہٗ کی طرف سے اجازت خلافت سے نوازے گئے شیخین نور اللہ مرقدہما کے فیض صحبت اور حسن تربیت سے تقویٰ وطہارت، تواضع وعبدیت، اخلاص للٰہیت اتباع سنت، زہد وقناعت، لطافت ونظامت جیسی صفات پیدا ہوئیں۔

اشاعت سنت اور اصلاح قوم وملت کا جذبہ بیدار ہوا جس کی وجہ سے اپنے یہاں مدرسہ سے میں بھی اصلاح وتربیت کا خاص ماحول قائم کیا اور اسی جذبہ کے تحت تنظیم دعوۃ الصدق قائم فرمائی، پسماندہ بستیوں میں دینی تعلیمی محنت اور امت کے نونہالوں میں بستی بستی عقائد کی درستگی کلمہ، نماز کی تعلیم وتصحیح کی کوشش فرمائیں۔

دینی و دنیاوی تعلیم سے ناواقف اور نا آشنا بن گو جر مسلمانوں اور ان کے بچوں کے لئے دینی تعلیمی مساعی فرمائیں، جیلوں میں قید و بند کی زندگی گذارنے والوں کے لئے دعوت واصلاح کا سلسلہ شروع فرمایا اصلاح امت سے متعلق تصنیف وتالیف کا سلسلہ بھی شروع فرمایا۔

غرض کہ اصلاح امت کی فکر جنون کی حد تک موصوف کے دل و دماغ پر سوار تھی رات دن اسی فکر اور اسی درد و سوز میں مشغول رہتے اور ان کے اس فکر اور درد وسوز کو پاس میں رہنے والے بھی محسوس کرتے تھے اور متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے تھے اپنے تلامذہ اور منتسبین کی ایک جماعت اسی فکر و ذوق کی حامل تیار فرمائی جو موصوف مرحوم کے کاموں کی تکمیل وترقی اور ان کی حفاظت وآبیاری میں مشغول ومصروف ہے، جو موصوف کا عظیم کارنامہ ہے۔ فالحمدللہ علی ذالك۔

آپ حضرات حضرت مولانا موصوف مرحوم ومغفور کے حالات وخدمات پر مشتمل خصوصی شمارہ دعوۃ الصدق نکالنے کا ارادہ فرمارہے ہیں بہت بہتر اور مبارک قدم ہے، آنجناب کے حکم کی تعمیل میں یہ چند سطور پیش خدمت ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ حضرات کی پوری پوری مدد ونصرت فرمائے اور حضرت مولانا مرحوم کے تمام متعلقین ومنتسبین کو حضرت مرحوم کے تمام کاموں کی باحسن وجوہ تکمیل وترقی واشاعت کے لئے توفیق عطا فرمائے اور بے حد قبول فرمائے۔ آمین! محمد فاروق غفرلہ خادم جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ۔ ○○○

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی قدس سرہٗ

مفکر الاسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی قدس سرہٗ کے سانحہ ارتحال کی خبر سے قلب پر جو چوٹ لگی اور جو صدمہ پہنچا وہ بیان سے باہر ہے: "انا للہ وانا الیہ

راجعون،فان للہ ما اخذ ولہ ما اعطی فصبر جمیل واللہ المستعان علی ماتصفون" یہ عظیم صدمہ تنہا جناب کے گھرانے یادارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کا ہی نہیں بلکہ پوری امت مسلمہ بلکہ پوری دنیائے انسانیت کا عظیم صدمہ ہے، پوری امت اور پوری دنیائے انسانیت ایک عظیم نعمت اور ایک عظیم رحمت خداوندی سے محروم ہوگئی اس پر جس درجہ بھی صدمہ ہو وہ بجا اور درست ہے۔

امت کا ایک عظیم سرمایہ جاتا رہا ایک عظیم انسان بلکہ انسانیت ساز شخصیت ایک عظیم عالم دین ایک عظیم خطیب ایک عظیم مفسر ایک عظیم ادیب وانشاء پرداز ایک شخصیت ایک عظیم قائد ورہبر ایک عظیم رہنما ایک عظیم مفکر ومبصر ایک عظیم مصلح ایک عظیم داعی ومبلغ ایک عظیم مصنف کیا کیا جاتا رہا گویا ایک جماعت کی جماعت جاتی رہی حضرت مولانا مرحوم کے اٹھ جانے سے جو عظیم نقصان امت کا ہوا ہے اس کا پر ہونا اس کی تلافی ہونا بظاہر تو ناممکن ہے گو اللہ تعالیٰ قادر وقیوم کے لئے کوئی چیز بھی مشکل نہیں ہے اسلئے دعا تو یہی ہے کہ وہ رحمن ورحیم امت کے حال زار پر رحم فرما کر اس عظیم خسارے عظیم نقصان کی تلافی فرمائے اور حضرت مولانا مرحوم ومغفور کا نعم البدل امت کو عطا فرمائے......وماذ لک علی اللہ بعزیز۔

حضرت مولانا مرحوم کے لئے تو ان کی وفات کا دن حقیقی عید کا دن ہے بلکہ ہزاروں لاکھوں عیدوں سے بڑھ کر کیونکہ یہ دن تو یقیناً حضرت قدس سرہٗ کے لئے "الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب" اور "الموت تحفۃ المؤمن" کا مصداق ہوگا اور حضرت مولانا قدس سرہٗ کا رواں رواں پکارتا ہوگا۔

وامسرتاہ وافرحتاہ، غدا نلقی الاحبۃ محمدا وحزبہ

ہمارا گمان تو یہ ہے کہ فرشتوں کے ساتھ ساتھ عام مؤمنین کی ارواح کے علاوہ اولیاء

کرام کی ارواح بلکہ مجددین اور خدام تفسیر وحدیث محدثین ومفسرین کی ارواح اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کیا بعید ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ارواح نے استقبال کیا ہو اور خود سید المرسلین امام الانبیاء علیہ السلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے دین کے خادم اپنی امت کے فکرمند و دردمند اور امت کی زبوں حالی پر زندگی بھر رونے اور بلبلانے والے اور راتوں کی تنہائی میں امت کے لئے مالک حقیقی تعالیٰ شانہ کے سامنے سربسجود ہو کر آنسو بہانے والے اور زمین وآسمان کے طول وعرض میں بسنے والے کے لئے اپنے دل میں درد اور بیقراری رکھنے والے اور مشرق ومغرب میں امت پر پیش آنیوالی ہر پریشانی پر بے چین و بے قرار ہو جانے والے اور اس کو خود اپنی پریشانی بلکہ اس سے زیادہ بے قرار ہو جانے والے امتی کے لئے والدین کی شفقت ورأفت سے بڑھ کر امت پر رحمت ورأفت رکھنے والے رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان رحمۃ اللعالمین سے کیا بعید ہے کہ استقبال کے لئے تشریف ارزانی فرمائی کہ حیات مبارکہ میں بھی اپنے دین کے خدام عاملین وحاکمین وغیرہ کے اسفار سے واپسی پر خود رحمت للعالمین بہ نفس نفیس استقبال فرماتے اور ان کی آمد پر کس درجہ اپنی خوشی کا اظہار فرماتے معانقہ تک فرماتے تھے اور اس سے قبل بہت سے اولیاء کے لئے رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف ارزانی ارباب کشف نے محسوس کی اور اس کی شہادت دی اور رویائے صالحہ میں اپنے خدام دین اولیاء کرام کی اموات کے موقع پر تشریف آوری کو دیکھنے والے بکثرت ہیں۔ کمالا یخفی۔

خدام دین اولیاء کرام علمائے عظام کے محبت ومحبوب حضرت والا قدس سرہ؟ کو ان کی خدمات کا بہترین صلہ اپنی رحمت عالی کے شایان شان نصیب فرمائے اور اپنی لاکھوں کروڑوں نعمتوں سے مالامال فرمائے پسماندگان اور محبین ومتعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین!

حضرت والا قدس سرہٗ نے جو عظیم سرمایہ اپنی کتابوں کی شکل میں اور اپنے اخلاق و کردار افکار و خیالات کی شکل میں اور اخلاص واللہیت کا جو نمونہ چھوڑا ہے کہ اپنی کسی خدمت کا دنیوی کوئی صلہ کسی بھی شکل میں لینے کے کبھی روادار نہ ہوئے "ان أجزي الا علی اللہ" پر ہمیشہ عمل رہا اور دنیا اور اسباب و دنیا مناصب وغیرہ سے بے نیازی اور رغبت الی الآخرہ کی جو مثال حضرت والا قدس سرہٗ نے قائم فرمائی کہ دنیا اپنی تمام تر رعنائیوں و جمال آرائیوں زیب و زینت سے آراستہ پیراستہ دست بستہ حضرت والا قدس سرہٗ کے سامنے حاضر ہوئی مگر حضرت والا نے کبھی اس کو نظر اٹھا کر تک نہیں دیکھا اس سے انتفاع یا اس سے تمتع تو کیا تمام تر اسباب کے باوجود نہ مکان کی فکر فرمائی کہ کوئی کوٹھی یا بنگلہ تعمیر کرائی نہ اپنی زندگی میں کوئی تغیر کیا اکابر و اسلاف کے طرز پر وہی سیدھا سادہ لباس وہی سیدھا سادہ کھانا پینا مرغوب رہا اور بتا دیا کہ "الفقر فخری" اور "مالی و للدنیا" کے قائل کی نیابت کس طرح ہوتی ہے۔

سیاسیات، افکار و خیالات میں کسی فرد یا جماعت کو حضرت مولانا قدس سرہٗ سے گو اختلاف رہا ہو بلکہ ضرور رہا ہوگا حضرت مولانا قدس سرہٗ کے اخلاص وللہیت میں غالباً کسی کو شبہ نہیں رہا بلکہ اس پر سب متفق رہے کہ حضرت مولانا قدس سرہٗ اپنے ہر قول و فعل میں انتہائی مخلص اور "الحب فی اللہ والبغض فی اللہ" کا صحیح مصداق ہیں حق تعالیٰ شانہ حضرت والا قدس سرہٗ کے تمام محبین و متعلقین کو اس عظیم سرمائے کی حفاظت اور اس کی ترقی و اشاعت کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

حضرت مولانا قدس سرہٗ کے سانحہ ارتحال کی اطلاع نماز جمعہ سے قبل ہی ہوگئی تھی یہاں جامعہ ہذا میں ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کا اہتمام کیا گیا۔ اور ہر ایک نے انتہائی افسوس و صدمہ کا اظہار کیا فوراً حاضری کو دل بے چین تھا مگر اعتکاف کی وجہ سے معذور رہا عید

بعد جلد حاضر ہو کر ملاقات کی سعادت حاصل کرنے کی کوشش کروں گا ان شاء اللہ۔

فقط والسلام مع الاکرام

نوٹ: ۲۲؍رمضان المبارک ۱۴۲۰ھ ۳۱؍دسمبر کو بروز جمعہ سے قبل کلام پاک کی تلاوت فرماتے ہوئے مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی قدس سرہٗ نے اس دارفانی کو الوداع فرمایا اور اپنے مالک حقیقی تعالیٰ شانہ کی لامحدود رحمتوں میں پہنچ گئے ان شاء اللہ قارئین کرام سے بھی ایصال وثواب اور دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ فقط

○○○

حضرت مولانا مفتی نظام الدین مفتی صاحب قدس سرہٗ

مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند

دارالعلوم کے مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحب قدس سرہٗ نے ۲۱؍ ذیقعدہ ۱۴۲۰ھ مطابق ۲۷؍فروری بروز اتوار کی شب میں ۱۰؍ بجے تقریباً ۹۲؍ برس داعی اجل کو لبیک کہا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

۲۱؍ذی قعدہ بروز اتوار صبح سوا دس بجے نماز جنازہ ہوئی، نماز جنازہ حضرت مولانا عبدالحق صاحب اعظمی زید مجدہم نے پڑھائی ایک جم غفیر نے جنازہ میں شرکت کی تقریباً گیارہ بجے مزار قاسمی میں تدفین ہوئی۔

ولادت باسعادت ماہ ذی قعدہ ۱۳۲۸ھ مطابق ماہ نومبر ۱۹۱۰ء ضلع اعظم گڑھ (مؤ) میں ہوئی۔

ابتدائی تعلیم: وطن کے مکاتب میں ابتدائی تعلیم ہوئی دس سال کی عمر میں پرائمری

درجہ چار پاس کیا اس کے بعد مدرسہ احیاء العلوم مبارک پور پھر مدرسہ عزیزیہ بہار شریف پھر مدرسہ عالیہ مسجد فتح پوردہلی میں ثانوی درجات کی تعلیم حاصل کی پھر دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا ۱۳۵۲ھ مطابق ۱۹۲۱ء میں دارالعلوم دیوبند میں دورۂ حدیث شریف سے فراغت حاصل کی۔

تدریس وافتاء: فراغت کے بعد اولاً مدرسہ جامع العلوم جین پور اعظم گڑھ اور گورکھ پور میں تدریسی خدمات انجام دیں پھر مدرسہ دارالعلوم مؤناتھ بھنجن میں خدمات تدریس وافتاء کے منصب پر فائز رہے۔

۱۳۸۵ھ دارالعلوم دیوبند میں تشریف آوری ہوئی اور فتاء نویسی کے عہدے پر فائز رہے اور تاحیات اس عہدہ جلیلہ پر فائز رہے۔

اجازت وخلافت: حضرت مولانا شاہ وصی اللہ الہ آبادی نوراللہ مرقدہٗ سے بیعت واصلاح باطن کا تعلق قائم فرمایا، اور خلافت واجازت سے نوازے گئے۔

تصانیف: (۱) حضرت کی تصانیف میں حضرت کے فتاویٰ ہیں جس کی جلدیں نظام الفتاویٰ کے نام سے شائع ہو چکی ہیں۔

(۱) نیز انوارالسنۃ لرواد الجنۃ المعروف بہ فتح الرحمن فی اثبات مذہب النعمان'' کی تبییض کا اہم کارنامہ بھی انجام دیا ہے، یہ کتاب علم حدیث میں ایک عجیب انداز کی کتاب ہے، مشکوۃ شریف پڑھنے والوں کو عموماً خلجان پیدا ہوتا ہے کہ احناف کے پاس سرمایہ حدیث نہیں ہے اگر ہے تو بہت کمزور اور بہت کم ہے اس کتاب سے یہ خلجان بالکلیہ رفع ہوجاتا ہے۔ کہ احناف کی تائید واثبات میں جس قدر احادیث صحیحہ ہیں کسی دوسرے کے پاس نہیں ہیں۔

یہ کتاب شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہٗ کی آخری تصنیف ہے کما لایخفی علی من طالعہ۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اس کی وجہ تصنیف میں خود تحریر فرماتے ہیں کہ جب میں ہدایہ پڑھتا تھا تو معلوم ہوتا تھا کہ احناف کے پاس سرمایہ حدیث نہیں ہے اگر ہے تو بہت کمزور ہے، پھر جب مشکوۃ پڑھنے لگا تو معلوم ہوتا کہ واقعی مسلک احناف کا سرمایہ نہیں ہے یہاں تک کہ میں نے طے کرلیا کہ شافعی بن جاؤں، یہ خیال اپنے استاذ شیخ عبدالوہاب متقی سے بیان کرایا کہ احناف کی تائید میں جتنا مضبوط اور کثیر سرمایہ حدیث ہے اتنا کسی کے ،اَس نہیں ہے،تم فلاں فلاں کتابیں دیکھ لو پھر مجھ سے کہنا۔

چنانچہ ان کتابوں کا مطالعہ کرلینے کے بعد میری غلط فہمی رفع ہوگئی پھر میں نے احناف کی شروع مشکوۃ دیکھنا شروع کیں تو مجھے کہیں یکجا سرمایہ ایسا نہیں ملا جس سے مشکوۃ پڑھنے سے پیدا شدہ یہ خلجان رفع ہوجائے تو اسی وقت سے یہ خیال تھا کہ ایک کتاب مشکوۃ ہی کے طرز پر ایسی ہونی چاہئے جس میں خود یہ خلجان ختم ہوجائے چنانچہ مشکوۃ ہی کے طرز پر یہ کتاب حضرت محدث دہلوی نے تالیف کی ہے۔

واقعی یہ کتاب عجیب ہے بالکل مشکوۃ کے طرز پر اور شرح حدیث بالحدیث ہے اس کتاب کا ایک کمال یہ بھی ہے کہ بالکل مشکوۃ کے طرز پر ایک باب قائم کرتے ہیں پھر اس میں جتنے مذاہب معتبرہ وارد ہیں سب کو بیان کرتے ہیں سب سے قوی مذہب پہلے بیان کرتے ہیں پھر اس کے بعد اس سے کمزور مذہب پھر اسی طرح اس سے کمزور مذہب پھر اسی طرح سب سے کمزور مذہب سب سے اخیر میں نقل کرتے ہیں۔ پھر اس کے بعد اس سے قوی مذہب کی احادیث اور سب سے اخیر میں سب سے قوی مذہب کی احادیث وروایات اس طرح جمع کرتے ہیں کہ بعد کی احادیث وروایات اپنے ماقبل کا خود جواب بنتی ہیں اور شرح حدیث بالحدیث کا لطف بھی حاصل ہوتا رہتا ہے۔

اس لئے شیخ کی یہ تالیف نوادرات روزگار میں سے ہے،اور اس درجہ میں ہے کہ

ہدایہ ومشکوۃ پڑھنے کے ساتھ ساتھ اس کو سبقاً سبقاً پڑھا جائے، یہ کتاب شیخ الرحمن فی اثبات مذہب النعمان حضرت حکیم محمود صاحب معروفی کے جوایک علمی خاندان کے فرد تھے کتب خانہ کے مخطوطات سے جونہایت بوسیدہ کرم خوردہ تھی، ابوالمآثر حضرت مولانا حبیب الرحمن اعظمی محدث کبیر کے ذریعہ سے حاصل ہوئی اور حضرت موصوف ہی کے ایماء وامر سے حضرت والا نے مسلسل ڈھائی سال کی محنت اور کاوش کے بعد اس کی تبییض کی اس طرح قابل اشاعت ہوئی، اس کا کوئی نسخہ مخطوطہ بھی نہیں ملتا تھا بڑی کاوش اور تلاش سے جامعہ ملیہ دہلی کے مخطوطات کے گھر سے برآمد ہوئی اس کے ٹائٹل پر ''فتح الرحمن فی تائید مذھب النعمان'' لکھا ہوا ہے، بقیہ عبارتیں حرف بحرف یکساں ہیں اور اس نسخہ کا سراغ بھی خلیق نظامی کی کتاب سے جوکہ شیخ عبدالحق حالات میں لکھی ہے اس سے ملا، حضرت والا نے مختصر تعلیقات کے ساتھ طبع کرا کر اس کو زندہ کردیا ہے۔

(۱) اقسام الحدیث فی اصول التحدیث عربی فوٹو آفسیٹ۔

(۲) اصول حدیث مترجم بترجمۂ اُردو۔

(۳) آسان علم صرف جزء اول معروف بہ اردو میزان۔

(۴) آسان علم صرف جزو دوم معروف بہ اردو منشعب۔

(۵) آسان علم نحو معروف بہ اردو نحو میر۔

(۶) آسان علم نحو معروف بہ معلم سوادخوانی عربی۔

(۷) رویت ہلال کی شرعی حیثیت۔

فقیہ الامت مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہٗ سے تعلقات

حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہٗ اور حضرت مفتی نظام الدین صاحب

قدس سرہٗ دونوں حضرات ایک ہی ساتھ دارالعلوم دیوبند میں تشریف لائے، اور دونوں بزرگوں نے طویل زمانہ ایک ساتھ انتہائی محبت والفت عقیدت ومحبت کے ساتھ گذارا۔

دارالافتاء دارالعلوم دیوبند میں ہر دو حضرات انتہائی لطف وانبساط کے ساتھ گفتگو فرماتے دیکھنے والے ہر دو کو گہرا دوست سمجھتے مگر ایک دوسرے کی پوری قدر فرماتے، حضرت مفتی نظام الدین صاحب قدس سرہٗ حضرت مفتی قدس سرہٗ کے بارے میں ہمیشہ اونچے الفاظ فرمایا کرتے ایک مرتبہ فرمایا: مفتی صاحب کی بزرگی پر ان کی بے تکلفی نے پردہ ڈال رکھا ہے۔

نماز جمعہ ہمیشہ مسجد چھتہ میں ادا فرمایا کرتے اور نماز سے فراغت پر حضرت فقیہ الامت قدس سرہٗ سے ان کے کمرہ میں تشریف لے جا کر ملاقات فرمایا کرتے حضرت فقیہ الامت اپنے برابر میں بٹھاتے اور معذوری کے زمانے میں اپنی چارپائی پر یا چارپائی کے برابر کرسی بچھوا کر بٹھاتے اور طرفین سے لطف وانبساط آمیز گفتگو ہوتی کہ دیکھنے اور سننے والوں کو بھی لطف آجاتا۔

حضرت فقیہ الامت نوراللہ مرقدہٗ نے دارالعلوم دیوبند کے حدیث کے حضرات اساتذہ کرام کے بارے میں اشعار موزون فرمائے تھے کہ ہر استاذ حدیث کے بارے میں ایک شعر فرمایا تھا جس میں اس کی خصوصیت اور اس کے خاص وصف امتیاز کا ذکر تھا۔

حضرت مفتی نظام الدین قدس سرہٗ کے بارے میں بھی ایک شعر فرمایا تھا، ملاحظہ ہو:

شد مؤطارا مدارس حضرت مفتی نظام
ماہر علم فرائض صوفی شیریں کلام

ایک خواب

مولانا حکیم رضی الدین صاحب، پھلتی زید مجدہم نے بروایت مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی زید مجدہم نے بیان فرمایا کہ حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی قدس سرہٗ کی وفات کے بعد حضرت مولانا افتخار الحسن کاندھلوی دامت برکاتہم نے حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا آپ ہم کو چھوڑ کر چلے گئے۔

حضرت مفتی صاحب...... اگر میں چلا گیا تو کیا ہوا مفتی نظام الدین صاحب تو موجود ہیں ان کو کیا جانتے ہو ان کی وجہ سے ستر ہزار کی مغفرت کی جائے گی۔

حضرت مفتی نظام الدین صاحب قدس سرہٗ انتہائی متواضع اور منکسر المزاج تھے کم گو کم آمیز خلوت پسند گوشہ نشین بزرگ تھے نمونہ و اسلاف اور ان کی یادگار تھے، اپنے خوردوں اور تلامذہ کے ساتھ انتہائی شفقت آمیز معاملہ فرمایا کرتے تھے، راقم الحروف کو بھی حضرت قدس سرہٗ سے سراجی پڑھنے کی سعادت میسر آئی، "فجزاھم اللہ خیر الجزاء۔

اے خاک تیرہ دل برمارا عزیز دار
ایں نور چشم ما است کہ دربر گرفتہ
مثل ایوان سحر مرقد فروزاں ہو ترا
نور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہو ترا

یہاں جامعہ میں حضرت قدس سرہٗ کے لئے دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کا اہتمام کیا گیا، قارئین کرام سے بھی ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کی درخواست ہے حق تعالیٰ شانہ حضرت مرحوم و مغفور کو جنت الفردوس میں درجات عالیہ نصیب فرمائے اور امت کی طرف سے حق تعالیٰ شانہ اپنی شایان شان بدلہ عطا فرمائے پسماندگان کو صبر جمیل

عطا فرمائے اور دارالعلوم دیوبند کے اس عظیم نقصان کی تلافی فرمائے اور ان کا نعم البدل عطا فرمائے اور ان کے تلامذہ ومسترشدین اور متعلقین کو ان کے اوصاف حمیدہ اور اخلاق فاضلہ سے کچھ حصہ نصیب فرمائے آمین ۔ وماذٰ لک علی اللہ بعزیز ۔ ○○○

تذکرہ حضرت مولانا مفتی نصیر احمد صاحب قدس سرہٗ

استاذ محترم حضرت اقدس الحاج مولانا مفتی نصیر احمد صاحب قدس سرہٗ کو حق تعالیٰ شانہ نے گوناگوں صفات کا حامل اور جامع الکمالات بنایا تھا، وہ ایک طرف بہترین اور پختہ حافظ قرآن تھے تو ساتھ ساتھ ماہر تجوید خوش الحان قاری بھی تھے کہ جب کبھی قرآن کریم خوش الحانی سے پڑھتے یا کبھی نماز پڑھانے کا اتفاق ہوتا تو ان کا قرآن سن کر سامعین خوشی سے جھوم جاتے ۔

خوش نویسی ہونے کے ساتھ ساتھ زودنویس بھی تھے ایک طرف جیدالاستعداد عالم تو ساتھ ساتھ فقہ ،فتاویٰ اور حالات حاضرہ پر گہری نظر رکھنے والے ماہر مفتی بھی تھے ایک طرف شفیق استاذ تو دوسری طرف بہترین داعی ومبلغ ایک طرف گوشہ نشین صوفی تو دوسری طرف مصلح قوم، خوش وضع ،خوش لباس ،خندہ پیشانی ،پر بہار مجلس ۔

انداز درس

آپ کے درس کا انداز بھی پرکشش ہوتا تھا سبق کے اندر افہام تفہیم کے ساتھ کبھی کوئی لطیفہ سنا رہے ہیں تو کبھی کوئی شعر سنا کر خود بھی ہنس رہے ہیں اور طلباء کو بھی ہنسا رہے ہیں

ایک دفعہ دوران درس ایک طالب کو مخاطب فرما کر ایک شعر پڑھا:

جی میں آتا ہے کہ تیرے ٹھونس دوں

یہ سن کر ایک لمحہ کے لئے سب طلباء متحیر ہو جاتے ہیں، ایک لمحہ کے وقفہ کے بعد دوسرا مصرع پڑھا:

کان میں پھایہ بنا کر تیل کا

یہ مصرع سن کر طلباء ہنستے ہنستے بے قابو ہو گئے۔

آپ درس میں طلباء کو مطمئن کرنے کی پوری کوشش فرماتے لیکن اگر کسی طالب علم کو دیکھتے کہ ضدی ہے یا غبی ہے اور مقام مشکل ہے اس کو سمجھنا دشوار ہے اور وہ اس پر اشکال کر رہا ہے تو آپ ایسے مواقع پر الزامی جواب بھی عنایت فرماتے جس سے وہ طالب خاموش ہو جاتا۔

اس قسم کا کوئی طالب علم کوئی اشکال کرتا تو حضرت فرماتے:

اس سے پہلے جتنا پڑھا ہے کیا سب سمجھ لیا اگر وہ جواب دیتا سب سمجھ لیا تو فرماتے ذرا مجھے بھی سمجھا دو، شاگرد کی مجال کہاں کہ استاذ کے سامنے بیان کرے اس لئے وہ خاموش ہو جاتا، اور اگر وہ جواب دیتا نہیں سمجھا، تو حضرت فرماتے اس کو بھی اس فہرست میں شامل کرلو، اور یہ فرما کر سبق آگے شروع فرما دیتے۔

صبر و تحمل

دیگر صفات کے ساتھ ساتھ، صبر و تحمل بھی اعلیٰ درجہ کا تھا کیسی ہی ناگوار بات پیش آتی عموماً نظر انداز فرماتے، ایک دفعہ ایک طالب علم جو تھا تو بڑا ذہین مگر مزاج میں ذرا آزادی اور شوخی تھی یوں بھی وہ ایک بڑے استاذ کے استاذ زادہ تھے، ان کو نصیحت فرما رہے تھے نصیحت کے دوران اس کا نام لے کر فرمایا: پہلے تو تم ایسے نہیں تھے بہت شریف تھے اب تمہیں کیا ہو گیا ہے؟

اس پر اس طالب علم نے برجستہ جواب دیا حضرت آپ حضرات کی صحبت کا اثر ہے اس پر حضرت نے سکوت فرمایا اور اس کو کچھ نہیں فرمایا۔

طلباء سے رابطہ

طلباء سے برابر رابطہ کی کوشش فرماتے اگر کبھی کسی طالب علم کو خود کشیدہ دیکھتے خود سے اس سے ملاقات فرما کر اس کو متوجہ فرمایا کرتے۔

ایک دفعہ کسی سفرے سے تشریف لائے ایک طالب کے پاس سے گذرے اس نے کوئی توجہ نہیں دی اور کھڑے ہو کر ملاقات نہیں کی۔

حضرت خود اس کے قریب تشریف لے گئے اور سلام کے بعد فرمایا شاید آپ سے ہماری شناسائی تھی، اس پر وہ طالب علم شرمندہ ہوا اور کھڑے ہو کر مصافحہ کیا اور معافی چاہی۔

طلباء کی اصلاح کی بڑی فکر رہتی تھی درس میں برابر اصلاح کی طرف متوجہ فرماتے رہتے تھے بزرگوں کے واقعات بھی سنایا کرتے۔

اپنے ساتھ پیش آمدہ واقعہ بھی اصلاح کی خاطر سناتے اور کوئی جھجھک نہ فرماتے۔

دوران درس ایک دفعہ خود اپنا واقعہ سنایا کہ میں سفر میں تھا فلاں جگہ بس سے اترا سامنے ایک انتہائی حسین وجمیل جوان لڑکی اس کے بازو، پنڈلیاں کھلی ہوئیں نظر پڑ گئی اچانک اس پر نظر پڑی میں نے فوراً نظر ہٹالی نفس نے تقاضہ کیا کہ پھر دوبارہ دیکھوں لیکن نفس کے شدید تقاضہ کے باوجود میں نے دوبارہ نہیں دیکھا۔

چونکہ شریعت میں اچانک پڑی ہوئی پہلی نظر تو معاف ہے، مگر قصداً دوبارہ دیکھنے کی گنجائش نہیں ہے اس طرح واقعات سنا کر طلباء کی اصلاح کی فکر فرماتے تھے۔

ورزش

طلباء کو اپنی صحت کی حفاظت کی ترغیب بھی دیتے تھے اور چہل قدمی اور ورزش کی طرف متوجہ فرمایا کرتے تھے خود بھی صحت ماشاء اللہ بہت عمدہ تھی اور ہوا خوری چہل قدمی کا مستقل معمول تھا، غالباً ورزش بھی فرمایا کرتے تھے بلکہ کبھی کبھی کبڈی کھیلنے کا شوق بھی فرمایا کرتے تھے۔

طلباء کو کتب بینی تجوید اور خوش نویسی کی خاص طور پر ترغیب دیتے تھے۔ بہت سے خارج اوقات میں ہونہار طلبا کو خود بھی تجوید پڑھاتے اور خوش نویسی اصلاح کی مشق کرادیتے اور حوصلہ افزائی فرمایا کرتے۔

یہ قاعدے گھڑتا ہے

بندہ بعض مرتبہ دوران درس کوئی سوال کرتا یا حضرت مفتی صاحب کے ارشاد فرمائے ہوئے مطلب پر کوئی اشکال کرتا حضرت وضاحت طلب کرنے پر بندہ صرف نحو سے متعلق کوئی قاعدہ بیان کرتا حضرت ہمیشہ حوصلہ افزائی فرماتے اور کبھی مزاحیہ انداز میں فرماتے یہ قاعدے گھڑتا ہے گھڑ کر قاعدے بیان کرتا ہے، اور خود بھی ہنستے طلبا بھی ہنسنے لگتے۔

پاکیزگی نفس

انتہائی پاکیزہ نفس تھے اخلاق وعادات شریفانہ کوئی بداخلاقی یا گندگی عادت پاس کو بھی نہ گذری تھی۔

غلطی کا اعتراف

ایک خاص خوبی حضرت کی اپنی غلطی کا اعتراف تھی اگر کوئی کسی غلطی پر تنبیہ کرتا کبھی اپنی غلطی کی بیجا تاویل نہ فرماتے بلا تکلف خندہ پیشانی سے اپنی غلطی کا اعتراف فرمالیا کرتے۔

ایک دفعہ حضرت مسیح لامت نور اللہ مرقدہٗ کی مجلس خاص میں حضرات اساتذہ تشریف فرما تھے حضرت مفتی صاحب نے کسی مسئلہ کا جواب تحریر فرمایا تھا۔

سوال اور تحریر فرمودہ جواب حضرات اساتذہ کو سنا کر حضرات اساتذہ سے رائے طلب فرمائی الفاظ اس کے قریب قریب تھے اس مسئلہ میں آپ لوگوں کی کیا رائے ہے؟

استاذ محترم حضرت علامہ رفیق احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے تنبیہ فرمائی۔

اور فرمایا: آپ حضرات اساتذہ کو آپ لوگوں سے تعبیر فرمائیں گے تو عوام کو کیا کہیں گے۔

مطلب یہ تھا کہ آپ لوگوں کی کیا رائے ہے کہ بجائے آپ حضرات کی کیا رائے ہے کہنا چاہئے تھا، حضرت مسیح الامت نور اللہ مرقدہٗ نے اس کی تصویب فرمائی۔

حضرت مفتی صاحب نے انتہائی خوش دلی سے اپنی غلطی کا اعتراف فرمایا اور کسی قسم کی کوئی خفت محسوس نہیں فرمائی۔

یہ تو بڑے حضرات تھے بڑی مجلس تھی اپنا کوئی چھوٹا بلکہ اپنا کوئی شاگرد بھی کوئی بات کہتا اور فی الواقع وہ بات صحیح ہوتی بے تکلف اس کا اعتراف فرمالیا کرتے۔

بے مثال تحمل

حضرات اساتذہ کرام میں انتہائی بے تکلفی تھی باہم چھیڑ چھاڑ بھی چلتی رہتی تھی ،مگر سب بہت ہی فراخ دلی کا مظاہرہ فرماتے اور سخت سے سخت بات پر بھی ناگواری کا اظہار نہیں ہوتا تھا باہم لطائف وظرائف کا سلسلہ رہتا تھا، انتہا یہ ہے کہ بعض بے تکلف بڑے اساتذہ خود حضرت جی نوراللہ مرقدہٗ کی بعض باتوں پر ظریفانہ انداز میں کچھ فرما دیا کرتے مگر حضرت جی نوراللہ مرقدہٗ بھی مسکراہٹ کے علاوہ کچھ نہ فرماتے۔

ایک دفعہ حضرت جی نوراللہ مرقدہٗ کی مجلس خاص میں حضرات اساتذہ جمع تھے اور ایک دوسرے کے ساتھ چھیڑ خانی چل رہی تھی یہاں تک کہ برادری پر نوبت آگئی، استاذ محترم حضرت مولانا سید عابد حسین صاحب نوراللہ مرقدہٗ جو تقریباً اکثر اساتذہ کیا استاذ ہوتے تھے اور سب ہی ان سے انتہائی عقیدت رکھتے تھے اور ان کے مزاج میں انتہائی ظرافت تھی ان کا مزاحیہ انداز مشہور تھا،گو بہت ہی صاف دل پاکیزہ انسان تھے۔

حضرت مفتی صاحب کی برادری پر فقرہ کستے ہوئے فرمایا۔

حضرت جی! آپ جانتے ہیں جاٹ کیا ہوتا ہے؟

اور پھر خود ہی برادری کے بارے میں ایسا کلمہ فرمایا جس سے برادری کی جہالت اور بددینی ٹپکتی تھی۔

ظاہر ہے کہ یہ ایک مزاحیہ جملہ تھا مگر اس کے باوجود بہت سخت تھا مگر حضرت مفتی صاحب بھی مسکراتے رہے اور کسی قسم کی گرانی یا ناگواری کا اظہار نہیں فرمایا۔

حق پسندی

ایک مرتبہ حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ سفر سے تشریف لائے۔

افریقی منزل میں حضرت مفتی صاحب کا قیام رہتا تھا، وہاں پہنچے تو باہر کا صدر دروازہ بند ہو چکا تھا۔

دروازہ کھلوانے کی کوشش فرمائی لیکن دروازہ نہیں کھل سکا مجبوراً مدرسہ میں تشریف لائے اور طلباء سے اسکا ذکر فرمایا کہ کوئی چار پائی مل جائے تا کہ اس پر سو جائیں اور رات گذارلیں بندہ بطور خادم حضرت علامہ رفیق صاحب رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث مفتاح العلوم جلال آباد کے کمرہ میں رہتا تھا اور طلبا کو معلوم تھا کہ آج حضرت علامہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ میں موجود نہیں ہیں بلکہ سفر پر ہیں اور ان کے کمرہ میں ان کی چار پائی جس پر حضرت علامہ صاحب سوتے ہیں موجود ہے، اور چابی بندہ کے پاس ہے خود بندہ حضرت علامہ صاحب کے کمرہ میں سویا ہوا تھا۔

کچھ طلباء آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا بندہ نے ان سے دریافت کیا کیا بات ہے انہوں نے صورت حال بتائی کہ حضرت مفتی صاحب کے لئے چار پائی کی ضرورت ہے کمرہ کھولو تا کہ حضرت مفتی صاحب حضرت علامہ صاحب کی چار پائی پر آرام فرمالیں یا پھر چار پائی نکال کردے دو۔

بندہ بڑی کشمکش میں مبتلا ہوا ایک طرف حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو مدرسہ کے عظیم مفتی اور عظیم استاذ ہیں خود بندہ کے بھی مشفق استاذ ہیں۔

دوسری طرف حضرت علامہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کمرہ میں سلانا یا چار پائی نکال کر دینا مشکل مسئلہ اسلئے کہ بندہ کو اسکی اجازت نہیں پھر خادم مختار تو نہیں ہوتا البتہ امین ہوتا ہے

بلا اجازت کوئی تصرف کرنے کا حق نہیں ہوتا۔

پھر صرف چار پائی کا مسئلہ نہیں تھا چار پائی پر تکیہ کے نیچے اور اس کے دائیں بائیں ان کے ضروری کاغذات ہوتے تھے اور چار پائی کے برابر اسٹول وغیرہ پر ضروری اشیاء ہوتی تھیں اب سب کو ادھر ادھر کرنے کا نہ بندہ کو حق و اختیار تھا اور ایسا کرنے سے خود حضرت علامہ صاحب کے لئے زحمت کا باعث تھا۔

اس سب سے بڑھ کر حضرت علامہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان ضروری کاغذات اور اشیاء پر حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مطلع ہونا، پسند کریں یا نہیں بہر حال بندہ عجیب کشمکش میں مبتلا ہوا ادھر طلباء برابر شور مچا رہے ہیں دروازہ بجا رہے ہیں جس کی وجہ سے مدرسہ کے بہت سے طلباء جمع ہو گئے بالآخر بندہ نے فیصلہ کیا مجھے دروازہ نہیں کھولنا میں خادم ہوں امین ہوں مجھ کو بلا اجازت کوئی تصرف کرنے کا کوئی حق نہیں ہے، عجیب عجیب فقرے اور جملے سننے کو ملے۔

کوئی کہہ رہا ہے بہت متکبر ہے کوئی گستاخ اور بے ادب بتا رہا ہے کوئی مارنے پیٹنے کی دھمکی دے رہا ہے مگر اللہ تعالیٰ نے ہمت دی اور اس شور شرابہ کے باوجود بندہ نے دروازہ نہیں کھولا۔

حضرت علامہ رفیق صاحب رحمۃ اللہ علیہ علی الصباح سفر سے واپس تشریف لائے طلباء نے رات کے واقعہ کا اس عاجز کی طرف سے سخت گستاخی بے ادبی اور بہت متکبر ہونا بیان کر کے نا قابل معافی جرم قرار دینے کی کوشش کی مگر حضرت علامہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان ہنگامہ کرنے والے طلباء پر سخت ناراض ہوئے اور اس نا کارہ کی تصویب و تحسین فرمائی اور بہت بہت شاباشی دی اور حضرت علامہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اعتماد میں بہت بہت اضافہ ہو گیا۔

بندہ کوخطرہ تھا کہ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سخت ناراض ہو گئے ہوں گے۔
مگر جب بعد میں ملاقات ہوئی تو کسی قسم کی ناراضگی یا ناگواری کا اظہار نہیں فرمایا اس کو حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اعلیٰ درجہ کی حق پسندی کہا جائے اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بہت بہت جزائے خیر عطا فرمائے اور جنت الفردوس میں درجات عالیہ نصیب فرمائے۔آمین!

رجال سازی

حق تعالیٰ شانہ نے حضرت مفتی صاحب قدس سرہ کو دیگر صفات کے ساتھ ساتھ رجال سازی کا بھی خاص ملکہ عطا فرمایا تھا۔

جن طلبہ کو ہونہار دیکھتے ان کی حوصلہ افزائی فرماتے بعض طلباء کی ضروریات کا تکفل بھی فرماتے مفید مشوروں سے نوازتے بالخصوص اپنی جاٹ برادری کے ہوشیار طلباء کی پوری سرپرستی فرماتے۔

فارغ ہونے پر مناسب جگہ پر ان کا تقرر فرماتے اور برابر دیکھ بھال فرماتے، اس طرح اپنی حیات ہی میں ایک اچھی خاصی جماعت برادری کے علماء کی تیار فرمادی جو مختلف مقامات پر دینی خدمات انجام دئے رہے ہیں اور حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مرحوم کے لئے صدقہ جاریہ بنے ہوئے ہیں۔

اصلاح قوم

یوں تو تمام مسلمانوں کی اصلاح کی فکر دامن گیر تھی مگر بالخصوص اپنی برادری کی اصلاح کا جذبہ انتہا کو پہنچا ہوا تھا۔

قیام مکاتب

اسی جذبہ کے تحت مختلف مقامات کے اسفار فرماتے اور بستی والوں کو قیام مکتب کی طرف توجہ دلاتے اور مکتب قائم ہونے پر ان کی پوری سرپرستی فرماتے اس طرح متعدد مکاتب قائم فرمائے اس کے علاوہ قوم کی اصلاح کے جذبہ سے کبھی قوم کی پنچایت کی کوشش فرمائی کبھی انجمن اتحاد وترقی، کے نام سے انجمن قائم فرمائی جس کا صدر اتفاق رائے سے خود حضرت ہی کو تجویز کیا گیا، اور یہ انجمن جب اختلاف کا شکار ہو کر بند ہوگئی تو انجمن تعلیم وترقی کے نام سے ایک انجمن قائم فرمائی اور اس کا صدر بھی حضرت کو ہی تجویز کیا گیا۔

غرض کہ کسی نہ کسی طرح کسی نہ کسی شکل سے اپنی برادری مسلم جاٹ کی اصلاح کی برابر فکر فرماتے رہے، مدارس قائم کئے بستی بستی مکاتب کا جال پھیلایا، چودھریوں کے اختلافات اور مقدمات کے فیصلے کرا کے باہمی اتحاد کی بھرپور کوشش اور بیاہ شادیوں سے متعلق بدعات ورسومات کی اصلاح کی برابر فکر فرماتے رہے۔

بیعت وسلوک

مفتاح العلوم جلال آباد میں حضرت مسیح الامت نور اللہ مرقدہٗ کی وجہ سے اساتذہ وطلبا سب ہی پر بیعت وسلوک کا غلبہ تھا اور اساتذہ کی اکثریت بھی حضرت مسیح الامت نور اللہ مرقدہٗ سے ہی وابستہ تھی اور اکثر کے پاس اصلاحی کاپی ہوتی تھی جس میں اپنے روزمرہ کے حالات تحریر کر کے اپنی اصلاح کی درخواست کی جاتی تھی اور حضرت مسیح الامت نور اللہ مرقدہٗ اس کو ملاحظہ فرما کر اس کی اصلاح فرمایا کرتے تھے اور یہ سب بطور کتابت کاپی میں محفوظ رکھی جاتی تھی۔

حضرت مفتی صاحب کا اصلاحی تعلق حضرت مسیح الامت نور اللہ مرقدہٗ سے ہی تھا اور اس سلسلہ میں وعظ وکتابت جاری رہتی تھی، مجالس میں اکثر شرکت فرمایا کرتے تھے اور حضرت مسیح الامت نور اللہ مرقدہٗ کے معتمد خاص شمار ہوتے تھے حضرت جی نور اللہ مرقدہٗ تحریری کام عامۃ حضرت مولانا عقیل الرحمن صاحب زید مجدہم اور حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ہی لیتے تھے حضرت مفتی صاحب پر بیعت وسلوک کا بہت غلبہ تھا طلبہ کو بھی برابر متوجہ فرمایا کرتے تھے اور بعض دفعہ بیعت ہونے کو واجب تک فرمادیا کرتے تھے بالخصوص حدیث جبرئیل میں "الاحسان ان تعبد الله كانك تراه الخ" سے بیعت کا وجوب ثابت فرمایا کرتے تھے کہ صفت احسان کا حصول فرض وواجب ہے اور وہ بیعت پر موقوف ہے لہٰذا بیعت بھی واجب ہے حتی کہ سالانہ امتحان میں حدیث کی ایک کتاب کا پرچہ حضرت مفتی صاحب نے تیار فرمایا اور اس میں بھی اپنی تقریر کے مطابق حدیث احسان سے بیعت کے وجوب کے بارے میں سوال فرمایا۔

اصل سوال تو اس وقت ذہن میں نہیں البتہ سوال کا حاصل یہی تھا کہ اس حدیث سے بیعت کا وجوب کس طرح ثابت ہوتا ہے بیان کیجئے۔

بندہ کو حضرت کا مزاج معلوم تھا اور یہ بھی کہ منشاء سوال بیعت کے وجوب کو بیان کرنا ہے مگر اس کے باوجود بندہ نے جواب اس کے خلاف لکھا کہ صفت احسان کا حصول تو ضروری ہے مگر وہ بیعت ہی پر موقوف نہیں گو عامۃً اس کے بغیر اس کا حصول نہیں ہوتا مگر یہ قاعدہ کلیہ نہیں اگر کسی کو اس کے بغیر صفت احسان حاصل ہو جائے تو اس کے لئے بیعت ضروری نہیں۔

حضرت نے زبانی تو کچھ نہیں فرمایا البتہ نمبرات سے ناراضگی کا اندازہ ہوا۔

یہ سب لمبی بحث تو اس وقت بلا ضرورت ہے صرف یہ ظاہر کرنے کے لئے یہ تحریر

ضروری سمجھی تاکہ اندازہ ہوجائے کہ حضرت پر بیعت وسلوک کاکس درجہ غلبہ تھا۔

اجازت وخلافت

حضرت مسیح الامت نوراللہ مرقدۂ کے وصال کے بعد فقیہ الاسلام حضرت اقدس مفتی مظفرحسین نوراللہ مرقدۂ ناظم مظاہرعلوم سہارنپور سے باقاعدہ رجوع فرمایااوراپنی اصلاحی کاپی جس میں اپنی اور حضرت مسیح الامت نوراللہ مرقدۂ کی خط وکتابت موجودتھی، حضرت اقدس مفتی صاحب نوراللہ مرقدۂ کی خدمت میں ملاحظہ کے لئے پیش فرمائی جس سے مطمئن ہوکر حضرت مولانا مفتی مظفرحسین صاحب نوراللہ مرقدۂ نے اپنی اجازت وخلافت سے نوازا ہے۔

مفتاح العلوم سے علیحدگی

حضرت مسیح الامت نوراللہ مرقدۂ کے وصال کے بعد مفتاح العلوم سے علیحدگی کی نوبت آئی اور حضرت مفتی صاحب اپنی زندگی کا اکثر حصہ مفتاح العلوم میں گذار کر پیرانہ سالی میں اپنے وطن کے قریب پھونس والی مسجد بڑوت میں قیام فرمایااوردرس کے ساتھ ساتھ اصلاح مسلمین کی خاطروعظ ونصیحت کاسلسلہ بھی شروع فرمایا۔

قیام ادارہ فیض مسیح الامت

اور پھر اسی پر اکتفانہیں فرمایابلکہ بڑوت ہی میں محلہ انعام پورہ میں ادارہ فیض مسیح الامت کے نام سے ایک ادارہ کی بنیاد رکھ کراس کے لئے محنت شروع فرمائی اس موقع پر ایک روز جامعہ محمودیہ میرٹھ بھی تشریف آوری ہوئی بندہ نے عرض بھی کیاکہ حضرت ادارہ کے قیام کے لئے بہت محنت کی ضرورت ہوتی ہے اور حضرت والاکہ پیرانہ سالی اورضعف کا

زمانہ ہے اور امراض نے بھی گھیر لیا ہے مگر حضرت نے ان چیزوں کی کوئی پرواہ نہیں فرمائی اور تادم آخر ادارہ کے لئے جدو جہد فرماتے رہے۔

صاف گوئی

حضرت کی ایک خاص صفت صاف گوئی بھی تھی اس سلسلہ میں کسی کی کوئی خاص رعایت مصلحت اندیشی کے زیادہ قائل نہ تھے جو بات دیکھتے صاف کہہ دیتے جس کی وجہ سے بہت سے عوام بلکہ بعض خواص بھی قریب آنے کے بجائے دور ہو جاتے تھے۔

ایک دفعہ ایک بستی میں تشریف آوری ہوئی نماز کے بعض حضرت کے بیان کا اعلان کر دیا گیا مگر اعلان کے باوجود بہت سے نمازی جہالت کی وجہ سے بیان میں شرکت کرنے کے بجائے تیزی سے اٹھ کر چلے گئے حضرت کو اس سے ناراضگی ہوئی اور بیان میں سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا اور خطبہ کے بعد یہ آیت تلاوت فرمائی: «فما لهم عن التذكرة معرضين، كأنهم حمر مستنفرة فرت من قسورة» (سورہ المدثر)

[اب ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ یہ نصیحت کی بات سے منھ موڑے ہوئے ہیں اس طرح جس طرح وہ جنگلی گدھے ہوں جو کسی شیر سے ڈر کر بھاگ پڑے ہیں]۔ (آسان ترجمہ)

خورد نوازی

بڑوت قیام کے دوران دو یا تین مرتبہ بندہ کے پاس جامعہ محمودیہ میں تشریف ارزانی فرمائی اور بے حد شفقت کا معاملہ فرمایا اور بعض ایسے اونچے کلمات ارشاد فرمائے کہ ان کو زبان پر لانے سے بھی حیاء مانع ہے ظاہر ہے کہ یہ اپنے چھوٹوں پر شفقت اور خورد نوازی کی اعلیٰ ترین مثال ہے، حضرت کی ان شفقتوں کی بناء پر عاجز بندہ بھی حضرت کی

زیارت وملاقات کی غرض سے کئی مرتبہ بڑوت حاضر ہوا۔

اس پر ارشاد فرمایا: کھانے ناشتے کی ضیافت کے علاوہ یہ بھی مہمان کا حق ہے کہ کچھ دیر مہمان کے ہاں بیٹھا جائے۔

وفات

طبیعت علیل چل رہی تھی علاج، معالجہ بھی جاری تھا وفات کی رات بے چینی کی کیفیت زیادہ تھی، رات بھر ذکر کرتے گذری اخیر شب میں نماز تہجد ادا فرمائی پھر کپڑے بدلے صاف دھلے ہوئے کپڑے زیب تن فرمائے نماز فجر با جماعت ادا کی اور ۲۰ ۱۴۲۰ھ بروز ہفتہ ۱۱ بجے دن انتقال فرمایا اور تقریباً ساڑھے سات بجے شب ادارہ فیض مسیح الامت انعام پورہ بڑوت ہی میں تدفین عمل میں آئی انتقال کے وقت عجیب قسم کی خوشبو محسوس کی گئی اور چہرہ پر مسکراہٹ کی کیفیت تھی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

عظیم بشارت

حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کے مخصوص شاگرد محب مکرم حضرت مولانا شمشاد علی صاحب زید مجدہم نے وفات کے بعد خواب دیکھا کہ: ایک شاندار خوبصورت عالیشان محل ہے اس میں حضرت مفتی صاحب ٹہل رہے ہیں اور مولانا موصوف کو دیکھ کر یہ آیت تلاوت فرمائی: ”فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ“ [چنانچہ جس نے ذرہ برابر کوئی اچھائی کی ہوگی وہ اسے دیکھے گا] (آسان ترجمہ)

جس سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ شانہ نے حضرت کے نیک اعمال کا بدلہ اپنے شایان شان عطا فرمایا ہے جس پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ انتہائی خوش ہیں۔

ضروری گذارش

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ اور متعلقین کی ذمہ داری ہے کہ حضرت کے کاموں کو آگے بڑھائیں اور حضرت کے قائم فرمودہ مدارس اور مکاتب کی ترقی کی فکر کریں۔

اسی طرح بیاہ شادی کی بدعات ورسومات اور دیگر خرافات کو ختم کرنے کی منظم تدبیریں کریں نیز معاشرہ میں دینی وتعلیمی بیداری پیدا کرنے کے لئے تعلیم بالغان کا سلسلہ شروع کریں اور بستی بستی میں تبلیغ کریں کہ ایک ایک آدمی نمازی بنے اور چھوٹے بچوں کی دینی تعلیم کا نظم ہو کوئی ایک بچہ بھی بے پڑھا نہ رہے، جو بچے اسکول کالجوں میں زیر تعلیم ہیں ان کی دینی تعلیم کا بھی انتظام کیا جائے نوجوان طبقہ بے روزگار ہے اور بے روزگاری کی وجہ سے جرائم کے مرتکب ہو جاتے ہیں ان کو سمجھا کر کسی نہ کسی کام میں لگانے کی فکر کریں تا کہ جرائم کا خاتمہ ہو کر ہمارے نوجوان ایک دینی باعزت زندگی گذاریں۔

معذرت

بندہ کو حضرت مفتی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے قریب رہنے کا زیادہ موقع نہیں ملا اس لئے حالات سے بھی زیادہ واقفیت نہیں گو الحمدللہ شرف تلمذ حاصل ہے قرآن کریم کی بعض سورتیں بھی مشق کی ہیں۔ ترجمہ قرآن کریم پاک نصف ثانی، قطبی، میر قطبی، مؤطا امام مالک پڑھنے کی سعادت میسر آئی۔ مگر قریب رہنے اور قریب سے دیکھنے کا موقع نہیں ملا اس کے باوجود حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کے صاجزادہ محترم حضرت مولانا محمد کامل صاحب زید مجدہم کا برابر اصرار رہا کہ یہ عاجز حضرت مفتی صاحب سے متعلق کچھ تحریر کرے اور اس مقصد کے لئے مستقل تشریف لائے خطوط سے بھی تقاضہ فرماتے رہے جس وجہ سے اس ناکارہ کو بڑی

شرمندگی ہوتی رہی اس لئے مجبور ہو کر جو باتیں یاد آسکیں ان کو تحریر کر دیا تاکہ کسی درجہ میں مولانا موصوف کے حکم کی تعمیل ہو جائے۔ حق تعالیٰ شانہ قبول فرمائے اور مفید و نافع بنائے۔ آمین! ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم وتب علينا انك انت التواب الرحيم وصلى الله تعالىٰ على خير خلقه سيدنا ومولانا وحبيبنا محمد وآله واصحابه اجمعين الى يوم الدين۔

محمد فاروق غفرلہٗ

خادم جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ (یو پی)

۱۹/۱۱/۱۴۳۲ھ بروز شنبہ

حضرت مولانا حکیم محمد اسلام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ محترمہ

عارف باللہ حضرت مولانا الحاج حکیم محمد اسلام صاحب زید مجدہم خلیفہ حضرت حکیم الاسلام و مہتمم جامعہ عربیہ نور الاسلام شاہ پیر گیٹ میرٹھ اہلیہ محترمہ مسماۃ حجن سکینہ بیگم مؤرخہ ۷/ مارچ ۲۰۰۰ھ بروز منگل بعد نماز عصر اس دار فانی سے رحلت فرما گئیں انا للہ وانا الیہ راجعون۔

۸/ مارچ ۲۰۰۰ھ صبح دس بجے خطیب العصر حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی زید مجدہم مہتمم دار العلوم وقف دیوبند نے نماز جنازہ پڑھائی۔

شہر و بیرونی شہر سے کثیر تعداد میں لوگوں نے نماز جنازہ میں شرکت کی شاہ پیر کے قبرستان میں تدفین ہوئی مرحومہ کو حق تعالیٰ شانہ نے بہت سی خوبیوں اور کمالات سے نوازا تھا، انتہائی جفاکش کفایت شعار مہمان نواز صوم و صلوٰۃ و اذکار کی انتہائی پابند خاتون تھیں گھر کا کام کاج خود کرتیں۔

ابتداء میں تنگی وعسرت کے زمانہ میں سوت تک کاتنے کا کام بھی کیا اور کبھی حرف شکایت تک زبان پر نہ لاتی پورا زمانہ انتہائی صبر وشکر کے ساتھ گذارا کتنی ضرورت مند مستورات کی ضرورت خاموشی کے ساتھ پورا کرتیں اور گھر میں آنیوالے مستورات کی اصلاح کی فکر بھی برابر رکھتیں، مرحومہ کے ذریعہ کتنے گھرانوں کی اصلاح ہوگئی، خلاف شرع بات کبھی برداشت نہ فرماتیں۔

پردہ کا بہت اہتمام تھا حج کی دولت سے بھی حق تعالیٰ نے نوازا تھا حج میں تشریف لے گئیں پردہ کا ایسا اہتمام فرمایا کہ اتنا اہتمام مشکل کوئی خاتون کرسکے گی، جس برقعہ کو اوڑھ کر گئیں تھیں وہ برقعہ واپسی پر ہی اترا ہر وقت برقعہ میں ہی رہتی تھیں۔

حق تعالیٰ شانہ مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور درجات عالیہ نصیب فرمائے قارئین کرام سے بھی ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کی درخواست ہے اس حادثہ کے باوجود حضرت حکیم صاحب زید مجدہم مکمل تسلیم ورضا کی تصویر بن گئے۔

دیگر اعزاء کو بھی صبر کی تلقین فرماتے رہے جو خاصان خدا کا حصہ ہوتا ہے حق تعالیٰ شانہ حضرت حکیم صاحب زید مجدہم کو صحت وعافیت کے ساتھ طویل عمر عطا فرمائے، آمین، اور ان کے فیوض وبرکات سے اپنی مخلوق کو زیادہ سے سے زیادہ سیراب وفیض یاب فرمائے۔ آمین ثم آمین! ○○○

حضرت مولانا مفتی محمد یوسف صاحب لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ

بتاریخ ۱۳؍صفر المظفر ۱۴۲۱ھ مطابق ۱۸؍مئی ۲۰۰۰ء بروز جمعرات علی الصباح پاکستان کے مشہور ومعروف عالم دین صاحب معرفت بزرگ دینی رہنما حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی کو کچھ نامعلوم قاتلوں نے کراچی میں نہایت سفاکانہ طور پر شہید

کردیا۔اناللہ وانا الیہ راجعون، آپ نے علوم دینیہ سے فراغت وتکمیل جامعہ خیر المدارس ملتان سے ۱۳۷۴ھ میں فرمائی، فراغت کے بعد اپنے مشفق استاذ حضرت مولانا محمد جالندھری خلیفہ اجل حکیم الامت حضرت تھانوی سے بیعت ہوئے، اور حضرت مرحوم کی وفات کے بعد شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی قدس سرہٗ کی طرف رجوع فرمایا، اور خلافت واجازت سے نوازے گئے، نیز عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحی عارفی سے بھی مجاز بیعت ہوئے۔

دینی مسائل ومشکلات کے حل کے لئے عوام وخواص میں آپ کی رائے وتحقیق پر خاص اعتماد کیا جاتا تھا، فتنۂ قادیانیت کے نام سے شائع ہوئیں، ردشیعت اور دیگر باطل فرقوں کے رد میں بھی قابل قدر خدمات انجام دیں، حالات حاضرہ پر آپ کی گہری نظر تھی، اور ہر فتنہ کی سرکوبی کے لئے ہر وقت کمربستہ رہتے تھے آپ کی تحریروں میں خاص اثر پایا جاتا تھا، مولانا موصوف مرحوم کی پوری زندگی اسلام کی مختلف النوع خدمات میں گذری، متعدد کتابیں مولانا موصوف کی بہترین یادگار اور صدقۂ جاریہ ہیں۔

۱۳۷۴ھ ہی سے آپ مجلس تحفظ ختم نبوت کے رکن رکین اور مرکزی رہنمائیں میں شامل تھے، آپ کی وفات سے علمی دنیا میں جو خلا پیدا ہوا بظاہر اس کا پر ہونا مشکل ہے، ایسی ہمہ گیر بافیض شخصیتیں مشکل سے پیدا ہوتی ہیں، حق تعالیٰ شانہ موصوف کی مغفرت فرمائے، درجات عالیہ نصیب فرمائے، اور آپ کی خدمات کا اپنی شایان شان بدلہ عطا فرمائے، علمی دنیا کو آپ کا نعم البدل عطا فرمائے۔آمین! ○○○

حضرت مولانا سید اسعد مدنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ محترمہ

جمعیۃ علماء ہند کے صدر حضرت مولانا سید اسعد مدنی صاحب مدظلہ العالی کی اہلیہ

محترمہ ۲۲؍ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۱ھ، مطابق ۲۳؍ اگست ۲۰۰۰ء بروز بدھ علی الصباح تقریباً پانچ بجے طویل علالت کے بعد بہ عمر ۶۵؍ سال اپولو ہسپتال دہلی میں انتقال فرما گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحومہ مدرسہ عالیہ کلکتہ کے سابق شیخ التفسیر مولانا حمید الدین صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی صاحبزادی اور مدرسہ شاہی مراد آباد کے مہتمم صاحب مولانا رشید الدین صاحب حمیدی دامت برکاتہم کی ہمشیرہ تھیں۔

ان کے گردے اور پھیپھڑے نے کام کرنا چھوڑ دیا تھا، جس کے باعث مرحومہ اپولو ہسپتال دہلی میں تقریباً ۲۵؍ دن سے زیر علاج تھیں ان کی وفات کی المناک خبر دور دراز علاقوں میں صاعقہ اثر ثابت ہوئی، بالخصوص خانوادہ مدنی سے وابستگان کے لئے انتہائی کرب والم کا باعث بنی ساڑھے گیارہ بجے کے قریب جنازہ دیوبند پہنچا بعد نماز ظہر دار العلوم دیوبند کے ناظم تعلیمات حضرت مولانا سید ارشد مدنی زید مجدہم نے نماز جنازہ پڑھائی ہزاروں سوگواروں نے نماز جنازہ میں شرکت فرمائی اور قبرستان قاسمی میں تدفین عمل میں آئی۔

جامعہ ہذا میں ختم قرآن کریم کا اہتمام کیا گیا مرحومہ کے لئے ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کی گئی حق تعالیٰ شانہ مرحومہ کی مغفرت فرمائے درجات عالیہ نصیب فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین!

قارئین کرام سے بھی ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

حضرت مولانا رشید الدین صاحب کا حادثہ فاجعہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے داماد اور ہندوستان کی عظیم دینی درسگاہ جامعہ قاسمیہ شاہی مراد آباد کے مہتمم ایک ماہ سے سخت مرض میں مبتلا تھے،

طویل علالت کے بعد مدینہ منورہ (زادھا اللہ شرفاً وکرامتاً) کے ایک ہسپتال میں مؤرخہ ۱۰؍ ربیع الاول ۱۴۲۲ھ ۲؍جون ۲۰۰۱ء بروز یکشنبہ دار فانی سے دار البقا کی جانب رحلت فرماگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ موصوف کی نماز جنازہ مسجد نبوی میں عشاء کی نماز امام حرم شیخ صلاح الدین نے پڑھائی اور دنیا کے سب سے افضل قبرستان جنت البقیع میں ہزاروں اولیاء اللہ اور صالحین کے جلو میں تدفین عمل میں آئی۔

مولانا حمیدی رحمۃ اللہ علیہ نامور عالم دین دار العلوم دیوبند اور مدرسہ عالیہ کلکتہ کے سابق شیخ التفسیر بہر جھنڈا کلاں سندھ کے شیخ الحدیث مولانا حمید الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند تھے، موصوف فروری ۱۹۲۳ء میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم اور حفظ قرآن کریم سے تکمیل اپنے والد ماجد کی آغوش میں کی، درجات عربیہ اور افتاء وغیرہ دار العلوم دیوبند میں حاصل کی تھی، فراغت کے بعد مغربی یوپی کے دو مدرسوں میں تدریسی خدمات انجام دیئے اور ایک میں اہتمام کے عہدہ پر قائم رہے، ۱۳۹۶ھ میں مدرسہ شاہی کے مہتمم منتخب ہوئے، اور تاحیات اس منصب اہتمام پر فائز رہے ۱۹۹۴ء جمعیۃ علماء اتر پردیش کے لئے صدر منتخب ہوئے اور عظیم بزرگ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ کل زمانہ اہتمام ۲۶؍سال رہا اس دوران دعوت وتبلیغ کے سلسلہ میں بیرون ملک اسفار بھی فرمائے مرحوم کے دور اہتمام میں تعلیمی تعمیری ترقی قابل دید ہے خصوصاً دار الافتاء محکمہ شرعیہ کتب خانہ تکمیل ادب کے شعبہ کو بڑی ترقی ملی اور موصوف اپنے اصول اور معمولات کے بڑے پابند تھے مولانا حمیدی رحمۃ اللہ علیہ کے پسماندگان میں دو صاجزے اور دو صاحبزادیاں موجود ہیں مولانا کی وفات کی خبر ملنے پر جامعہ میں ایصال ثواب کا اہتمام کیا گیا حق تعالیٰ شانہ حضرت مرحوم کی مغفرت فرمائے اور درجات عالیہ نصیب فرمائے جنت الفردوس میں جگہ عنایت فرمائے۔ آمین ثم آمین! ○○○

جناب حاجی محمد عمر صاحب کی زوجہ محترمہ

زوجہ محترمہ حاجی محمد عمر صاحب قریشی کا مبارک ماہ، مبارک دن، مبارک وقت، مبارک شہر، مبارک مقام حج میں ۳؍مارچ ۲۰۰۱ء ۴؍محرم ۱۴۲۲ھ کو اچانک معمولی طبیعت خراب ہونے کے باعث رحلت فرما گئیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون، مرحومہ نے آخری نماز جمعہ حرم شریف میں ادا فرمائی، اور تدفین بھی مبارک قبرستان جنت البقیع میں ہوئی مرحومہ ومغفورہ بہت سی صفات حمیدہ کی مالک تھیں۔

منجملہ ان کے پردہ کا خاص اہتمام تھا، نہ تنہا کسی کی معیت میں کہیں گئی، صفائی اور پاکی کا بڑا اہتمام فرماتی تھیں، نفلی نماز خصوصاً تہجد نفلی وصدقات نافلہ کے ذریعہ غرباء کی دستگیری فرمائی تھیں، انکا خاص خیال رکھتیں تھیں، اور ہر جمعہ کو صلوۃ التسبیح بلا ناغہ پابندی سے پڑھا کرتی تھیں۔

آنکھ کے آپریشن کے موقع پر ڈاکٹروں نے کہا کہ سجدہ نہیں کرنا ہوگا پرہیز کو قبول فرمالیا مگر سجدہ نہ کرنے کو قبول نہ فرمایا ایک دوسرے ڈاکٹر نے کہا کہ روزہ نہ رکھنا ہوگا، اس کو بھی رد فرمادیا اور سخت تکالیف برداشت فرمائیں، آپ خوف خدا اور عشق نبی سے سرشار تھیں، اور وقتاً فوقتاً زبان سے شعر گنگناتی رہتی تھیں۔

الٰہی دکھادے مدینہ کیسی بستی ہے
جہاں پر رات دن مولیٰ تیری رحمت برستی ہے

مرحومہ نے کل پانچ حج ادا فرمائے، اور آخری حج سے ۸؍روز قبل آپ نے خواب دیکھا جو اس طرح ہے: میں روضہ شریف پر کھڑی ہوں اور ایک بزرگ یا آنحضرت ﷺ ہیں مجھے اپنے دست مبارک سے ایک پرچہ دیا اور فرمارہے ہیں کہ یہ آپ کا پرچہ ہے اس

مرتبہ آپ کو یہیں رہنا ہے، مرحومہ کی اس خواب حضور اکرم ﷺ سے محبت اور دیار پاک سے الفت ظاہر ہے، حج میں جانے سے قبل فرماتی تھیں کہ اس مرتبہ میں واپس نہیں آؤں گی، یا خواب کا مطلب یہ سمجھتی تھیں کہ مدینہ میں انتقال ہو جائے گا اس لئے سفر میں جانے سے قبل سب گھر والوں سے بطور خاص معافی تلافی کی۔

جامعہ ہذا میں تمام مرحومین کے لئے ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کا اہتمام کیا گیا، حق تعالیٰ شانہ جملہ مرحومین کی مغفرت فرمائے جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے، درجات عالیہ نصیب فرمائے، پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ ○○○

حضرت مفتی عبدالرحیم لاجپوری کا انتقال حسرت آیات

مؤرخہ ۲؍ رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ مطابق ۱۸؍ نومبر ۲۰۰۱ء کو دور حاضر کے بڑے فقیہ اور گجرات کے مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم لاجپوری بھی اس دار فانی سے رحلت فرما گئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کی وفات حسرت آیات ایک فرد یا ایک عالم یا ایک طبقہ یا ایک جماعت یا ایک فرقہ کی موت نہیں ہے، بلکہ یہ حادثہ فاجعہ پورے عالم کے لئے سانحہ المناک ہے۔

حضرت کی پیدائش شوال المکرم ۱۳۲۱ھ ضلع نوساری میں ہوئی آپ کی عمر کل ۱۰۱؍ سال ہوئی حضرت لاجپوری کی وفات سے علمی دنیا میں جو خلاء پیدا ہوا ہے اس کا پر ہونا اس گئے گذرے دور میں مشکل سا نظر آتا ہے، بطور یادگار آپ کی فقہی تصنیفات امت کے لئے ہمیشہ مشعل راہ کی خدمات انجام دیتی رہیں گی جو آپ نے فتاویٰ رحیمیہ کی شکل میں تحریر فرمائی ہیں۔

جس کی ۱۰؍ جلدیں طبع ہو چکی ہیں جس کی افادیت سے مفتیان کرام کی جماعت

برابر مستفید ہورہی ہے اللہ تعالیٰ مزید قبولیت عطا فرمائے۔ آمین! ○○○

حضرت مولانا مفتی عاشق الٰہی برنی کی وفات حادثہ کبریٰ

بتاریخ ۱۲؍رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ مطابق ۲۸؍نومبر ۲۰۰۱ء کو مدینہ منورہ سے بذریعہ فون عظیم سانحہ اور حادثہ کبریٰ کی اطلاع ملی کہ برصغیر کی عظیم شخصیت عالم اسلام کے جید عالم دین حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی صاحب مہاجر مدنی دار عقبیٰ کی جانب کوچ فرما گئے۔

اناللہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت مفتی صاحب کی کل عمر ۸۰؍سال ہوئی، موصوف کی ابتدائی تعلیم ۱۳۴۳ھ کو بلند شہر میں ہوئی اور تکمیل تعلیم مشہور علمی درسگاہ مظاہر علوم سے ہوئی، موصوف مدینہ منورہ میں ۲۵؍سال سے قیام پذیر تھے۔

حضرت مولانا مرحوم ان باکمال فضلائے کرام اور علمائے ربانیین میں سے تھے جن پر امت کو بجا طور پر ناز تھا، اور جن کو علمی تالیفی خدمات اور صد مبارکباد ہیں، موصوف نے اپنے اکابرین کے قدیم طرز کا فکر اپنایا تھا، نیز صحیح معنی میں اسلاف ومشائخ کی یادگار تھے، وہ بڑے اور بلند درجہ کے عالم ہونے کے ساتھ ساتھ مفتی اعظم اور فقیہ وقت بھی تھے موجودہ زمانہ میں فقہ کی تدوین جدید سے شدید اختلاف فرماتے تھے نیز علماء اور فقہاء عظام کے فیصلوں سے انحراف کو نہایت مضر سمجھتے تھے ان بلاخوف لومۃ الائم تحریری وتقریری طور پر شدید نکیر فرماتے تھے، نیز منکر پر نکیر کرنا حضرت مولانا کا خصوصی مزاج تھا، اور اس میں وہ کسی طرح کی اور رعایت کو برداشت نہیں فرماتے تھے۔

سو سے زائد کتابیں تصنیف فرمائیں ہیں، جو عوام وخواص میں قدر سے دیکھی جاتی ہیں، بطور خاص نو ضخیم جلدوں میں انوار البیان کے نام سے قرآن کریم کی تفسیر تحریر فرمائی ہے۔

اور ماہنامہ المحمود میں اشاعت کے لئے برابر علمی و دینی اصلاحی مضامین ارسال فرماتے رہتے تھے، اسی طرح دنیا بھر کے متعدد رسالوں میں ان کے اصلاحی مضامین برابر شائع ہوتے رہتے تھے، اور اس طرح بہت بڑی خوبی خاموش طریقہ پر انجام پا رہی تھی، ان کی وفات کے بعد بھی چند مضامین برائے اشاعت المحمود موصول ہوئے جو انہوں نے اخیر حیات میں ارسال فرمائے تھے۔ فجزاهم الله خير الجزاء۔

موصوف کے سانحہ ارتحال سے علمی حلقہ میں بڑا خلا پیدا ہوگیا جس کا پر ہونا ناممکن ہے، ان کی وفات حسرت آیات ایک علمی دینی خسارہ اور جس کی تلافی نقصان ہے۔

مرحوم کی تدفین مدینہ منورہ کے انوارات سے معمور بقیع الغرقد میں ہوئی۔

ooo

آثار صالحین مفسر قرآن کریم حضرت اقدس مولانا مفتی عاشق الٰہی بلندشہری مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہٗ

حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کو حق تعالیٰ شانہ نے گوناگوں صفات کا حامل بنایا تھا، جس کی وجہ سے حضرت والا قدس سرہٗ کی ذات گرامی بجا طور پر مجمع الکمالات والمحاسن تھی، بار بار حضرت والا قدس سرہٗ کی زیارت وملاقات کا شرف حاصل ہوا اور ہر زیارت اس شعر کا مصداق ثابت ہوئی۔

يزيدك وجهه حسناً ... اذا مازدته نظراً

حضرت والا قدس سرہٗ کی جن صفات کا بندہ نے مشاہدہ کیا تو بندہ بے حد متأثر ہوا ان میں سے چند قارئین کرام کی خدمت میں پیش کرتا ہوں:

۱۴۰۰ھ مطابق ۱۹۸۰ء میں بندہ کو پہلی مرتبہ حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً وکرامۃً حاضری کی سعادت میسر آئی، اور مدینہ طیبہ میں ایک ماہ سے زائد قیام کی سعادت نصیب ہوئی، اس موقع پر حضرت اقدس قدس سرہٗ کی زیارت وملاقات کا شرف حاصل ہوا، حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کا مکان اس وقت عوالی میں تھا، مکان پر بھی حاضری ہوتی اور مسجد نبوی میں بھی عموماً بعد العشاء ملاقات ہوتی اور بندہ کا قیام حضرت مولانا قاری عباس بخاری قدس سرہٗ کے یہاں ان کے مدرسہ میں تھا، وہاں بھی گاہے بگاہے حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کی تشریف آوری ہوتی تھی، وہاں بھی ملاقات ہوتی تھی۔

حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کی متعدد کتب ''مسنون ومقبول دعائیں، جنت کی کنجی، دوزخ کا کھٹکا، مرنے کے بعد کیا ہوگا وغیرہ کے مطالعہ کے ذریعہ تعارف تو پہلے سے تھا، اور حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کی عظمت دل میں مرکوز تھی، اور زیارت کا اشتیاق بھی غالب تھا، مگر ملاقات کا وقت اسی موقع پر میسر آیا اور پھر بحمد للہ واحسانہ تعالیٰ آخر حیات تک بار بار وہاں کی حاضری پر ملاقات ہوتی رہی۔

اس موقع پر ''حقوق مصطفی'' نامی کتاب زیر ترتیب تھی، حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ سے اس کا ذکر کیا اور اس کے سننے کی درخواست کی، حضرت نے منظور فرمایا اور انتہائی خوشی کا اظہار فرمایا، حضرت نے وقت طے فرما دیا، بندہ وقت مقررہ پر مکان پر حاضر ہوتا اور مسودہ سناتا، حضرت انتہائی توجہ کے ساتھ سماعت فرماتے اور مناسب اصلاحات بھی فرماتے اور دعاؤں سے بھی نوازتے ہر دفعہ حاضری پر کچھ نہ کچھ ضیافت ضرور فرماتے، کھانے کا وقت ہوتا کھانا کھلاتے، ورنہ کوئی پھل سیب یا انگور وغیرہ منگا کر کھلاتے اور کھلا کر بہت خوش ہوتے، دوسرے بعض اسفار میں دیگر بعض مسودات ''حدود اختلاف'' ترجمہ عمل الیوم واللیلۃ وغیرہ سنا کر استفادہ کی سعادت میسر آتی رہی۔

اظہار حق

حضرت والا کا ایک خاص اور نمایاں وصف اظہار حق بھی تھا کسی خاص شخص یا کسی اہل علم کے بارے میں کوئی غلط بات سنتے فوراً اس کو اصلاحی خط ارسال فرماتے اور ضرورت خیال فرماتے تو اصلاحی مضمون تحریری فرما کر اس کو رسالوں میں شائع کراتے۔ اور اس سلسلہ میں کسی کی رو رعایت ہرگز نہ فرماتے نہ کسی کی ملامت کی پرواہ فرماتے، بلاشبہ حضرت والا مصلح امت تھے، پوری امت کی نبض ہر وقت حضرت کی انگلی رہتی اور جہاں یا کسی جگہ کوئی بیماری محسوس ہوتی فوراً اس کا علاج تجویز فرماتے اور معالجہ کی بھرپور کوشش اور تدابیر اختیار فرماتے۔

حقوق العباد کی فکر

حضرت والا قدس سرہٗ حقوق العباد کی بہت فکر کرتے دیکھا، حضرت والا کا قیام چونکہ نظام الدین دہلی مرکز تبلیغ میں بھی رہا ہے اور وہاں سے جماعتوں میں بھی تشریف لے جاتے تھے، اور میرٹھ کے اطراف کے حضرات بھی جماعت میں ساتھ رہے ہیں، حضرت والا مدینہ طیبہ ملاقات پر جماعت کے رفقاء واحباب کو نام بنام دریافت فرماتے ان کی خیرت پوچھتے اور ان کو سلام اور خیریت کہلاتے اور بعض احباب کے لئے کچھ پیسے عنایت فرماتے کہ شاید جماعت میں ان کے پیسے میری طرف رہ گئے ہوں یہ ان کو دیدینا، یہ فلاں کو پہنچادینا اور وہ نہ ہوں تو ان کے ورثاء کو پہنچادینا۔

ایک خاص اداء

جو حضرات کچھ فاصلہ پر ہوتے اور وہاں سواری سے جانا ہوتا تو حضرت والا اندازہ کر کے کہ کرایہ کی رقم الگ سے عنایت فرماتے کہ فلاں جگہ جانے میں اتنا خرچ ہوگا یہ خرچ کے پیسے ہیں اور کچھ زائد پیسے تو فرماتے اتنے پیسے بچیں گے یہ تمہارے لئے ہدیہ ہے، بندہ ہر چند کرایہ کی رقم لینے سے عذر کرتا مگر حضرت کبھی عذر قبول نہیں فرماتے اور بہر صورت کرایہ کی رقم ضرور عنایت فرماتے، حضرت والا کی یہ وہ خاص ادا ہے جو بہت سے مشائخ میں بھی ناپید ہے۔

غیبت سے احتراز

حضرت والا کو کبھی کسی کی غیبت کرتے نہیں سنا، اگر دوسرا کوئی شخص کسی کا ذکر برائی کے ساتھ کرتا تو حضرت اس کو فوراً روک دیتے اور حضرت والا خود اس شخص کی خوبیاں بیان کرنا شروع فرمادیتے، یا اور کسی چیز کا تذکرہ شروع فرمادیتے، جس کی وجہ سے کسی کی ہمت ہی نہیں ہوتی تھی کہ حضرت والا کی مجلس میں کسی کی غیبت کرے، اس لئے حضرت والا کی مجالس وغیرہ جیسی برائی اور خوبی سے ہمیشہ محفوظ رہتی تھیں۔

صبر و تحمل

حضرت والا کا یہ وصف بھی بہت نمایاں تھا کہ کسی کی طرف سے کوئی بات کیسی ہی مزاج کے خلاف ہو جائے حضرت والا ہمیشہ مسکراتے ہوئے ہی خوبصورتی سے جواب عنایت فرماتے اور صبر و تحمل کا دامن کبھی نہیں چھوڑتے تھے۔

بچوں پر شفقت

حضرت والا اپنے بچوں پر بھی انتہائی شفیق تھے،ہمیشہ اپنے بچوں سے بے تکلف رہتے بے تکلف ہنس کر باتیں کرتے اور کسی کی طرف سے کیسی ہی خلاف مزاج بات ہوتی تو ہنس کر ٹال دیتے اور حکمت کے ساتھ اصلاح کی فکر فرماتے تھے،ایک عالم حضرت والا کے یہاں مہمان تھے وہ طویل عرصہ تک مہمان رہے، انہوں نے سنایا کہ حضرت والا کے بعض کمسن بچے ان کو خود مکان کے سامنے مکتب تھا وہاں چھوڑ کر آتے،اور بہت مرتبہ ایسا ہوتا کہ بچے مکتب سے چلے جاتے،استاذ صاحب آکر حضرت کو اطلاع دیتے،حضرت والا خود باہر تشریف لے جاتے اور وہ بچے کہیں کھیلتے ہوئے مل جاتے،حضرت والا ہنستے ہوئے ان کو بلاتے اور ہاتھ پکڑ کر ہنستے ہوئے مسکراتے ہوئے پھر مکتب میں بٹھا دیتے،وہ مہمان عالم انتہائی متحیر اور متعجب تھے کہ اتنے طویل عرصہ میں میں نے کبھی حضرت کو ان بچوں پر خفا ہوتے ہوئے نہیں دیکھا۔

سادگی

حضرت والا قدس سرہٗ کا ایک خاص وصف جو بہت نمایاں تھا وہ سادگی تھا، حضرت والا قدس سرہٗ کے مزاج میں انتہائی سادگی تھی،تکلف وتصنع سے حد درجہ نفرت تھی،یہ وصف حضرت والا قدس سرہٗ کی ہر ہر چیز میں نمایاں تھا،کھانے پینے میں بھی سادگی جو میسر آتا تناول فرمالیتے تھے،نشست گاہ بھی سادہ،لباس بھی سادہ،سفید کرتا،سفید پائجامہ،سفید ٹوپی، کپڑے صاف ستھرے ہوتے مگر سادہ زیادہ قیمتی نہیں ہوتے تھے،گھٹنوں سے ذرا نیچے کرتا، نصف ساق تک پائجامہ،جوتا بھی سادہ اکثر وبیشتر سادہ چپل ہی ہوتے اور اکثر تو چپل بھی

انتہائی معمولی بعض مرتبہ کرتے کا گریبان بھی کھلا ہوتا۔

جہاں جگہ مل گئی بیٹھ گئے مسجد نبوی سے نکل کر دروازے سے باہر گاڑی کا انتظار فرماتے اور اسی طرح بے تکلف فرش پر بیٹھ جاتے کبھی اپنا رومال بچھا لیتے اور اس پر مہمان حضرات کو بٹھا لیتے اور بے تکلف اسی طرح بیٹھے ہوئے باتیں کرتے رہتے، مکان جاتے ہوئے راستہ میں سے گھر کے لئے روٹی پھل وغیرہ ضرورت کی چیزیں خود ہی خرید کرلے جاتے، اگر کوئی مہمان وغیرہ کچھ عرض کرتا تو حضرت والا قدس سرہٗ جوابی جملہ ہوتا تھا ''یہاں عاشق ہیں سب چلتا ہے''۔

مہمان نوازی

حضرت والا قدس سرہٗ کا ایک خاص اور ممتاز وصف مہمان نوازی بھی تھا، یوں تو مدینہ طیبہ کے باشندوں میں سب میں ہی مہمان نوازی کا وصف بطور خاص پایا جاتا ہے، مگر حضرت والا میں یہ وصف کسی درجہ میں غالب ہی تھا، حج کے زمانہ میں کئی کئی مہمان روزانہ ہوتے اور ہندو پاک، بنگلہ دیش، افریقہ، برطانیہ اور دیگر ممالک کے علماء اور مفتیان کرام کو بطور خاص مدعو فرماتے اور دعوت میں بڑا مجمع ہو جاتا، بہت سے حضرات جو زیارت وملاقات کی غرض سے یا مسئلہ معلوم کرنے کے لئے یا کسی مشورہ کے لئے حضرت والا کے پاس مسجد نبوی میں آتے انکو بھی اپنے ساتھ کھانے پر مدعو فرماتے اور ان سب کو اپنے ہمراہ مکان لے جاتے، حضرت کے لئے کوئی صاحبزادے اپنی گاڑی لے کر آتے اس میں مہمانوں کو سوار کر لیتے اور اگر مہمان زیادہ ہوتے تو دوسری اور حسب ضرورت تیسری گاڑی ٹیکسی کرایہ پر لے لیتے، اور اس میں مہمانوں کو بٹھا کر لے جاتے، مہمانوں کی کثرت سے کبھی نہ گھبراتے بلکہ جتنے مہمان زیادہ ہوتے اس قدر خوش ہوتے حالانکہ بعض مرتبہ مکان پر اتنا

انتظام ہی نہ ہوتا مہمانوں کے پہنچنے کے بعد جو مناسب ہوتا انتظام کر لیا جاتا۔

یہ سلسلہ چلتا ہی رہتا، حج کے علاوہ سال کے سال بھی عمرہ پر آنے والے ماہ مبارک گذارنے والے حضرات تشریف لاتے رہتے اور ان کی ضیافت بھی بڑی فراخدلی کے ساتھ جاری رہتی۔

دعوت کے وقت حضرت والا بہت خوش اور بشاش نظر آتے، اور لطائف وظرائف بھی سناتے رہتے جس سے مجلس باغ و بہار رہتی، غیر ممالک سے آنیوالے حضرات سے وہاں کے حالات بھی دریافت فرماتے رہتے، اور مناسب مشوروں سے نوازتے رہتے، اس طرح حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کے مکان کی یہ دعوت اچھی خاصی مجلس مذاکرہ بھی ہوتی اور مختلف ممالک کے علماء و مشائخ سے ملاقات کا ذریعہ بھی بن جاتی۔

تلاوت قرآن پاک

حضرت والا قدس سرہٗ کا ایک خاص وصف تلاوت قرآن پاک تھا۔ بہت کثرت سے قرآن پاک کی تلاوت فرماتے، جب بھی ذرا سی فرصت ملتی فوراً تلاوت کلام پاک میں مشغول ہو جاتے۔ حرم شریف میں یا اور کسی جگہ آتے جاتے وقت اکثر تلاوت میں ہی مشغول ہوتے اور معلوم ہوتا کہ قرآن پاک سے گویا عشق ہے کہ کسی طرح تلاوت سے سیری نہیں ہوتی۔ اور تلاوت میں ایسی محویت ہوتی گویا دنیا و مافیہا سے بالکل بے تعلق ہو جاتے۔

قرآن پاک سے اسی کمال تعلق اور عشق کی وجہ سے ہی اپنے تمام بچوں کو بھی کلام پاک حفظ کرایا، اور اپنے تمام متعلقین اور ہر وارد و صادر کو بھی اس کی ترغیب دیتے۔

کمال تقویٰ

حضرت والا قدس سرہٗ کا ایک خاص وصف کمال تقویٰ بھی تھا۔ ہر ہر چیز میں

انتہائی محتاط تھے کسی چیز میں ذرا بھی شبہ نظر آتا اس کو فوراً ترک فرما دیتے، ماً کولات ومشروبات میں اور خاص طور پر گوشت وغیرہ کے بارے میں خواہ وہ چھوٹے کا ہو یا بڑے کا، خواہ مرغی ہو، سعودی ہو یا غیر سعودی، بہت محتاط ہی تھے، جس گوشت کے ذبح کے بارے میں پورا اطمینان نہ ہوتا کہ اس کو "بسم اللہ" پڑھ کر ذبح کیا گیا ہے، اس کو ہرگز استعمال نہ فرماتے۔ کبھی کسی دعوت میں شرکت فرماتے اور وہاں گوشت یا قیمہ وغیرہ ہوتا اور حضرت کو ذبیحہ کے بارے میں اطمینان نہ ہوتا تو آپ گوشت وغیرہ کو ہاتھ بھی نہ لگاتے اور دال سبزی وغیرہ ہی سے روٹی تناول فرما لیتے اور بس۔

اسی طرح مشروبات کے بارے میں بھی بہت محتاط تھے، ہر مشروب سے متعلق معلومات فراہم فرماتے اور اس کے اجزاء میں کوئی جز مشتبہ ہوتا اس کو ترک فرما دیتے، ایسے ہی کسی مشروب یا اور کسی مصنوع کے بارے میں معلوم ہوتا کہ اس کا کچھ نفع امریکہ یا اسرائیل کو جاتا ہے اور وہ اسلام دشمنی میں صرف ہوتا ہے اس کو بالکلیہ ترک فرما دیتے اور واردین وصادرین کو بھی بہت اہتمام سے مطلع فرماتے رہتے۔

کمال استغناء

حضرت والا قدس سرہٗ کو حق تعالیٰ شانہ نے کمال استغناء کی دولت سے بھی نوازا تھا۔ دنیا کے مال ومتاع کی کوئی وقعت نہ تھی اسی وجہ سے اپنی تالیفات وتصنیفات کے حقوق اشاعت تو کیا محفوظ کراتے خود کتاب کی طباعت واشاعت کرنے والوں کی از خود مدد فرماتے، اور ناشرین سے بہت سے نسخے خرید کر تقسیم فرما دیا کرتے۔ دنیا اور اسباب دنیا سے بالکل بے رغبت تھے۔ دنیا کی بے ثباتی اور فنائیت گویا ہر وقت پیش نظر تھی، اور آخرت اور جنت وجہنم کے نقشے گویا ہمہ وقت آنکھوں میں گھومتے رہتے تھے۔ حضرت والا

کے استغناء، زہد وقناعت پسندی، دنیاو اسباب دنیا سے بے رغبتی سے ہر وارد وصادر بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا تھا۔

اشاعت حق اور دعوت الی اللہ

اشاعت حق اور دعوت الی اللہ کا آپ پر ایسا غلبہ تھا کہ ہمہ وقت اسی فکر اور اسی دھن میں مشغول نظر آتے، شب وروز کے تمام لمحات اسی میں گذرتے، دیکھنے والا محسوس کرتا کہ حضرت والا کو حق تعالیٰ شانہ نے پیدا ہی اشاعت حق اور دعوت الی اللہ کے لئے کیا ہے۔ دنیا سے ان کو واسطہ و مطلب ہی نہیں بلکہ یہ تو کسی اور ہی دنیا کے باسی و باشندہ ہیں۔

سنہ ۱۴۰۰ھ سے شروع ہو کر آخر حیات تک حضرت والا قدس سرہٗ سے ملاقات کا سلسلہ رہا۔ بے شمار مرتبہ ملاقاتیں ہوئیں۔ مجلس میں حاضری، دعوتوں میں شرکت رہی۔ استفادہ کے مواقع بھی میسر آئے۔ حضرت والا قدس سرہٗ کی خاص عنایات و نوازشات بھی حاصل رہیں۔

مگر ہر حاضری اور ہر ملاقات پر اس تاثر میں اضافہ ہی ہوتا۔ ع

مگر تو چیزے دیگری

اور "اِنْ ھٰذَا اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْم"

نماز کی کیفیت

انتہائی خشوع وخضوع کے ساتھ نماز ادا فرماتے۔ سنن ونوافل بھی اہتمام سے ادا فرماتے۔ نماز کے اندر خاص محویت کا غلبہ ہوتا تھا۔

سری نمازوں میں بھی قرأت اس طرح فرماتے کہ پاس والا قرأت کو سن سکتا تھا۔ بعض دفعہ کسی لفظ کے بارے میں خیال ہوتا کہ شاید صحیح ادا نہیں ہوا اس کلمہ کو دوبارہ سہ بارہ پڑھتے اور صحیح مخرج اور صحیح صفات کے ساتھ ادا فرماتے۔

ماہ مبارک کا اہتمام

ماہ مبارک کا خاص اہتمام تھا۔اسلئے ماہ مبارک سے ایک دو روز قبل ہی مسجد نبوی شریف کے قریب منتقل ہو جاتے، مدرسہ تحفیظ القرآن للامام البخاری جو رباط بخاری بھی کہلاتا تھا اور اس میں بخاری حجاج وزائرین کرام کی رہائش کیلئے بھی انتظام تھا اور ہندو پاک کے اہل تعلق علمائے کرام کو بھی ٹھہرایا جاتا تھا، جس کے متولی حضرت مولانا قاری عباس بخاریؒ تھے، جو ہندو پاک کے علماء ومشائخ کے بہت قدرداں تھے۔اور بعد میں شیخ رحمۃ اللہ علیہ اس کے متولی بنائے گئے۔

ہر دو حضرات حضرت والا قدس سرہٗ کے انتہائی معتقد اور قدرداں تھے۔

حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کے لئے ایک پورا فلیٹ خالی کر دیا جاتا تھا، جس میں دو کمرے، مطبخ، غسل خانہ، بیت الخلاء وغیرہ کا معقول انتظام تھا، حضرت والا قدس سرہٗ اپنے اہل خانہ کے ساتھ پورے ماہ مبارک کیلئے اس میں منتقل ہو جاتے اور پورے طور پر انتہائی یکسوئی کے ساتھ ماہ مبارک کو وصول فرماتے۔ہر نماز مسجد نبوی شریف میں ادا فرماتے اور قرآن پاک کی تلاوت کا خاص اہتمام فرماتے، مسجد نبوی کے قریب قیام ہونے کی وجہ سے ماہ مبارک میں آنیوالے زائرین کے لئے ملاقات میں سہولت ہوتی اور حضرت والا کو زائرین کی ضیافت میں سہولت وآسانی ہوتی، ماہ مبارک وہاں گذار کر عید بعد اپنے مکان میں منتقل ہو جاتے۔

بندہ کو بھی متعدد بار وہاں حاضری وزیارت اور حضرت والا کی ضیافت کا شرف حاصل ہوا۔

مرجعیت

حضرت والا قدس سرہٗ کو حق تعالیٰ شانہ نے مرجعیت کی شان عطا فرمائی تھی، بلاشبہ حضرت والا مدینہ طیبہ میں خواص وعوام بالخصوص حضرات احناف کے مرجع تھے، جس طرح مکہ مکرمہ میں مدرسہ صولیتیہ عوام وخواص علماء ومشائخ بالخصوص احناف کے لئے مرجع تھا، ہند وپاک، بنگلہ دیش، افریقہ، برطانیہ اور تمام ممالک کے حجاج وزائرین کرام اپنے دینی مسائل اور دیگر ضرویات میں مدرسہ صولیتیہ سے رجوع کرتے اور رہنمائی حاصل کرتے تھے اسی طرح مدینہ طیبہ میں حضرت والا قدس سرہٗ سے رجوع فرماتے اور رہنمائی حاصل کرتے تھے۔

مدارس اور علماء کے اختلاف سے اضطراب وبے چینی

اپنے اکابر کی عظیم امانت ویادگار مادر علمی ازہر الہند دارالعلوم دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور کے اختلاف وانتشار سے حضرت والا قدس سرہٗ پر اضطراب وبے چینی کا خاص اثر ہوتھا اور زبان سے بھی اس کا اظہار فرماتے تھے۔

یہ ناکارہ ’’حدود اختلاف‘‘ نامی کتاب ترتیب دے رہا تھا، سفر حرمین شریفین ’’زادھما اللہ شرفا وکرامۃ‘‘ کے موقع پر مسودہ ساتھ تھا، اور مدینہ طیبہ حاضری پر حضرت والا قدس سرہٗ کو اس کا مسودہ سناتا تھا، اس وقت اندازہ ہوا کہ اس اختلاف کا حضرت والا قدس سرہٗ پر کتنا سخت اثر ہے؟ بعض دفعہ دیر تک رنج غم کا اظہار فرماتے تھے، اس موقع پر اکابر دارالعلوم اور اکابر مظاہر علوم کے نام باہم مصالحت کے سلسلہ میں مکاتیب بھی ارسال فرمائے، مگر وکان امر اللہ قدرا مقدوراً

فیضان صحبت

حضرت والا قدس سرہٗ کی صحبت بابرکت میں اللہ تعالیٰ نے خاص تاثیر رکھی تھی، کوئی شخص حضرت والا کی صحبت سے اثر لئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا، ہر آنے والا شخص حضرت والا کی صحبت میں حق تعالیٰ شانہ کی محبت و معرفت رسول اللہ ﷺ کی عقیدت و محبت، تقویٰ وطہارت، اخلاص للہیت، اتباع سنت و اشاعت سنت سنت کا جذبہ، اشاعت حق دنیا سے بے رغبتی، آخرت کی رغبت، گناہوں پر ندامت وغیرہ ضرور محسوس کرتا تھا، جو شخص حضرت والا کی صحبت مبارکہ میں کچھ وقت گذار لیتا تھا اس کی زندگی میں ضرور تبدیلی آجاتی تھی۔

ظرافت طبعی

حضرت والا قدس سرہٗ کے مزاج میں ظرافت بہت زیادہ تھی، اپنی مجلس میں ظرافت اور خوش طبعی کی باتیں بھی سنایا کرتے تھے، اُردو الفاظ وکلمات کو عربی میں ڈھال کر بھی استعمال فرمایا کرتے، کسی اردو کلمہ پر الف لام ہی داخل فرما دیتے، جس سے وہ عربی معلوم ہونے لگتا، اسی طرح اردو لفظ کے صیغہ اسم فاعل، اسم مفعول وغیرہ بنا کر استعمال فرماتے، جس سے حاضرین بہت لطف اندوز ہوتے۔

ایک لطیفہ

ایک لطیفہ بھی سنایا کرتے، فرماتے: ایک مرتبہ کسی خاتون نے کوئی مسئلہ معلوم کرنے کیلئے فون کیا فون پر اس نے نام پوچھا؟ میں نے بتایا عاشق نام سن کر اس نے فوراً بہت زور سے فون رکھدیا، یہ سنا کر حضرت بھی ہنستے اور حاضرین بھی۔

نام کا اثر

مشہور ہے کہ نام کا اثر مسمیٰ میں آیا کرتا ہے، حضرت والا کے نام کے اثر بھی حضرت والا پر نمایا تھا۔حضرت والا کے کاموں سے باتوں سے، بلکہ ہر ہر ادا سے عاشقی ٹپکتی تھی، ہر ہر چیز سے عشق الٰہی، عشق خداوندی اور عشق نبی کریم ﷺ ظاہر ہوتا تھا، کہ گویا ہر وقت عشق خداوندی میں مست و سرشار ہیں اور عشق الٰہی میں حضرت کا وہ حال تھا جو کسی نے کہا ہے:

عاشق بدنام کو پروائے ننگ و نام کیا
اور جو خود ناکام ہو اس کو کسی کے کام کیا

حضرت والا کو بھی اپنے خالق و مالک حق تعالیٰ شانہ کی رضا و خوشنودی ہی ہر وقت پیش نظر رہتی تھی اور باقی مخلوق کے اچھا برا کہنے کی کوئی پرواہ نہیں تھی، حضرت والا کی حالت اس شعر کی مصداق تھی۔

عاشقی چیست بگو بندۂ جاناں بودن
دست بدست دیگرے دادن و حیراں بودن

جنت البقیع کی آرزو

حضرت والا قدس سرہٗ ہندو پاک سے وہاں کی خدمات کو چھوڑ کر جنت البقیع میں دفن ہونے کی آرزو لے کر تشریف لائے، اور مدینہ طیبہ ہجرت فرمائی، اور ہجرت کے بعد مشکل ہی سے کوئی غیر ملکی سفر فرمایا ورنہ سفر سے گریز ہی فرماتے، کتنا بھی کوئی اصرار کرتا مگر سفر کے لئے آمادہ نہیں ہوتے، ہندو پاک کے علماء نے بہت مرتبہ دعوت پیش کی، افریقہ کے

بعض احباب نے بہت زوردار اصرار کیا، بندہ نے بھی بہت مرتبہ کوشش کی کہ کسی طرح ہندوستان کا سفر ہو جائے مگر کسی طرح آمادہ نہیں ہوئے کہ کہیں وقت موعود آجائے اور جنت البقیع سے محرومی ہو جائے۔

بالآخر حق تعالیٰ شانہ نے حضرت والا قدس سرہٗ کی یہ آرزو بھی پوری فرمائی اور آرزو بھی بہت احسن طریقہ پر پوری فرمائی۔

رمضان المبارک کا مبارک مہینہ، اولاً ماہ مبارک کے شروع ہی میں بیت اللہ کی زیارت سے مشرف فرمایا، رمضان المبارک کے عمرہ کی سعادت بخشی جو کہ سید المرسلین ﷺ کی معیت میں حج کرنے کے برابر ہے، پھر مدینۃ الرسول ﷺ واپس بلا کر بحال صوم اپنے پاس بلایا، اس طرح کہ کوئی ایک نماز تک قضا نہیں ہوئی، پھر بعد تراویح لاکھوں کے مجمع نے نماز جنازہ ادا کی اور ہزاروں علماء و صلحاء اور زائرین کے مجمع کے ساتھ جنت البقیع میں خلیفہ ثالث سیدنا حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ کے قریب تدفین عمل میں آئی۔

ایں سعادت بزور بازور نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

اللہ تعالیٰ خالق و مالک اور اس قادر قیوم کی بھی کیا عجیب شان رحمت ہے وہ اپنے مخصوص بندوں کو کس طرح نوازتا اور کس قدر بلندیوں پر پہنچا تا ہے، ایک ہندی بلند شہری ایک کاشتکار راجپوت گھرانہ میں پیدا ہونے والے شخص کو علم و عمل، رموز معرفت، اسرار و حکم، زہد و تقویٰ، صبر و رضا، دعوت و تبلیغ کے بلند مقامات پر فائز فرما کر ابدال آباد کے بلند و مقامات کی بلندیوں تک پہنچا دیا۔

ذلك فضل الله يوتيه من يشاء والله ذو فضل العظيم

حق تعالیٰ شانہ جنت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ درجات نصیب فرمائے،

اورحضرت والا قدس سرہٗ کی خدمات کااپنی شایان شان صلہ عطافرمائے،اوران کی اولاد واحفاداورتمام متعلقین کوان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطافرمائے۔آمین!یارب العالمین۔○○○

حضرت قاضی مجاہدالاسلام صاحب کی وفات حادثہ فاجعہ

مولانا قاضی مجاہدالاسلام قاسمی ایک ماہ سے حیات وموت کی کشمکش میں مبتلا تھے بالآخر ۴/اپریل ۲۰۰۲ء ۲۰/محرم الحرام ۱۴۲۳ھ بروز جمعرات قبل المغرب اپولواسپتال دہلی میں داعی اجل کولبیک کہااوراپنے معبود حقیقی سے جاملے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

موصوف کے والدمرحوم کااسم گرامی مولاناعبدالاحدقاسمی ہے قاضی صاحب کی ولادت ۹/اکتوبر ۱۹۳۶ء میں ہوئی کل عمر ۶۶/سال ہوئی اختتامی تعلیم ۱۹۵۵ء میں مادرعلمی دارالعلوم دیوبند سے ہوئی،موصوف عہدے اوراعزازات کے اعتبار سے بہت فائق تھے، تقریباًایک درجن سے زائدعہدوں پرفائز تھے ان میں سرفہرست آل انڈیامسلم پرسنل لا بورڈ کےصدر،آل انڈیاملی کونسل کے جنرل سکریٹری تھے،نیزرسالہ سہ ماہی بحث ونظر کے چیف ایڈیٹر تھے،قاضی صاحب کی تصانیف وتالفات ۳/درجن سے زائد ہیں،موصوف زمانہ طالبعلمی میں ہی قابل ذکرطلباءعزیز کی صف اول میں شامل تھے،نیزحضرت مدنی سے تکمیل بخاری شریف کی سعادت حاصل کی ہےاوراپنے درجہ میں اول نمبر سے کامیاب ہوئے تھے۔

حضرت قاضی صاحب کے سانحہ ارتحال کاعظیم صدمہ صرف کسی ایک گھرانے یاایک صوبے یاایک ادارہ کانہیں ہے،بلکہ پوری امت مسلمہ،پوری دنیائے انسانیت کاعظیم سانحہ ہے،پوری امت،ایک عظیم نعمت سے محروم ہوگئی،اس پرجس درجہ بھی صدمہ کیاجائے بجاطور

پر درست ہے، حق تعالیٰ شانہ موصوف کی مغفرت فرمائے اور ان کی خدمات کا بہترین صلہ اپنی رحمت عالی کے شایان شان نصیب فرمائے، جنت الفردوس میں درجات عالیہ نصیب فرمائے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین! ○○○

فقیہ الاسلام حضرت اقدس مولانا مفتی مظفر حسین صاحب

سابق ناظم اعلیٰ مظاہر علوم وقف سہارنپور

حامداً و مصلیاً امابعد! فقیہ الاسلام حضرت اقدس مولانا مفتی مظفر حسین صاحب قدس سرہٗ فقیہ العصر حضرت اقدس مولانا مفتی سعید احمد صاحب قدس سرہٗ سابق مفتی اعظم مظاہر علوم سہارنپور کے فرزند ارجمند اور حضرت اقدس مولانا محمد اسعد اللہ صاحب قدس سرہٗ سابق ناظم مظاہر علوم سہارنپور کے تربیت یافتہ و مجاز بیعت وقطب عالم حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی نوراللہ مرقدہٗ و دیگر اکابر مظاہر علوم کے منظور نظر تھے، عمدہ حافظ وقاری، جید الاستعداد عالم باعمل، متبع سنت، متواضع اور حد درجہ خوش اخلاق تھے، تفسیر وحدیث، فقہ وفتاویٰ کے علاوہ معقولات میں ید طولیٰ حاصل تھا، بود و باش اور خورد و نوش کے معاملہ میں سادگی غالب تھی وہ تعیش اور تکلفات سے کوسوں دور تھے، ہزارہا تشنگان علوم نے آپ سے علمی سیرابی حاصل کی جو آج مختلف مقامات پر دینی خدمات میں منہمک نظر آتے ہیں اور ہزاروں عوام وخواص نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی جن میں سے بعض اہل علم اور مشائخ حدیث نے آپ کے یہاں راہ سلوک طے کر کے شیخ طریقت بنے جو اپنے اپنے مقامات پر بیعت و ارشاد کی خدمت میں مشغول ہیں۔

حضرت فقیہ الاسلام قدس سرہٗ بڑے وسیع الظرف انسان تھے، میرے ساتھ تو

موصوف کا ہمیشہ شفقت کا معاملہ رہا جن دنوں میں فتاویٰ محمودیہ کی ترتیب میں مشغول تھا اور فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی قدس سرہٗ کے فتاویٰ دارالعلوم دیوبند سے حاصل کر چکا تھا، اور حضرت والا کے فتاویٰ کے سلسلہ میں مظاہر علوم وقف حضرت فقیہ الاسلام کی خدمت میں حاضری ہوئی اور اپنی ضرورت کا اظہار کیا اور چونکہ نقول فتاویٰ کے رجسٹر دارالافتاء میں محفوظ ہوتے ہیں اور وہ کسی خارجی و بیرونی شخص کو نہیں دیئے جاسکتے اس لئے حضرت والا نے اس کا حل اس طرح فرمایا کہ حضرت مولانا وقار علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ استاذ مظاہر علوم کو مامور فرمایا کہ دارالافتاء سے آپ اپنے نام سے رجسٹر نکلوا کر ان کو دے دیا کریں اس طرح بندہ ایک رجسٹر میرٹھ لے کر آتا اور اس کو نقل کرتا اور نقل کے بعد مظاہر علوم سہارنپور میں مولانا وقار علی صاحب کے پاس اس کو جمع کر دیتا اور دوسرا رجسٹر لے کر آتا اور سالوں تک یہ سلسلہ چلتا رہا اگر حضرت فقیہ الاسلام کا یہ تعاون خاص حاصل نہ ہوتا تو دارالافتاء مظاہر علوم سے حضرت فقیہ الامت کے فتاویٰ کا حصول ممکن نہ تھا لیکن حضرت کی خصوصی عنایت سے مسئلہ سہل اور آسان ہوگیا۔

میرٹھ یا اس کے قرب و جوار میں سفر کے موقع پر گاہے گاہے جامعہ محمودیہ تشریف لا کر اپنی دعاؤں سے نوازتے اور ایک مرتبہ آپ کی اچانک تشریف آوری ہوگئی اور میرے یہاں اس وقت مسجد میں مشکوٰۃ شریف کا سبق ہو رہا تھا اور آپ بھی مسجد میں ہی تشریف لے آئے تو بندہ نے مشکوٰۃ شریف حضرت فقیہ الاسلام کے سامنے رکھ کر درخواست کی اور اس وقت کتاب الاجارہ یا کتاب العاریہ کا مضمون چل رہا تھا، تو حضرت فقیہ الاسلام نے بلا تکلف درس دینا شروع کر دیا اور بلا مبالغہ آپ نے اس طرح درس دیا جیسا کہ ابھی مذکورہ درس کی پوری تیاری فرما کر تشریف لائے ہوں، کیا ٹھکانہ تھا آپ کی تبحر علمی اور وسعت معلومات کا اور سہارنپور جب کبھی آپ کی خدمت میں حاضری ہوتی تو انتہائی شفقت کا معاملہ فرماتے،

کھانے کا اصرار فرماتے اور چائے، ناشتہ کے بغیر تو آنے ہی نہ دیتے تھے۔

اور تقسیم مظاہر علوم سے قبل حضرت فقیہ الاسلام نے بندہ کو مظاہر علوم کی تدریس اور افتاء کے لئے حضرت فقیہ الامت نور اللہ مرقدہٗ کی وساطت سے پیش کش بھی فرمائی تھی اور حضرت فقیہ الامت کا بھی کچھ ایسا ہی میلان تھا لیکن بندہ اپنے اعذار کی بناء پر اس کے لئے آمادہ نہ ہوسکا اور معذرت کرلی اور جب وہ اعذار حضرت فقیہ الامت قدس سرہٗ کے سامنے ظاہر کئے تو پھر آپ نے بھی میری رائے کی تصویب فرمائی۔

حضرت فقیہ الاسلام کی زاہدانہ زندگی اور آخرت کی فکر نے تو دنیا کی چمک دمک کو بے حیثیت قرار دے دیا تھا، تعلق مع اللہ وتوکل علی اللہ ان کا خاص سرمایہ تھا بعض متمول اور اہل تعلق حضرات نے بڑی بڑی رقمیں ہدیہ میں پیش فرمائیں؛ لیکن آپ نے ان کو قبول نہیں فرمایا، بسلسلہ علاج میرٹھ تشریف لائے یہاں بھی بعض متعلقین نے کچھ رقم دینا چاہی اور حتی الامکان سعی بلیغ کرڈالی لیکن کامیابی کسی کو نہ ہوسکی اور آپ نے اپنی عادت کے مطابق کسی کی رقم قبول نہیں فرمائی اور جو مریدین ومعتقدین آپ کے یہاں حاضر ہوتے تو ان کی ضیافت خود فرماتے اور مہمانوں کا یہ خرچ آپ کی جیب خاص سے ہوتا تھا مدرسہ پر ان کا بار ڈالنا کبھی گوارا نہ فرماتے، مجھے بعض معتمد حضرات سے معلوم ہوا کہ مدرسہ کے مہمانوں کی ضیافت کے لئے جو سامان منگایا جاتا اور اس میں جو پسماندہ رہ جاتا تو اس کی رقم مدرسہ میں جمع کی جاتی پھر اس کے بعد اس کو استعمال میں لایا جاتا اور آپ نے پوری زندگی کرایہ کے مکان میں ہی گذار دی اپنا مکان بھی نہ بنا سکے، اس سے بڑھ کر زہد واستغناء کیا ہوسکتا ہے۔

یہ بھی مسلم اصول ہے کہ جو آیا جانے کے لئے آیا ہے، ہمیشہ رہنے کے لئے نہیں آیا چنانچہ ۲۸؍رمضان المبارک ۱۴۲۴ھ کو حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ نے اس دنیائے فانی کو الوداع کہہ دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ○○○

حضرت مولانا محمد طاہر حسین امروہی قدس سرہٗ کا وصال

انتہائی پختہ استعداد کے مالک تھے، ایک عرصہ سے بخاری شریف کا درس دے رہے تھے، امدادالاسلام شہر میرٹھ میں بھی شیخ الحدیث رہے، اور اب ایک عرصہ سے جامع مسجد امروہہ میں شیخ الحدیث تھے، معارف مدنیہ نام سے ترمذی شریف کی شرح بھی تصنیف فرمائی تھی جس میں بالخصوص شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر ترمذی شریف کو سامنے رکھا ہے، دو جلدیں شائع ہو چکی ہیں تقریباً پانچ جلدیں موجود ہیں، جو ابھی طبع نہیں ہوئیں، پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے سیرت کے موضوع پر دو جلدیں تصنیف فرمائیں ہیں، جو انتہائی مفید مضامین پر مشتمل ہیں، اور بھی بعض کتابیں مرحوم کی تصانیف ہیں موصوف کو اہل میرٹھ سے خاص تعلق تھا، سال بھر میں کئی سفر میرٹھ کے احباب کی دعوت پر ہو جایا کرتے تھے اور لوگوں کو بہت فائدہ ہوتا تھا، علاج کے سلسلہ میں بھی کئی مرتبہ میرٹھ ہسپتال میں ہی مقیم رہے۔

۲۵ر جمادی الثانیہ ۱۴۳۵ھ مطابق ۱۲/۱۱ راگست ۲۰۰۴ء کو شب میں وصال فرمایا اور اگلے روز بعد ظہر ایک بڑے مجمع کے ساتھ نماز جنازہ ادا کی گئی۔ ○○○

چچا قاری محمد حنیف صاحب زین پوری کا انتقال

ضلع میرٹھ میں ایک بستی زین پور کے رہنے والے تھے، بہترین حافظ بہترین قاری تھے، حفظ کرانے کا بڑا اچھا سلیقہ تھا، قاعدہ پڑھانے کی بڑی مہارت تھی، قاعدہ نورانی اس طرح پڑھاتے کہ طالب علم کو ناظرہ قرآن کریم پڑھنے کی ضرورت نہ رہتی، پڑھنے پڑھانے سے عشق تھا بغیر پڑھائے ان کو چین نہ آتا تھا، اور بغیر پڑھائے نہیں رہ سکتے تھے،

کہیں امامت کرتے تو بچوں کو پڑھانے کی شرط ضرور رکھتے، کہ بچے ضرور پڑھاؤں گا، خواہ بچوں کو پڑھانے کی تنخواہ نہ ملے، اور اگر کہیں اس کا انتظام نہ ہوتا یا بچہ نہ پڑھنے کی شرط ہوتی، پھر کیسی ہی عمدہ جگہ ہو صرف امامت کے لئے کبھی راضی نہ ہوتے، قرآن پاک پڑھتے بھی عمدہ تھے، اور یاد بھی عمدہ تھا، فرض نماز میں پورا قرآن پاک پورا کرنے کا بھی معمول تھا کئی مرتبہ دوران امامت فرض نمازوں میں قرآن کریم ختم فرمایا بہت ہی عمدہ بااخلاق پاکیزہ صفت مفتی و پرہیزگار شخص تھے، بندہ کے چچا بھی تھے، اور محسن و مشفق بھی بندہ پر ان کے بہت سے احسانات تھے، مگر دو احسان بہت ہی اہم ہیں، بندہ کا جب قرآن کریم پورا ہوا تو یاد نہیں تھا پاؤ پارہ بہ مشکل نکل سکتا تھا، بہت سے حروف غلط زبان پر چڑھے ہوئے تھے، موصوف اس وقت میرٹھ سوتی گنج کی مسجد میں امام بھی تھے اور مدرس بھی، موصوف نے رمضان المبارک میں بندہ کو اپنے ساتھ لا کر رکھا، اور قرآن کریم یاد کرنے پر بہت محنت کرائی، اور بہت غور سے ایک ایک حرف سنتے جو حروف غلط زبان پر چڑھے ہوئے تھے، ان کی تصحیح فرماتے، اس طرح ان الفاظ کی تصحیح ہوئی، اور الحمدللہ ان کی برکت سے قرآن کریم یاد ہوا، بندہ کو پورے رمضان المباک کے مہینہ میں صرف دو مرتبہ مسجد سے نکلنے کی نوبت آئی، ورنہ پورے مہینہ مسجد سے باہر قدم نہیں رکھا، یہ دو مرتبہ بھی موصوف اپنے ساتھ تراویح سے فراغت پر خیر نگر مسجد میں شبینہ ہوتا تھا اس میں شرکت کیلئے اپنے ہمراہ لے گئے، شبینہ میں شرکت کے بعد فوراً واپس آ گئے، ایک مرتبہ تراویح کے بعد شبینہ میں شرکت کی یہ شبینہ خیر المساجد خیر نگر میں حضرت مولانا طاہر حسن امروہی قدس سرہٗ سنا رہے تھے، اور حضرت مرحوم نے اس ناکارہ کو ایک روپیہ انعام بھی فرمایا تھا، دس پارہ وہاں سنے پھر واپسی پر قاری صاحب کو شوق ہوا مسجد میں آ کر پڑھنے کے لئے کھڑے ہو گئے، چند مقتدی اور یہ ناکارہ کہ بالکل بچپن مگر شرما حضوری کھڑا ہونا پڑا، اٹھارہ پارہ پڑھ کر فارغ ہوئے تو سحری کا وقت بالکل ختم

ہونے کے قریب تھا، بہ مشکل چند لقمے کھائے، کہ وقت ختم ہوگیا اور یہ ناکارہ تھک کر بالکل چور چور ہو چکا تھا، مگر کچھ کہہ نہیں سکتا تھا، موصوف کا دوسرا عظیم احسان اس ناکارہ پر یہ ہے کہ حفظ پورا ہونے کے بعد اس ناکارہ کو جلال آباد لے گئے، اور وہاں مولویت کے لئے درجہ فارسی میں داخلہ کرایا جس کی وجہ سے مولویت کی توفیق ہوئی ورنہ احقر کے والدین کو مولویت کرانے کا زیادہ شوق نہیں تھا، نیز دوران تعلیم گاہ گاہ اس ناکارہ کی مدد بھی فرماتے رہتے، حق تعالیٰ شانہ مرحوم کو اپنے اپنے شایان شان بدلہ عنایت فرمائے اور جنت الفردوس میں درجات عالیہ نصیب فرمائے۔ آمین! ○○○

موصوف مرحوم کی اہلیہ محترمہ

چچی صاحبہ دام ظلہا بھی الحمدللہ حافظہ قرآن ہیں، اور سنن ونوافل تسبیحات کی پابندی شرعی پردہ کا اہتمام فرمانے والی اور بہت ہی نیک صالحہ، ذاکرہ، شاکرہ خاتون ہیں اور ان میں یہ اثر ان کے والد محترم حافظ نور محمد صاحب مرحوم کا ہے، جو پارسی ضلع میرٹھ کے رہنے والے تھے، حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی سے بیعت تھے، انتہائی متقی و پرہیز گار درویش صفت زاہد بزرگ تھے راتوں کو رونے والے اشراق چاشت، اوابین تہجد کے علاوہ بھی نوافل کا بہت اہتمام تھا، رمضان المبارک کی راتوں میں کئی کئی سو نوافل کا بہت اہتمام تھا، پارس گاؤں میں غیر مسلموں کی کثرت ہے، مسجد نہیں بنانے دیتے تھے، مسلمان بھی وہاں کے باشندے، ہندوانہ لباس اور ہندوانہ طور طریق اور ہندوانہ رسم ورواج کے پابند تھے، نام کے علاوہ مسلمانوں اور ہندوؤں میں کوئی فرق نہ تھا، بلکہ بہت سو کے نام بھی ہندوانہ ہوتے تھے، حافظ نور محمد صاحب نے بڑی کوششوں سے بڑی قربانیاں دے کر اور غیر مسلموں کی طرف سے تکالیف برداشت کر کے، مسجد تعمیر کرائی، جو الحمدللہ آج تک آباد ہے، اور اس میں مکتب

بھی قائم ہے، جس سے مسلمانوں میں اسلامی شعور بیدار رہا، پوری زندگی خدمت دین درس وتدریس میں گذری، مدرسہ کے اوقات کے بہت پابند تھے، کبھی ایک منٹ کی تاخیر بھی بہ مشکل ہوتی تھی ورنہ ہمیشہ وقت سے قبل ہی پہنچنے کا معمول تھا مختلف جگہوں پر تعلیم کے سلسلہ میں رہے، کانشی ضلع میرٹھ بھی کافی قیام رہا، آخیر میں پٹھلو کر ضلع میرٹھ میں مدرسہ عاشقیہ تجوید القرآن میں پڑھاتے تھے، مدرسہ سے سائیکل کے ذریعہ صبح آتے اور شام کو واپس جاتے، کیا مجال کبھی ایک منٹ کی تاخیر ہوئی ہو، سردی ہو یا گرمی، مگر ان کے معمول میں فرق نہین آتا تھا سخت برف پڑتی اسی حالتمیں کئی میل کا سفر کر کے آتے اور وقت سے پہلے مدرسہ پہنچ جاتے، حتی کہ اسی میں ان کی وفات ہوئی، کہ سخت برف پڑتی ہوئی تھی، سائیکل پر تشریف لارہے تھے، سخت سردی کی وجہ سے ہاتھ ٹھٹھر گئے، سائیکل سے گر پڑے اور فالج کا اثر ہوگیا، اٹھا کر مولیہڑا اسپتال لیجایا گیا، ہسپتال میں بار بار نماز کا تقاضہ کرتے مجھے نماز پڑھواؤ، ابھی فلاں نماز کا وقت نہیں ہوا؟ برابر پوچھتے رہتے یہ ناکارہ عیادت کے لئے حاضر ہوا تو فرمایا مجھے اپنی زبان کے علاوہ کسی چیز کا پتہ نہیں، یعنی پورے بدن پر فالج کا اثر تھا، صرف زبان محفوظ تھی، جس سے برابر بات چیت کر رہے تھے، اور فرمایا بالغ ہونے سے پہلے تہجد کی نماز شروع کی تھی، جو کبھی ناغہ نہیں ہوئی مگر رات ناغہ ہوگئی، اور یہ فرما کر رونے لگے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ ○○○

قاری صاحب کے والد محترم

چچا حضرت قاری محمد حنیف صاحب کے والد محترم جناب چودھری ابوالسبحان صاحب جو بندہ کے سوتیلے دادا ہوتے تھے، چونکہ حقیقی دادا تو اس وقت انتقال فرما گئے تھے، اور والد صاحب اپنے والدین کی پہلی ہی اولاد تھیں، داد صاحب کے انتقال کے بعد دادی

صاحبہ نے دادا صاحب کے بھائی صاحب سے نکاح کرلیا تھا، جن کا نام عبدالسبحان تھا، یہی قدس سرہٗ کے چچا قاری محمد حنیف صاحب کے والد محترم تھے، انتہائی نیک وصالح نماز باجماعت کا اہتمام فرماتے، بعض نمازوں کی اذان بھی خود ہی پڑھتے تھے خاص طور پر مغرب اور فجر کی اذان کا اہتمام فرماتے تھے تہجد کبھی ناغہ نہیں ہوئی سخت سے سخت بیماری میں بھی تہجد تک ادا فرماتے دمہ کے مریض تھے، دمہ کا دورہ اٹھتا سخت پریشان ہوجاتے تھے، مگر اسی حالت میں نماز مسجد ہی میں باجماعت ادا فرماتے حالانکہ مسجد جاتے ہوئے کئی کئی مرتبہ بیٹھنے کی نوبت آتی، عمامہ باندھتے تھے، بہت وجیہ تھے، چہرے سے سرداری ٹپکتی تھی، گاؤں کے پردھان بھی رہے تھے، گاؤں والوں کے بہت جھگڑے قضیے اپنی وجاہت کی وجہ سے چکادیا کرتے، دیکھنے میں انتہائی خوبصورت معلوم ہوتے، انتہائی سادہ مزاج تھے، انتقال سے تین روز پہلے اپنی صاجزادی صاحبہ بندہ کی پھوپھی صاحبہ سے فرمایا بیٹی ہم تین دن کے مہمان ہیں، تین دن کے بعد چلے جائیں گے، ہمارے لئے لے جانے والے آچکے ہیں، پھوپھی صاحب نے بندہ سے بتایا بندہ نے ان سے دریافت کیا تو فرمایا ایسے ایسے چہرہ والے لوگ آئے تھے، اور کہہ رہے تھے ہم تم کو لینے آئے ہیں، اور تم کو تین روز کے بعد لے جائیں گے، اور درود شریف کثرت سے پڑھتے رہنا، چنانچہ تین روز بعد انتقال فرماگئے۔ ○○○

قاری صاحب کی والدہ محترمہ

چچا قاری محمد حنیف صاحب کی والدہ صاحبہ جو بندہ کی دادی صاحبہ ہوتی تھیں، بہت نیک صالحہ عابدہ، زاہدہ، صابرہ، شاکرہ، خاتون تھیں، کبھی نماز ناغہ ہونے کا سوال ہی نہیں تھا، چونکہ اشراق چاشت، اوابین، تہجد کی پابند تھیں، کثرت سے ذکر میں مشغول رہتی تھیں، نفلی روزہ

کثرت سے رکھتیں رمضان المبارک کے بعد شش عید کے چھ روزے بھی بہت پابندی سے رکھتی تھیں، رضا بالقضا کی خاص صفت تھی اللہ تعالیٰ سب کی پوری پوری مغفرت فرمائے اور درجات عالیہ نصیب فرمائے۔ ○○○

اولاد

چچا قاری صاحب کے تین صاجزادے ہیں، جن میں دو حافظ ہیں، (۱) حافظ محمد طاہر صاحب (۲) حافظ محمد طیب ایک عالم و مفتی ہیں مولانا مفتی محمد صاحب جو دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہیں اور دارالعلوم سے ہی افتاء کیا ہے تین ہی صاجزادیاں ہیں۔ جن میں ایک کا انتقال ہوگیا دو حیات ہیں مولانا محمد اقبال کلچھینہ سے منسوب ہیں، اور ایک حافظ محمد مستقیم کھروی سے منسوب ہیں، جن کا انتقال ہو چکا وہ بھی حافظ محمد مستقیم صاحب سے منسوب تھیں، انتقال کے بعد دوسری بہن سے نکاح ہوا، اللہ تعالیٰ چچا جان رحمۃ اللہ کی پوری پوری مغفرت فرمائے جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے، اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین!

محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب قدس سرہٗ

صاحب جمال، حضرت ابرار و فدائے سنت سید الابرار علیہ الصلوٰۃ والسلام عارف باللہ و شیخ طریقت، محبوب حضرات اکابر محی السنہ حضرت اقدس شاہ مولانا ابرارالحق صاحب قدس سرہٗ حکیم الامت مجدد الملت اشرف العلماء حضرت اقدس مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہٗ کے آخری چراغ اور رشد و ہدایت کے ایسے آفتاب تھے، جس کے نور کی ضیا پاشیوں سے پورا عالم فیضیاب و مستفیض ہو رہا تھا۔

میرے حضرت اقدس فقیہ الامت غوث وقت مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہٗ کے

ایسے لاڈلے اور چہیتے شاگرد رشید تھے کہ اپنے اس محبوب ولائق شاگرد پر خود استاد کو فخر وناز تھا، اور کسی شاگرد کیلئے کتنے عظیم فخر کی بات ہے کہ اسکے ایسے عظیم استاذ اس پر فخر کریں۔ وَ کَفٰی بِہٖ فَخرًا۔

اور وہ بجا طور پر اپنے شیخ ومرشد حضرت حکیم الامت ومجدد الملت قدس سرہٗ کے حکیم الامت ومجدد الملت ہونے کی واضح وبین نشانی ودلیل تھے۔

وہ اپنے جد اعلیٰ فنافی الرسول (صلی اللہ علیہ وسلم) شیخ عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہٗ کی نسبی وباطنی نسبتوں کے حامل وامین تھے۔

وہ حضرات اکابر سلسلہ نقشبندیہ اور سلسلہ نقشبندیہ کے عظیم سالار قافلہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کی بواسطہ وسلسلہ روحانی نسبتوں سے پورے طور پر فیضیاب تھے جسکی وجہ سے حق تعالیٰ شانہ نے انکو ایسا صاحب جمال وکمال بنایا تھا کہ کہا جاسکتا تھا: ع:۔

بسم اللہ اگر تاب نظر ہست کسے را

نیز سید الابرار امام الانبیاء والمرسلین محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم (فداہ ابی وامی) کی مبارک سنتوں کی فدائیت وشیدائیت کی وجہ سے ان کو حق تعالیٰ شانہ نے ایسی شان محبوبیت عطا فرمائی تھی کہ جو انکو قریب سے دیکھتا وہ ان پر فدا وشیدا ہو جاتا اور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جو بیان کیا گیا ہے:۔

"من راٰہ بداھۃ ھابہ ومن خالطہ معرفۃ احبہٗ" (شمائل ترمذی)

کہ جو ان کو اچانک دیکھتا مرعوب ہو جاتا، اور جو قریب سے دیکھتا فریفتہ ہو جانے کا مفہوم سمجھ میں آ جاتا۔

ان تمام اوصاف وکمالات کے ساتھ حق تعالیٰ شانہ نے انتہائی رأفت ورحمت اور

شفقت کاوافر حصہ عطافرمایا تھا، جس کی وجہ سے آپ اس ذات عالی فخر موجودات + کے نا ئب نظر آتے تھے، جس کی شان میں خالق کائنات جل وعلا شانہ نے ارشاد فرمایا ہے:۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔	تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس سے ہیں، جن کو تمہاری مضرت کی بات نہایت گراں گزرتی ہے، جو تمہاری منفعت کے بڑے خواہشمند رہتے ہیں اور ایمانداروں کے ساتھ بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں۔(بیان القرآن)

نیز ارشاد فرمایا ہے:۔

"اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مومنین کیساتھ خود انکے نفس سے بھی زیادہ تعلق رکھتے تھے۔ (بیان القرآن)

نیز ارشاد فرمایا ہے:۔

"فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ۔"

بعد اسکے خدا ہی کی رحمت کے سبب آپ ان کے ساتھ نرم رہے۔(بیان القرآن)

نیز ارشاد فرمایا ہے:۔

"اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ۔" بیشک آپ اخلاق کے اعلیٰ پیمانہ پر ہیں۔

اور جس ذات گرامی نے اپنے بارے میں خود اعلان فرمایا ہے:۔

"بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ۔" (مشکوۃ شریف مع حاشیہ، ۴۳۲)

بیشک میں سب سے اعلیٰ قسم کے اخلاق کی تکمیل کیلئے بھیجا گیا ہوں۔

البتہ آپ کے اندر مادرانہ رحمت کے ساتھ پدرانہ شفقت کا غلبہ تھا، کہ جس میں

تربیت اخلاق وعادات کا پہلو بھی پیش نظر ہوتا ہے، جس کی وجہ سے کوتاہیوں پر روک ٹوک، کی بھی نوبت آتی ہے۔

خود اس ناکارہ کے ساتھ اپنی بے انتہا ناپاکیوں اور گندگیوں کے باوجود حضرت والا قدس سرہٗ کا معاملہ انتہائی مشفقانہ تھا۔

حضرت اقدس مفتی صاحب قدس سرہٗ کے انتقال کے بعد تو حضرت والا(کی شفقتوں میں بہت ہی اضافہ ہوگیا تھا، جس کی وجہ سے بندہ ناکارہ کیلئے حضرت والا(میرے حضرت اقدس مفتی صاحب قدس سرہٗ کے گویا قائم مقام ہو گئے تھے، اور حضرت والا(کی شفقتوں سے حضرت اقدس مفتی صاحب قدس سرہٗ کی شفقتیں یاد آ جاتی تھیں، اپنے گوناگوں اعذار وامراض کے باوجود ''جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ'' کے سالانہ اجلاس میں اپنے پورے قافلہ کیساتھ پابندی کے ساتھ شرکت فرمانا اور انتہائی مسرت کا اظہار فرمانا انہیں شفقتوں کا نتیجہ تھا، حضرت اقدس مفتی صاحب قدس سرہٗ کے وصال کے بعد حضرت ہردوئی قدس سرہٗ نے اس کو برابر نبھایا، اور حضرت اقدس مفتی صاحب قدس سرہٗ کی قائم مقامی فرمائی۔

بعض مرتبہ کسی دوسری جگہ کے سفر کے موقع پر اُدھر سے گزرتے ہوئے پہلے سے کسی دعوت کے بغیر مدرسہ میں تشریف لاتے، اور انتہائی مسرت کے ساتھ بیان بھی فرماتے اور اجلاس میں بیان سے حضرت والا قدس سرہٗ کو انتہائی مسرت ہوتی تھی، کہ ڈاکٹروں اور معالجوں کی طرف سے طویل بیان سے پابندی اور خدام کی بار بار یاد دہانی کے باوجود طویل بیان فرماتے، اور ایک مرتبہ تقریباً ایک گھنٹہ بیان کے بعد فرمایا اب تو میرے دل کی کھڑکی کھلی ہے۔

ایک مرتبہ یہاں کے جلسے کی وجہ سے اپنے یہاں جلسہ کی طے شدہ تاریخ کو تبدیل

فرمادیا۔

یہ ناکارہ ہردوئی خدمت والا میں حاضر ہوتا، انتہائی شفقتوں کا معاملہ فرماتے کہ یہ ناکارہ پانی پانی ہوجاتا، اسٹیشن پر گاڑی بھیجتے، دوتین خادموں کو بھیجتے پہلے سے انکو تاکید فرماتے میرٹھ سے نوچندی صبح چار بجے کے قریب پہنچتی ہے، سردیوں میں اس وقت تک رات ہوتی ہے، صبح صادق بھی نہیں ہوتی، عشاء بعد ہی تاکید فرماتے کہ فلاں فلاں اسٹیشن جائیں، تین بجے اٹھیں ان کے اٹھنے کا انتظام فرماتے، حضرت والا(کے اسی حسن انتظام کی وجہ سے بعض دفعہ بڑی پریشانی سے حفاظت ہوئی کہ ایک مرتبہ گاڑی اسٹیشن پر ہردوئی پہنچ گئی اور ساتھیوں میں سے کسی کی آنکھ نہیں کھلی حضرت والا(کے فرستادہ خدام نے اسٹیشن پر تلاش کیا کسی کو نہ پا کر بندہ کے موبائل پر فون کیا کہ آپ کونسے ڈبہ میں ہیں، تب آنکھ کھلی گاڑی چلدی تو خدام نے گاڑی کے گارڈ سے رابطہ قائم کرکے گاڑی رکوائی تب بمشکل اترنا ہوا، اور بعض ساتھیوں کو جو دوسرے ڈبہ میں خواب خرگوش میں مست تھے چلتی گاڑی سے ان کو اتارا، اگر حضرت والا قدس سرہٗ کا یہ حسن انتظام نہ ہوتا تو شاید لکھنو پہنچ کرہی آنکھ کھلتی اور کتنی دشواری ہوتی، ملاقات پر جب حضرت والا قدس سرہٗ سے اس کا تذکرہ آیا تو فرمایا آئندہ آنے والوں سے گاڑی کے ساتھ ڈبہ کا نمبر بھی معلوم کیا کرونگا۔

ایک دفعہ اور ایسا ہی واقعہ پیش آیا، نوچندی ہی سے ہردوئی پہنچنا تھا اور اس وقت استاذ محترم حضرت مولانا عبداللہ صاحب بستوی مدنی قدس سرہٗ بھی ہمراہ تھے، اسٹیشن پر گاڑی رکی، مگر حضرت مولانا قدس سرہٗ کو پیشاب کا عارضہ تھا، بہت سخت تقاضہ ہوتا تھا، بیدار ہوتے ہی حضرت مولانا بیت الخلاء میں تشریف لے گئے، سب ساتھی پلیٹ فارم پر اتر گئے سامان اتار لیا گیا، اور گاڑی چلدی خدام نے جب دیکھا کہ حضرت مولانا مرحوم نہیں اترے۔ بہت مستعدی سے گاڑی کی چین کھینچ کر گاڑی کو رکوایا، تب حضرت مولانا قدس سرہٗ اترے اس

وقت بھی اگر خدام کی مستعدی اور حسن انتظام نہ ہوتا تو سخت دشواری کا سامنا ہوتا، ہم سب ہردوئی اور حضرت مولانا قدس سرہٗ تنہا ٹرین میں، کیا حال ہوتا، اور حضرت ہردوئی قدس سرہٗ کا حسن انتظام کہ اسٹیشن پر آنے والے خدام کے ساتھ وہیل چیر گاڑی بھی موجود تھی، تاکہ اسمیں بٹھا کر پلیٹ فارم سے باہر آسانی سے لایا جاسکے، چونکہ حضرت مولانا عبداللہ صاحب قدس سرہٗ معذور تھے، زیادہ چل نہیں سکتے تھے، ان چیزوں کی طرف عام طور پر نظر بھی نہیں جاتی۔

اس ناکارہ کی ہر حاضری پر پہلے سے کمرہ کا انتظام ساتھیوں کے اعتبار سے، بستر، گدے، تکئے، چادریں، ٹھنڈا پانی، گرمی میں کولر وغیرہ غرض ہر ہر چیز کا انتظام فرماتے اور خود براہِ راست جاکر ملاحظہ فرماتے، بار بار جائے قیام پر خود تشریف لاتے کبھی اپنی قیام گاہ پر بلوا کر ضیافت فرماتے، اور اپنی مسرتوں کا اظہار فرماتے، اپنی مسجد میں بیان کی فرمائش فرماتے عصر بعد مجلس میں بھی بیان کی فرمائش ہوتی، اگر کئی روز پہلے وہاں اطلاع کردی جاتی تو بعض مرتبہ اہل بستی کو بھی اطلاعات کراتے اور شہر کی دیگر مساجد میں اعلانات کراتے کہ فلاں نماز کے بعد فلاں کا بیان ہوگا، کوئی خاص مسئلہ ہوتا از راہ شفقت اس میں مشورہ فرماتے، اپنے مفتیان اور بعض اساتذہ کا کوئی گھنٹہ خالی کرا کر ان سے فرماتے کہ فلاں کے پاس جاکر بیٹھیں اور استفادہ کریں، حالانکہ کہاں یہ گنہگار خادم اور کہاں ان حضرات کا استفادہ یہ سب حضرت والا قدس سرہٗ کی شفقت ہی شفقت ہوتی تھی، واپسی کا نظام دریافت فرماتے اور ٹکٹ سیٹ وغیرہ کی برابر فکر فرماتے، اسٹیشن پر تحقیق کراتے گاڑی کی تحقیق کراتے وقت پر ہے یا نہیں، یا کتنی تاخیر سے آرہی ہے، واپسی کے وقت باہر تک تشریف لاتے اور جب تک مدرسہ سے رخصتی نہ ہو جاتی برابر کھڑے یا وہیل چیر میں بیٹھے رہتے، اور چہرہ سے رخصتی پر خاص اثر محسوس ہوتا، کبھی کوئی جملہ بھی ارشاد فرمادیتے جس سے اندازہوتا کہ واپسی کا حضرت پر خاص اثر ہے، مثلاً جو آیا اس کو جانا ضرور ہے وغیرہ وغیرہ۔

ایک دفعہ واپسی کا نظام دریافت فرمایا، عرض کر دیا گیا اس پر ارشاد فرمایا:۔

حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے، مہمان کے نظام میں تسہیل کی کوشش کرنی چاہیئے یہ نہ ہوسکے تو تکمیل کی کوشش کرنی چاہیئے، یہ بھی نہ ہوسکے تو کم از کم تبدیل کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے۔

واپسی پر بھی دو تین خادم حسب ضرورت اسٹیشن تک ضرور بھیجتے تاکہ بہ آسانی گاڑی میں سوار کراسکیں، اور اسٹیشن کے قریب حاجی کبیر صاحب جو حضرت والا قدس سرہٗ کے خاص مقربین میں سے ہیں، اور اسٹیشن کے قریب ہی انکا مکان ہے، اور حضرت والا(کے مہمانوں کی خدمت بڑی خوش دلی کے ساتھ انجام دیتے ہیں۔ انکو اطلاع فرماتے اگر گاڑی میں کچھ تاخیر ہوتی تو وہ اپنے مکان ہی پر لیجا کر آرام کراتے چائے ناشتہ کا انتظام کرتے، اور ٹرین کے آنے پر وہ خود اسٹیشن پر آ کر ممکن راحت رسانی کی کوشش کرتے، اور وہاں سے واپس ہونے کے بعد جب تک وطن پہنچ کر بخیریت رسی کی اطلاع نہ کرائی جاتی برابر فکرمند رہتے اور بخیر پہنچنے کی اطلاع سے انتہائی مسرور ہوتے۔

حضرت والا قدس سرہٗ کا بغرض علاج علی گڑھ یا ممبئی قیام ہوتا بغرض عیادت وہاں حاضری ہوتی، حضرت والا قدس سرہٗ کی شفقتوں کا وہاں بھی یہی حال ہوتا۔

ایک مرتبہ ممبئی بغرض علاج قیام تھا اور سخت بیماری کی خبریں تھیں، بندہ بغرض عیادت حاضر ہوا، پہلے سے محب مکرم الحاج عبدالحفیظ صاحب زید مجدہم عطر والے کو اطلاع کی اور ان سے عرض کیا کہ حضرت والا قدس سرہٗ کے خادم سے دریافت کریں کہ حضرت والا(سے ملاقات میں کس وقت سہولت ہوگی منشا یہ تھا کہ قیام بھائی عبدالحفیظ صاحب کے یہاں رہیگا اور حضرت والا قدس سرہٗ کی حسب سہولت ملاقات ہوتی رہے گی، بھائی عبدالحفیظ صاحب نے حضرت والا(کے خادم سے معلوم کیا خادم نے حضرت والا

قدس سرہٗ سے عرض کیا حضرت والا قدس سرہٗ نے فوراً بھائی عبدالحفیظ صاحب کو بلوایا اور پوری تفصیل دریافت فرمائی کونسی ٹرین سے آ رہے ہیں، ٹرین کس وقت پہنچتی ہے، اور فرمایا آتے ہی میرے پاس لیکر آئیں، بندہ اسٹیشن پر پہنچا تو بھائی عبدالحفیظ صاحب کے ساتھ حضرت والا قدس سرہٗ کے خادم، نواسہ صاحب میزبان خاص سب گاڑی کے ساتھ موجود تھے، کہ حضرت والا قدس سرہٗ نے بھیجا ہے، ندامت سے اس ناکارہ کا کیا حال ہوا ہوگا، وہ تو ظاہر ہے وہ حضرات لیکر حضرت والا قدس سرہٗ کی خدمت میں پہنچے فوراً شرف باریابی حاصل ہوا، سفر کی خیریت وحالات دریافت فرمائے، اپنے سامنے دسترخوان بچھوایا اور ناشتہ کرایا، اور اپنے سامنے تمام انتظامات طے کرائے، شام کا کھانا فلاں جگہ، ناشتہ فلاں کے یہاں، دوپہر کا، شام کا کھانا فلاں جگہ، قیام فلاں جگہ، عشاء بعد بیان فلاں مسجد میں، کل کو عشاء بعد فلاں مسجد میں، اور عصر بعد خود اپنے یہاں اپنی قیام گاہ پر مجلس میں، اور عشاء بعد بیان کے لئے اپنے خدام کو بھی شرکت کا حکم فرمایا اور ایک خادم سے فرمایا ٹیپ رکارڈ لیکر جائیں اور لاکر مجھ کو بھی سنائیں، اور خادم نے بتایا کہ حضرت والا قدس سرہٗ نے تمام بیان ٹیپ ریکارڈ سے سنا۔

اب ان شفقتوں کو یاد کر کر کے رونے کے سوا کیا ہے، ان تمام چیزوں کے بیان کرنے سے مقصود صرف خدام پر مہربانی وخورد پروری اور بندہ نوازی اور انتہائی شفقتوں کو بیان کرنا اور ان کا نمونہ دکھانا ہے، اپنے کسی کمال کا اظہار نہیں کہ یہ ناکارہ ہرگز ہرگز ان شفقتوں کا اہل نہیں یہ تو سب حضرت والا قدس سرہٗ کی خوردنوازی و بندہ نوازی ہوتی تھی، اور ان سب میں بھی میرے حضرت اقدس مفتی صاحب قدس سرہٗ کی نسبت کو زیادہ دخل ہے، ورنہ اس ناکارہ کو اپنا حال خود معلوم ہے، جب بھی اپنے حضرت قدس سرہٗ اور ان حضرات اکابر قدس اللہ اسرارہم کی خدمات میں حاضری ہوتی تھی، "یَاغَفَّارُ یَاسَتَّارُ" کا وظیفہ برابر پڑھتا تھا، کہ

اللہ پاک اپنی شان غفاری وستاری کا معاملہ فرمائے، اور اس ناپاک کی ظاہری و باطنی گندگی و ناپاکی ظاہر ہو کر ان پاکیزہ اور مقدس ہستیوں کو روحانی ایذا نہ ہو اور میرے خالق ومالک تعالیٰ شانہ نے ہمیشہ غفاری وستاری کا معاملہ فرمایا، اور ان بزرگوں کے یہاں رسوائی سے بچایا، اللہ پاک نے اپنے فضل وکرم سے ایسے پاک اور مقدس اور پاکیزہ ہستیوں کی شفقتوں سے نوازا یہ اس کا عظیم احسان وکرم ہے، اللہ پاک حشر بھی اپنے فضل وکرم سے ان پاکیزہ حضرات کے ساتھ کرائے، اور وہاں بھی رسوائی سے حفاظت فرمائے، آمین۔

۸؍ ربیع الثانی ۱۴۲۶ھ بروز سہ شنبہ صبح چھ بجے سے شام کو ۷؍ بجے تک کام میں مشغول رہے نماز فجر کے بعد ترانہ میں شرکت فرمائی، تمام شعبہ جات میں تشریف لے گئے عصر کے بعد مہمانوں کے لئے چائے کا اہتمام فرمایا مغرب کے بعد کچھ ضعف ونقاہت کا اظہار فرمایا اچانک حلق میں غیر معمولی انداز کا بلغم آیا آہستہ آہستہ خون کی شکل اختیار کر گیا خصوصی معالجین سے رابطہ قائم کیا گیا لکھنؤ لے جانے سے قبل ہردوئی کے ہسپتال میں لے جانے کا مشورہ ہوا، گاڑی مدرسہ سے ہسپتال کے لئے روانہ ہو رہی تھی کہ راستہ میں ہی یہ پاکیزہ روح دنیائے دوں سے ملاء اعلیٰ کی طرف اللہ اللہ کہتے ہوئے اپنے مولائے حقیقی سے جاملی، اخیر وقت میں خدام سے چوتھا کلمہ پڑھنے کو فرمایا خادم نے چوتھے کلمہ کا ورد شروع کیا خود اللہ اللہ فرماتے رہے اسی حال میں جان جان آفریں کے سپرد فرمادی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ان للہ ما اخذ ولہ واعطی کل یمندہ باجل مسمی وصبر جمیل واللہ المستعان علی ما تصفون۔ ○○○

تفصیل کے لئے حیات ابرار ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت مولانا مفتی ظہیر الاسلام صاحب کا وصال

حضرت مولانا مفتی ظہیر الاسلام صاحب قدس سرہٗ بینی گنج ضلع ہردوئی کے رہنے والے تھے، فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہٗ کے تلمیذ خاص تھے، کہ اکثر کتب حضرت فقیہ الامت قدس سرہٗ سے قیام کانپور کے زمانہ میں پڑھیں اور جامع العلوم کانپور میں حضرت والا قدس سرہٗ کی خدمت اور صحبت میں رہنے کی سعادت میسر آئی۔

طالب علمی کے بعد جامع العلوم کانپور میں حضرت والا قدس سرہٗ کی زیر تربیت تدریسی خدمات بھی انجام دیں، زمانہ قیام کانپور حضرت فقیہ الامت قدس سرہٗ کے تفصیلی واقعات موصوف نے قلم بند فرمائے تھے، جن کو حیات محمود میں نقل کیا گیا ہے موصوف بہترین صلاحیت کے مالک تھے، موصوف بہترین شاعر بھی تھے، بے تکلف قلم برداشتہ اشعار کہتے چلے جاتے تھے۔

حضرت فقیہ الامت قدس سرہٗ کے قیام دیوبند کے لیل ونہار کو اشعار میں منظور فرمایا، جس کو نورنامہ کے نام سے شائع بھی کیا گیا تھا، جس کے کچھ اشعار حیات محمود میں نقل کئے گئے ہیں، موصوف حضرت فقیہ الامت قدس سرہٗ کی طرف سے خلیفہ مجاز بیعت بھی تھے، موصوف کے والد محترم حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب قدس سرہٗ کی طرف سے خلیفہ ومجاز بیعت تھے۔

موصوف علاقہ ہردوئی کی طرف سے امیر تبلیغ بھی تھے، اور دار القضاء کے قاضی بھی تھے، جس کی وجہ سے اپنے اوقات اس طرح مقرر فرما رکھے تھے، کہ ایک یوم ہردوئی کے لئے دو یا تین یوم سندیلہ کے لئے، باقی اپنی بستی بینی گنج میں قیام فرماتے، اور خدمت خلق انجام دیتے تھے، کئی سال شوگر وغیرہ کی بیماری میں مبتلا تھے اور کئی ماہ سے گردہ کی بیماری

کے بھی شکار ہوئے، اسپتال میں بھی رہے گردوں نے جواب دیدیا کافی دن صاحب فراش رہ کر یکم رمضان المبارک بوقت عصر داعی اجل کو لبیک کہاانا للہ وانا الیہ راجعون بعد نماز جمعہ جنازہ اور تدفین عمل میں آئی۔

موصوف انتہائی ملنسار، خوش اخلاق باغ و بہار طبیعت کے مالک تھے، جامع العلوم قیام کانپور کے زمانہ میں وہاں سے شائع ہونے والا رسالہ ''پیام سنت'' یا ''ندائے سنت'' کے مدیر بھی رہے محمود الاذکار کے نام سے ادعیہ ماثورہ کا مجموعہ بھی ترتیب دیکر شائع فرمایا تھا، جامعہ محمودیہ میرٹھ سے خاص تعلق رکھتے، سال بھر میں ایک دو مرتبہ بعض دفعہ اس سے بھی زائد مرتبہ تشریف آوری سے نوازتے اور بعض مرتبہ کئی کئی روز قیام فرماتے، اور دوران قیام فتاویٰ محمودیہ یا اور کسی کتاب کی کتابت شدہ کی نظر ثانی فرماتے اور اس کی تصحیح فرماتے اور مفید مشوروں سے نوازتے، جامعہ محمودیہ سے جاری شدہ ماہنامہ المحمود کے جاری ہونے میں موصوف کا بڑا دخل تھا کہ موصوف کا برسوں سے اس کے اجراء کا اصرار تھا، خود موصوف نے اس کی ادارت کی ذمہ داری قبول فرمانے کا وعدہ فرمایا تھا مگر اپنے اعذار اور مشاغل کی وجہ سے ذمہ داری کو پورا نہ فرماسکے، مگر المحمود کو بہتر سے بہتر بنانے میں اپنے مفید اور قیمتی مشوروں سے برابر نوازتے رہے، غرضیکہ موصوف بڑی خوبیوں کے مالک تھے حق تعالیٰ شانہ پوری پوری مغفرت فرمائے، اور درجات عالیہ نصیب فرمائے آمین۔

مولانا محمد غفران صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مولانا محمد غفران صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہاں جامعہ محمودیہ میں استاد تھے، کانشی سولانہ ضلع میرٹھ کے رہنے والے تھے، انتہائی نیک وصالح ذاکر وشاغل شخص تھے، حضرت فقیہ الامت نور اللہ مرقدہٗ سے بیعت تھے، اپنے معمولات کے انتہائی پابند تھے۔ انتقال سے

چند دن پہلے کہنا شروع کر دیا تھا کہ بس اب میرا آخیر وقت ہے۔

جامعہ کا کچھ حساب ان کے پاس تھا، اس کو لا کر جمع کیا۔ رسیدیں جمع کیں۔ رقم جمع کی۔ جامعہ کی کتابیں ان کے پاس تھیں، ان کو خود لے جا کر کتب خانہ میں جمع کیا۔ جامعہ کی مسجد ایوبی میں نماز کے بعد کھڑے ہو کر تمام اساتذہ اور طلباء سے معافی مانگی، پھر اساتذہ کے کمروں میں جاجا کر ایک ایک سے سلام ومصافحہ معانقہ کیا، معافی تلافی کرائی، پھر اپنی بہنوں کے پاس جا کر ملاقات کی، اور معافی تلافی کرائی اور پھر جامعہ سے خود شہر میں اپنے بھائی کے پاس پہنچے اور فرمایا: کہ بھائی میری طبیعت خراب ہے، مجھ کو ہسپتال لے کر چلو، بھائیوں نے کہا: کہ ڈاکٹر کو یہیں بلوالیں؟ فرمایا: کہ نہیں! ہسپتال ہی لے کر چلو۔ میری طبیعت زیادہ خراب ہے۔ بھائی صاحبان ان کو ہسپتال میں لے کر گئے اور وہاں علاج شروع ہوگیا۔ ایک رات اور ایک دن گذرا اور دوسرے دن عصر کے بعد بھائیوں سے یٰسین شریف پڑھنے کو کہا، بھائیوں نے یٰسین شریف پڑھنا شروع کی، مولانا ہوش وحواس کے ساتھ سن رہے ہیں اور بھائیوں سے فرما بھی رہے ہیں:

کہ بھائی تم آہستہ آہستہ پڑھ رہے ہو ذرا زور سے پڑھو۔ اور اسی حالت میں سورج غروب ہونے کے قریب یٰسین شریف ختم ہونے سے قبل ہی انتقال فرمایا۔

انتقال کے بعد بہت سے حضرات نے ان کو خواب میں بہت اچھی حالت میں دیکھا۔

ایک صاحب سے خواب میں فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ ولیوں جیسا معاملہ فرمایا۔ ○○○

فدائے ملت امیر الہند حضرت مولانا سید اسعد مدنی صاحب قدس سرہٗ

مادر علمی دار العلوم دیوبند کے روح رواں، جانشین شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ جمعیۃ علماء ہند کے صدر، امیر الہند، فدائے ملت حضرت مولانا سید اسعد صاحب مدنی مورخہ ۷ رمحرم الحرام ۱۴۲۷ھ مطابق ۶ رفروری ۲۰۰۶ء کو اس دار فانی سے دار البقاء کی طرف کوچ کر گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا مرحوم سینکڑوں خصوصیات کے حامل تھے، آپ کو اللہ تعالیٰ نے عزم وارادہ کا پختہ بنایا تھا، آپ نے قومی وملی پیمانہ پر کبھی بھی کسی ناگوار چیز کو برداشت نہیں کیا چاہے آپ ملک کے کسی بھی گوشہ میں ہوں حتی کہ پارلیمنٹ میں ان کی درجنوں ایسی تقریریں ہوئیں جو انہوں نے حکومت کے طرز عمل کے خلاف کی تھیں، یہ تقریریں علماء اور مسلم رہنماؤں کی نسلوں کے لئے جرأت وبیباکی اور ملت کے لئے جگر سوزی کا ایک بے مثال اور قابل تقلید نمونہ ہیں۔ ۱۹۶۵ء کے بعد جب کانگریسی ممبر نے کہا کہ مسلمانوں کو یونیورسٹی کے نام سے مسلم کا لفظ مٹا دینا چاہئے تو مولانا پارلیمنٹ میں باآواز بلند فرمایا تھا کہ ہندو برادران بنارس یونیورسٹی سے ہندو کا لفظ مٹا دیں تو میں علیگڑھ یونیورسٹی کے ماتھے سے مسلم کا لفظ کھرچ دوں گا، لیکن آپ کو کانگریس کے آئین سے سیکولر کا لفظ بھی مٹا دینا ہوگا، اس پر پارلیمنٹ میں سناٹا چھا گیا، مولانا نے کبھی جذباتی سیاست سے کام نہیں لیا، زندگی میں سینکڑوں مظاہر سے جلسے جلوس اور ریلیاں نکالیں اور تحریکیں چلائیں لیکن کبھی کسی مسلمانوں کو ادنی سی بھی خراش نہیں آئی، جبکہ بسا اوقات چھوٹے چھوٹے احتجاجوں میں بیش قیمت جانیں ضائع ہو جاتی ہیں۔

مولانا کی شخصیت میں امتیازی وصف ان کی خودداری اور عزت نفس تھی، جو ان کو عالی مرتبت والد اور خانوادے سے وراثت میں ملی تھی، اپنی نوعمری اور جوانی کے عالم میں

بھی وہ بڑی سے بڑی عالمی شخصیت سے ہر معاملے میں دراز قد اور بلند قامت ہو کر ملے، جو ان کے عالمانہ وقار اور منصب کے مطابق معلوم ہوتا تھا، بڑے بڑے علماء اور وزراء ان کی خدمت میں حاضری کو سعادت سمجھتے تھے، مولانا قومی اور عالمی شخصیات سے مساویانہ اور برادرانہ لب ولہجہ میں مخاطب ہوتے اور بڑے سے بڑے معاملہ میں بے نیازی اور استغناء کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیتے۔

ان کی شخصیت جفاکشی، ارادے کی پختگی اور ہر عمل میں عالمانہ وقار کے عناصر ترکیبی سے تشکیل پائی تھی، ان کی مجاہدانہ زندگی کا محور زیادہ تر جمعیۃ علماء ہند رہی جوانی کا بڑا حصہ اس کی توسیع اور استحکام میں گذارا، آزادی کے بعد جمعیۃ کی بیشتر معاصر تنظیمیں اپنی حرکت عملی یا توختم کر چکی تھیں یا انہوں نے اپنے آپ کو بہت محدود دائرے میں سمیٹ لیا تھا، یہ مولانا کی جدوجہد کا نتیجہ ہے کہ جمعیۃ آزادی کے بعد بھی پہلے کی طرح مضبوط، متحد اور مسلمانوں کی ہر قسم کی رہنمائی کے قابل ہے آزادی سے قبل اس کا ممتاز نصب العین مکمل آزادی تھا، اور پھر آزاد ہند میں مسلمانوں کے مفادات کے لئے ہمشیہ سرگرم زندہ اور تابندہ رکھا، جمعیۃ علماء ہند کو مولانا مرحوم کے عطایا میں سے ایک عظیم اسکا مالی اور اثاثی استحکام ہے۔

مولانا کی جدوجہد کا ایک پہلو دینی مدارس اور تحریک مدارس کی سرپرستی تھا اس کے لئے انہوں نے موسموں میں تھکا دینے اور اکتا دینے والے دور دراز مقام کے اسفار کئے، اس سلسلے میں پورا ملک بلکہ پورا برصغیر ان کا دائرہ عمل تھا، زندگی میں شاید چند ہی واقعات ہوں جہاں وہ نہ پہنچے ہوں کسی بھی مدرسہ میں مولانا مرحوم کی آمد اس جلسہ کی کامیابی سمجھی جاتی تھی، یہ قربانی مدارس اور اہل مدارس کے لئے حوصلہ بخش ثابت ہوتی، مولانا مرحوم ۱۸ رسال کے طویل عرصہ تک پارلیمنٹ کے ایک باکرار اور باوقار ممبر کی شکل میں دینی وملی کارنامہ انجام دیتے رہے، بھاگلپور فسادات کے موقع پر اپنے پورے وفد کے ساتھ

وہاں ہر متاٰہرہ مقام میں تشریف لے گئے، ایسی نازک گھڑی میں زخموں پر مرہم پٹی رکھنا کسی قوم وملت کے درد کھنے والے ہی کا کام ہوسکتا ہے، بالآخر قوم وملت کی خاطر خود کو فراموش کردینے والا شخص تقریباً تین ماہ پانچ روز مسلسل مرض میں مبتلا ہوکر رب حقیقی سے جاملے اللہ تعالیٰ مرحوم کی پوری پوری مغفرت فرمائے اور پوری قوم کی جانب سے حضرت والا کو بہترین بدلہ عنایت فرمائے تدفین وتکفین میں جامعہ ہذا سے حضرات اساتذہ کرام اور طلبہ عزیز نے بڑی تعداد میں شرکت فرمائیں نماز جنازہ حضرت مولانا طلحہ صاحب زید مجدہم صاجبزداہ حضرت مولانا شیخ الحدیث قدس سرہٗ نے پڑھائی مزارقاسمی میں تدفین ہوئی۔

○○○

فدائے ملت کی حیات طیبہ کے چند نقوش کا اجمالی خاکہ

درج ذیل مقالہ فدائے ملت حضرت مولانا سید اسعد مدنی نور اللہ مرقدہٗ کی حیات طیبہ کا اجمالی خاکہ ہے جو وگیان بھون دہلی میں سیمنار کے وقع پر پیش کیا گیا۔

پہلی زیارت

بندہ کی عمر چھ سات سال کی تھی سردھنہ میں کوئی جلسہ ہورہا تھا، ہمارے یہاں زین پور اور جسڑ سلطان نگر وغیرہ سے بس بھر کر لوگ جلسہ میں شرکت کے لئے آئے تھے، بعض بچے بھی بس میں سوار ہوگئے، ان بچوں میں بندہ بھی تھا، جلسہ میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ کی تقریر کیسٹ کے ذریعہ سنائی گئی تھی، جس سے یہ اندازہ ہوا کہ اس کے قریب مدنی نور اللہ مرقدہٗ کا وصال ہوا تھا، اور غالباً حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ اس جلسہ میں شرکت فرمانے والے تھے، مگر انتقال کی وجہ سے شرکت نہیں فرماسکے، اس لئے

کیسٹ کے ذریعہ حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ کی تقریر حاضرین کو سنائی گئی۔

فداءِ ملت حضرت مولانا سید اسعد مدنی نور اللہ مرقدہٗ نے اس جلسہ میں شرکت فرمائی اسی موقع پر بندہ کو سب سے اول زیارت نصیب ہوئی، حضرت فداءِ ملت نور اللہ مرقدہٗ کا تعارف ان الفاظ سے کرایا گیا، جس نے باپ کو نہ دیکھا وہ بیٹے کو دیکھ لے، جس نے استاذ کو نہ دیکھا ہو وہ شاگرد کو دیکھ لے جس نے شیخ کو نہ دیکھا ہو وہ مرید کو دیکھ لے۔

حضرت فدائے ملت نور اللہ مرقدہٗ اسٹیج پر تشریف فرما ہوئے اور جلسہ والوں نے حضرت نور اللہ مرقدہٗ کی شان میں نظم پڑھنے کے لئے کسی کو کھڑا کیا، اس نے نظم کو شروع کیا اور حضرت مولانا نے منع کیا پھر بھی نہیں رکا، حضرت مولانا قدس سرہٗ بہت غصہ کی حالت میں کھڑے ہوئے اور نظم پڑھنے والے کی کمر پر دھول رسید کیا، جس کی آواز مجمع نے سنی، مجمع کے دلوں پر حضرت فدائے ملت قدس سرہٗ کی عظمت بیٹھ گئی کہ ایسے حضرات بھی ہوتے ہیں، جن کو اپنی تعریف سننا گوارہ نہیں ہوا اپنی تعریف سننے سے اس قدر ناگواری ہوتی ہے کہ جس کو برداشت نہیں کر سکتے، اور یہ زمانہ حضرت مولانا قدس سرہٗ کا ابتدائی زمانہ تھا، بعد کے مجاہدات سے کتنی ترقی ہوئی ہوگی اس سے اس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے، اور ظاہر ہے یہ مقام حاصل ہونا کوئی معمولی نہیں کمال اخلاص، کمال تواضع و عبدیت کے بغیر یہ چیز ممکن نہیں ہے۔

محبوبیت و مقبولیت

حق تعالیٰ شانہ نے حضرت والا قدس سرہٗ کو محبوبیت و مقبولیت خاصہ کا وافر حصہ عطا فرمایا تھا حضرت والا قدس سرہٗ کی ایک ایک ادا سے محبوبیت و مقبولیت کی شان ظاہر ہوتی تھی، بندہ نے اپنے بچپن سے حضرت والا قدس سرہٗ کو جب بھی دیکھا اس کو خوب محسوس کیا جبکہ بندہ کا حضرت والا قدس سرہٗ سے نہ کوئی تعارف تھا، نہ کسی طرح کا کوئی تعلق مگر اپنے

بچپن میں جب بھی زیارت ہوئی بے انتہا کشش حضرت والاقدس سرہٗ کی ذات میں محسوس ہوئی جس کی وجہ سے اپنے بچپن ہی سے بندہ کو یقین تھا کہ حق تعالیٰ شانہ نے حضرت والا قدس سرہٗ کو اپنی محبوبیت ومقبولیت کا عظیم مقام نصیب فرمایا ہے۔

حسن صوت

حق تعالیٰ شانہ نے حضرت قدس سرہٗ کو دیگر اوصاف وکمالات کے ساتھ حسن صوت کی صفت سے بھی کمال درجہ نوازا تھا، متعدد مرتبہ حضرت والاقدس سرہٗ کی اقتداء میں نماز پڑھنے کی سعادت میسر آئی ایسی دلکش آواز اور دلفریب لہجہ کہ سننے والا گویا مسحور ہو جاتا تھا اور دل چاہتا تھا حضرت والاقدس سرہٗ پڑھتے چلے جائیں اور میں سنتا چلا جاؤں۔

اتباع سنت

ہر ہر چیز میں اتباع سنت حضرت والا قدس سرہٗ کا خاص مزاج تھا، خلاف سنت کوئی چیز گوارہ نہیں تھی۔

نماز میں اہتمام سنت

نماز کے اندر اتباع سنت کا بہت اہتمام تھا، ہر رکن سنت کے مطابق ادا ہو اس کی کوشش ہوتی تھی۔

قرات مسنونہ کا اہتمام

ایک دفعہ دارالعلوم حسینیہ تاؤلی ضلع مظفر نگر (یوپی) تشریف آوری ہوئی، جمعہ کی

شب میں قیام فرمایا صبح نماز فجر کی امامت کے لئے کوئی طالب علم بڑھا، حضرت نے فرمایا نماز وہ پڑھائے جو سنت کے مطابق قرآت کرے، امام صاحب مصلیٰ سے پیچھے ہٹ گئے اور بھی کسی کو ہمت آگے بڑھنے کی نہ ہوئی۔

حضرت مولانا عبداللہ صاحب بستوی مہاجر مدنی قدس سرہٗ اس وقت تک تاؤلی میں مقیم تھے مدینہ طیبہ ہجرت نہیں فرمائی تھی، ان کو بلایا گیا اور انہوں نے امامت فرمائی۔

نماز میں اذکار مسنونہ کا اہتمام

دارالعلوم حسینیہ تاؤلی ہی میں ایک مرتبہ تشریف آوری کے موقع پر امام صاحب نے نماز میں رکوع سجدہ کی تسبیح میں غالباً تین مرتبہ پر اکتفاء کیا، نماز کے بعد حضرت والا قدس سرہٗ نے امام صاحب سے فرمایا رکوع، سجدہ میں تین تین مرتبہ تسبیح پر اکتفا کرنا سنت کا ادنیٰ درجہ ہے کمال درجہ پانچ سات، نو مرتبہ ہے، اہل علم حضرات کو کمال سنت کا اہتمام کرنا چاہئے۔ (روایت حضرت مولانا محفوظ الرحمن صاحب قدس سرہٗ استاذ دارالعلوم حسینیہ تاؤلی)

سفر میں نماز باجماعت بلکہ تکبیر اولیٰ کا اہتمام

حضرت مولانا قدس سرہٗ کی زندگی کا اکثر حصہ سفر میں گذرا، مگر دوران سفر نماز باجماعت بلکہ تکبیر اولیٰ تک کا اہتمام فرماتے تھے۔

تکبیر اولیٰ فوت ہونے پر ناراضگی

ایک مرتبہ جامعہ محمودیہ میرٹھ تشریف آوری ہوئی نماز کا وقت ہو چکا تھا کسی طالب

سے کہا مسجد میں امام صاحب سے کہیں ایک دو منٹ کا انتظار کرلیں، طالب علم مسجد پہنچا تو تکبیر اولیٰ ہو چکی تھی، اور امام اللہ اکبر کہ نیت باندھ چکا تھا، حضرت والا قدس سرہٗ وضو سے فارغ ہو کر مسجد تشریف لے گئے، تو نماز شروع ہو چکی تھی، اور تکبیر اولیٰ فوت ہوگئی، بلکہ ایک آدھ رکعت بھی نکل گئی، حضرت مولانا قدس سرہٗ کو اس کا اتنا صدمہ ہوا کہ نماز کے بعد اساتذہ طلباء نے مصافحہ کرنا چاہا سب کو جھڑک دیا اور فرمایا تم سے دو منٹ کا انتظار نہیں ہوسکا، چائے کے لئے اصرار کیا چائے کو بھی انکار کر دیا اور اسی ناراضگی کی حالت میں فوراً واپس تشریف لے گئے اور ایک مدت تک اس کا اثر رہا۔

نماز تہجد کا اہتمام

سفر، حضر میں کبھی حضرت والا قدس سرہٗ کی نماز تہجد فوت نہیں ہوتی تھی، کیسا ہی طول طویل سفر ہو سفر میں کیسی ہی بے آرامی ہو تکان ہو، مسلسل اسفار کی وجہ سے کئی روز سوئے ہوئے ہو گئے ہوں مگر کیا مجال کہ نماز تہجد فوت ہو جائے۔

نماز میں محویت

نماز کے اندر حضرت والا قدس سرہٗ کو ایسی محویت ہوتی تھی کہ اس کی مثال بہ مشکل ہی مل سکے گی، بالکل دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو جاتے تھے، کیسے ہی مشاغل ہوں، ناشتہ، کھانا تیار ہے، دسترخوان بچھا ہوا ہے، سفر میں جانا ہے گاڑی دروازے پر کھڑی ہے، کوئی اور تقاضہ ہے مگر نماز کا وقت ہو گیا، تو فوراً نماز میں مشغول ہو گئے اور اتنے اطمینان سے نماز ادا فرماتے کہ ایسا معلوم ہوتا کہ اس وقت شاید کوئی کام بھی حضرت کو نہیں ہے ہر کام سے فارغ ہیں، اور نماز میں کمال اطمینان سے معلوم ہوتا کہ شاید یہ آخری نماز ہے، اور اگر حضرت

والا قدس سرہٗ کو معلوم ہو جاتا کہ آپ کی زندگی کی یہ آخری نماز ہے تو شاید اس سے زیادہ عمدہ اور کمال اطمینان سے نماز ادا نہیں فرما سکتے تھے، جس کمال اطمینان سے وہ ہر نماز ادا فرماتے تھے اور دیکھنے والوں کی آنکھوں میں ''قرۃ عینی فی الصلوۃ'' کی عملی تفسیر کا منظر گھوم جاتا تھا۔

حضرت والا قدس سرہٗ کی نماز کو دیکھ کر کوئی شخص بھی متأثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔

ایک تبصرہ

ہمارے یہاں میرٹھ میں ایک صاحب نے عجیب تبصرہ کیا، کہ حضرت مولانا قدس سرہٗ کی ہر چیز میں جلدی دیکھی، ناشتہ جلدی جلدی، کھانا جلدی جلدی، اسی طرح ہر کام جلدی جلدی مگر نماز بہت اطمینان سے دیکھی نماز پڑھتے تو اتنے اطمینان سے پڑھتے کہ شاید حضرت کو نماز کے علاوہ کوئی کام ہی نہیں، اسی طرح طالبین کی درخواست پر جب بیعت فرماتے تو اتنے اطمینان سے بیعت فرماتے اور انتہائی اطمینان سے وظائف اور معمولات تلقین فرماتے، کہ شاید اس وقت حضرت کو اور کوئی دوسرا کام نہیں ہے۔

کام کی دھن

حضرت والا قدس سرہٗ کی پوری زندگی انتہائی مصروف اور مشغول زندگی تھی، گویا کام سے حضرت والا کو سکون ملتا تھا، اور بغیر کام کے آپ زندگی گذار ہی نہیں سکتے تھے، حتی کہ سخت سے سخت بیماری کی حالت میں بھی آپ کام میں مشغول رہنا پسند فرماتے تھے، ایک دفعہ حضرت والا قدس سرہٗ کا ایکسیڈنٹ ہوا، اور میرٹھ کے ایک اسپتال میں زیر علاج رہے، غالبا پیر کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی، پیر پر پلاسٹر چڑھا کر ہڈی جوڑنے کے لئے پیر سے وزن

بندھا ہوا تھا، اور حضرت والا قدس سرہٗ سخت تکلیف کی حالت میں تھے، مگر اس تکلیف کی حالت میں بھی حضرت والا قدس سرہٗ برابر مشغول تھے، آنیوالوں کو مشورہ سے نوازتے رہے، اسپتال ہی میں حضرت والا قدس سرہ؟ کی قیام گاہ پر جمعیۃ علماء کی مجلس مشورہ ہو رہی ہے، اور حضرت والا قدس سرہٗ انتہائی غور سے پوری کاروائی سماعت فرمارہے ہیں اور مشورہ عنایت فرمارہے ہیں۔

اسی طرح جمعیۃ العلماء کے دوسرے اہم کام بھی وہیں انجام دیئے جارہے ہیں معلوم ہوتا تھا کہ جمعیۃ علماء کا دفتر یہیں ہسپتال ہی میں منتقل ہوگیا ہے۔

انتہائی علالت کی حالت میں ضیافت کا اہتمام

باوجودیکہ حضرت والا قدس سرہٗ سخت بیماری اور بے چینی کی حالت میں تھے اور اہل میرٹھ عیادت کے لئے آنیوالے مہمانوں کی ضیافت کا انتہائی فراخ دلی کے ساتھ انتظام فرمارہے تھے مگر اس کے باوجود حضرت والا قدس سرہٗ کو مہمانوں کی بڑی فکر تھی، اور اپنی طرف سے بھی خصوصی اہتمام تھا کہ کوئی آنیوالا خالی نہ جائے، یعنی کوئی بھوکا، پیاسا نہ رہے۔

انتہائی علالت میں دوسروں کی فکر

ایک دفعہ جبکہ حضرت والا قدس سرہٗ انتہائی علیل تھے اور دفتر جمعیۃ علماء دہلی میں قیام فرمارہے تھے بندہ برائے عیادت حاضر ہوا، دوران ملاقات ارشاد فرمایا، میں رات کو بھی کسی وقت فون بند نہیں کرتا اور فون خود ہی اٹھاتا ہوں، معلوم نہیں کس کو کیا ضرورت ہے۔

اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت والا قدس سرہٗ کے اندر دوسروں کی

راحت رسائی کا جذبہ کس درجہ رکھا ہوا تھا، کہ دوسروں کی راحت رسائی کے خیال سے اپنے آرام اپنی راحت کی کوئی فکر نہیں تھی، بالخصوص سخت علالت کی حالت میں جبکہ تندرستوں کو بھی سونے کے وقت فون بند کرنا پڑتا ہے اور پھر حضرت والا قدس سرہٗ کے دنیا بھر سے کتنے فون آتے ہوں گے اور حضرت والا قدس سرہٗ کو کتنی مشقت ہوتی ہوگی یقیناً یہ جذبہ اور یہ عمل خاصان خدا ہی کا حصہ ہوسکتا ہے اور بس۔

اصلاح امت کی فکر

اصلاح امت کی فکر ہر وقت دامن گیر رہتی تھی، اسی کے لئے شب و روز سفر میں رہتے تھے اور سفر ہی میں حضرت والا قدس سرہٗ کو آرام ملتا تھا حتی کہ سفر حضرت والا قدس سرہٗ کی عادت مستمرہ بن گئی تھی کہ اگر کچھ روز کیلئے سفر ملتوی ہوجاتا تو طبیعت ناساز ہوجاتی تھی اور سفر شروع ہوجاتا تو طبیعت بحال ہوجاتی، سخت بیماری ہوتی، معالجوں کی طرف سے سفر کی سخت پابندی ہوتی مگر جہاں ذرا طبیعت سنبھلی فوراً سفر شروع ہوجاتا بعض دفعہ معلوم ہوتا کہ حضرت ہسپتال میں ہیں اور چند روز بعد معلوم ہوتا کہ حضرت والا قدس سرہ تو بیرون ملک سفر میں تشریف لے گئے ہیں۔

تربیت اولاد کی فکر

حضرت والا قدس سرہٗ ملک اور بیرون ملک اسفار کے دوران اپنے مواعظ میں بیانات میں تربیت اولاد کی طرف خاص توجہ دلاتے، بعض معتمد حضرات نے بتایا کہ لندن، افریقہ، کے اسفار میں وہاں رہنے اور بسنے والے مسلمانوں کو اپنی اولاد کے دین و ایمان کی حفاظت کی طرف خاص توجہ دلاتے اور ڈنکے کی چوٹ پر فرماتے کہ اپنی اولاد کے دین

وایمان کی حفاظت فرض ہے، اور فرماتے کہ میں مفتی تو نہیں ہوں کہ فتویٰ دوں باقی میرے نزدیک اپنے بچوں کے دین اور ایمان کی حفاظت فرض ہے، اگر ان ملکوں میں رہ کر اپنی اولاد کے دین وایمان کی حفاظت نہیں کرسکتے تو یہاں رہنا حرام ہے یہاں سے ہجرت کرنا فرض ہے۔

اسلامی اسکولوں کا قیام

حضرت والا قدس سرہٗ کے ان ہی بیانات کی وجہ سے باہر ملکوں میں پچاسوں بلکہ سینکڑوں اسلامی اسکول قائم ہوگئے، کہ ان سب کا اجر وثواب بھی ان شاء اللہ حضرت والا قدس سرہٗ کے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا۔

عزم محکم

حق تعالیٰ شانہ نے حضرت والا قدس سرہٗ کو عزم محکم کی دولت عطا فرمائی تھی، جب کسی چیز کا ارادہ فرمالیتے تو کوئی قوت آپ کو اپنے ارادہ سے روک نہیں سکتی تھی، اور اس سلسلہ میں آپ ظاہری اسباب کی بھی پرواہ نہیں فرماتے تھے۔

ایک مرتبہ سٹھلہ مدرسہ میں تشریف لائے شب میں قیام فرمایا فجر بعد حضرت والا قدس سرہٗ کی واپسی ہوئی، حافظ اکرام الٰہی صاحب قدس سرہٗ نے حضرت والا سے بندہ کو اپنے ہمراہ کار میں موانہ تک لے جانے کی درخواست کی اس وقت تک اس ناکارہ کا حضرت والا قدس سرہٗ سے کوئی خاص تعارف نہیں تھا حضرت نے منظور فرمالیا، اور یہ ناکارہ سٹھلہ سے موانہ تک حضرت والا قدس سرہٗ کے ہمراہ آیا، اتفاق کہ موانہ پہنچ کر کار کچھ خراب ہوگئی، ڈرائیور نے کار کی خرابی کا ذکر کیا، حضرت والا قدس سرہٗ، گاڑی سے تیزی سے اترے

اور ڈرائیور سے فرمایا ٹھیک کرا کرلے آنا میں آگے جارہا ہوں اور گاڑی کے ٹھیک ہونے کا انتظار کئے بغیر تیزی سے چلدئے، بندہ بھی حضرت والا قدس سرہ؟ سے سلام کرکے بس اڈہ سے بس میں سوار ہو کر میرٹھ آیا، خدا کو ہی معلوم ہے کہ کار ٹھیک ہونے میں کتنا وقت لگا، اور کار کب اور کہاں حضرت والا قدس سرہٗ تک پہنچی اور کب اور کتنی دیر بعد حضرت کار میں سوار ہوئے، اسی طرح حضرت والا قدس سرہٗ جب کسی چیز کا ارادہ فرمالیتے مثلاً کوئی کانفرس کرنی ہے یا کوئی اجلاس کرنا ہے، کوئی تحریک چلانی ہے، اور اس کا پختہ ارادہ فرمالیتے تو کیسے بھی حالات ہوتے کوئی پرواہ نہ کرتے اور اس کے لئے انتھک کوشش فرماتے اور وہ چیز ہو کر رہتی۔

کوہ استقلال

حق تعالیٰ شانہ نے حضرت والا کو اپنی ذات عالی پر وہ توکل اور اعتماد کی کیفیت عطا فرمائی تھی کہ بڑی سے بڑی مخالفتوں کی آپ پروانہ نہ فرماتے اور سخت سے سخت حالات میں آپ کوہ وقار اور کوہ استقلال بنے کھڑے رہے، کتنی مرتبہ جمعیۃ علماء کے بڑے بڑے ستون کر گئے، اور کتنے اہم کارکن جمعیۃ سے الگ ہو گئے، لوگوں کا خیال تھا کہ جمعیۃ علماء کمزور ہو جائے گی اور حضرت والا ان اہم رکنوں کو واپس لینے پر مجبور ہو جائیں گے مگر اسی لمحہ لوگوں نے دیکھا کہ حضرت والا قدس سرہٗ نے آگے کی طرف اپنا سفر جاری رکھا، اور جمعیۃ اپنے تمام شعبوں کے ساتھ رواں دواں ہے، اور حضرت والا قدس سرہٗ نے پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا کس نے کہاں ساتھ چھوڑا کون کہاں ہے کس حال میں ہے کیا کر رہا ہے، نہ کسی کا کبھی تذکرہ نہ اپنے اداروں میں کمزوری، اسی رفتار بلکہ برق رفتاری کے ساتھ بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔

ترقی کاراز (ارشادفقیہ الامت)

میرے حضرت فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہٗ نے ارشاد فرمایا تھا حضرت مولانا اسعد مدنی صاحب (قدس سرہٗ) کی ترقی کا راز یہ ہے کہ وہ اپنے کسی مخالف سے انتقام نہ لیتے اس کے پیچھے نہیں پڑتے اپنے کام سے کام رکھتے ہیں۔

دارالعلوم سے عشق کا تعلق

حضرت والا قدس سرہٗ کو یوں تو تمام دینی اداروں سے تعلق تھا اوران کی ترقی کے لئے ہر حالت میں تیار رہتے تھے، مگر دارالعلوم دیوبند سے عشق کے درجہ کا تعلق تھا، دارالعلوم کی ہر ادنیٰ کام کو اپنے لئے باعث فخر سمجھتے تھے۔

دارالعلوم کے لئے چندہ

دارالعلوم کے لئے چندہ کی ضرورت ہوتی تو اسی مستعدی اور جوانمردی کے ساتھ چندہ بھی فرماتے، اجلاس صدسالہ کے موقع پر اجلاس صدسالہ کے لئے طوفانی دورے فرما کر لاکھوں کی تعداد میں چندہ فرما کر دارالعلوم کے خزانہ میں جمع فرمایا۔

دارالعلوم کی ترقیات میں حضرت مولانا قدس سرہٗ کی قربانی

دارالعلوم کی مسجد رشید کی خوشنما تعمیر ہو یا دیگر تعمیری طویل سلسلہ صدسالہ کے بعد تعمیرات کے عظیم سلسلہ میں حضرت مولانا قدس سرہٗ کی قربانیوں کو بڑا دخل ہے، ملک اور بیرون ملک میں اہل خیر حضرات کو اپنے اسفار کے دوران دارالعلوم کی طرف متوجہ فرمانا

اور تعاون کی ترغیب دینا وتعاون پر آمادہ کرنا حضرت والا قدس سرہٗ کا عظیم کارنامہ ہے۔

فرق باطلہ کی تردید

دار العلوم میں فرق باطلہ کی تردید کے لئے جو شعبہ جات قائم ہوئے وہ حضرت والا قدس سرہٗ کے ایماء اور توجہ دلانے پر ہی قائم ہوئے، اس سلسلہ میں جو خدمات انجام پارہی ہیں، وہ بھی ان شاء اللہ حضرت مولانا قدس سرہٗ کے نامہ اعمال میں شامل ہونگیں۔

اصلاح معاشرہ ہفتہ

دار العلوم کے اساتذہ اصلاح معاشرہ کے لئے اسفار فرماتے ہیں بالخصوص اس کے لئے سال بھر میں ایک ہفتہ مقرر کرکے ایک طول وعرض میں دورے فرماتے ہیں یہ سلسلہ بھی غالباً حضرت والا قدس سرہٗ کے ایماء پر ہی جاری ہوا، اس کا اجر بھی ان شاء اللہ حضرت والا قدس سرہٗ کے نامہ اعمال میں شامل ہوگا۔

رابطہ مدارس اسلامیہ عربیہ

ملک کے طول وعرض میں بیشمار پھیلے ہوئے مدارس اسلامیہ میں رابطہ مدارس اسلامیہ کے سلسلہ بھی حضرت والا قدس سرہٗ کے ایماء پر ہی قائم ہوئے، اس طرح کے اور بہت سے شعبے حضرت والا قدس سرہٗ کے ایماء پر قائم ہوئے، ان سب کا اجر بھی ان شاء اللہ حضرت والا قدس سرہٗ کے نامہ اعمال میں شامل ہوگا۔

فقیہ الامت مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہٗ کی دار العلوم میں تشریف آوری

مفتی اعظم فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہٗ کی دار العلوم دیوبند میں تشریف آوری میں حضرت مولانا قدس سرہٗ کی مساعی کو خاص دخل ہے، چنانچہ دار العلوم کی شوریٰ کے تجویز پاس کرنے اور حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ سے تشریف آوری کی درخواست کرنے کے باوجود حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ نے جامع العلوم کانپور اور اہل علاقہ کی ضرورت کے پیش نظر دار العلوم میں تشریف لانے سے معذرت فرمادی تھی، اس کے بعد پھر دار العلوم کی شوریٰ نے تجویز پاس کی کہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہوکر حضرت مفتی صاحب کے نام حضرت شیخ الحدیث سے حکم نامہ لکھوایا جائے تاکہ اس کے بعد حضرت مفتی صاحب کو کوئی عذر ہی نہ رہے۔

چنانچہ اس تجویز کو لے کر خود حضرت مولانا قدس سرہٗ حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں سہارنپور حاضر ہوئے، اور حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ سے حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کے نام حکم نامہ لکھوا کر کانپور بھیجا۔

حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ کے حکم کے بعد حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کو کوئی عذر نہیں ہوسکتا تھا، اس لئے حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ جامع العلوم کانپور سے دار العلوم دیوبند تشریف لے آئے، اس طرح دار العلوم دیوبند میں حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کی تشریف آوری میں زیادہ محرک حضرت والا قدس سرہٗ کی ہی ذات گرامی ہے۔

اس سلسلہ میں حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہٗ نے جو حکم نامہ حضرت مفتی صاحب

قدس سرہٗ کے نام تجویز فرمایا اس کی نقل پیش خدمت ہے۔

حکم نامہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہٗ بنام حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ

مکرم محترم مولانا الحاج مفتی محمود صاحب مدفیوضکم ، بعد سلام مسنون! کل حضرت مہتمم صاحب دارالعلوم کا ایک والا نامہ آیا تھا جس کے جواب میں بندہ ایک خط آپ کی خدمت میں بہ سلسلہ تشریف آوری دارالعلوم دیوبند لکھ چکا ہے، اسی وقت ایک بجے دوپہر کے مولانا اسعد صاحب اور جناب مولانا حمید الدین صاحب تشریف لائے اور مولانا حمید الدین صاحب نے آپ کا وہ گرامی نامہ بھی سنایا جو آپ نے ان کے خط کے جواب میں ان کو لکھا ہے کہ اس کی صرف اجازت کافی نہیں بلکہ وہ مجھے وہاں آنے کا حکم دیں اس لئے یہ ناکارہ دوبارہ لکھتا ہے کہ اگرچہ حکم دینا اس ناکارہ کی طبیعت کے بالکل خلاف ہے اور میں اپنے گھر کے لوگوں کو بھی کاندھلہ یا نظام الدین کی آمد ورفت میں حکم نہیں دیا کرتا بلکہ مشورہ ہی دیا کرتا ہوں لیکن جناب کی تشریف آوری اگر لفظ حکم ہی پر موقوف ہے تو میں دارالعلوم کے مفاد کے پیش نظر اپنی عادت کے خلاف حکم بھی لکھے دیتا ہوں، اس سے زیادہ کیا عرض کروں۔ فقط والسلام

زکریا عفی عنہ سہارنپور ۲۳؍صفر ۱۳۸۵ھ

دارالعلوم میں قضیہ نامرضیہ پیش آنے کے بعد حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ مظاہر علوم سہارنپور منتقل ہو گئے، اور مستقل قیام مظاہر علوم میں ہو گیا، تو حضرت مولانا قدس سرہٗ نے ہی دارالعلوم کی شوریٰ میں اس مسئلہ کو رکھا اور شوریٰ سے تجویز پاس کرائی کہ حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ ہفتہ میں دو دن یا کم از کم ایک دن دارالعلوم کے لئے تجویز فرما دیں تاکہ دارالعلوم کے اساتذہ وطلباء حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ سے مستفید ہو سکیں۔

دارالعلوم کی شوریٰ کی تجویز کو بہت اہتمام کے ساتھ حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ

کی خدمت میں بھیجا، جس کو حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ نے منظور فرمالیا، اور حسب تجویز حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ سہارنپور سے دیوبند تشریف لاتے اور دو دن یا ایک دن قیام فرما کر واپس تشریف لے جاتے۔

مظاہر علوم میں قضیہ نامرضیہ کے بعد دارالعلوم میں قیام

اس کے بعد جب مظاہر علوم میں قضیہ نامرضیہ پیش آیا تو حضرت مولانا قدس سرہٗ کی تحریک پر ہی دارالعلوم کی شوریٰ نے تجویز پاس کی کہ حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ سے درخواست کی جائے کہ مستقل قیام دارالعلوم میں بحیثیت مفتی اعظم فرمائیں اور نسائی شریف سبق بھی حضرت والا قدس سرہٗ کے لئے تجویز کیا گیا، جس کو حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ نے منظور فرمایا اور دارالعلوم میں مستقل قیام اختیار فرما کر طلباء دارالعلوم کو مستفید ہونے کا موقع مرحمت فرمایا۔

اس سلسلہ میں حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کا مکتوب گرامی بنام حضرت مولانا سعید احمد بزرگ صاحب ملاحظہ کیا جاسکتا ہے (حیات محمود جلد اول ۳۸۷) نیز مکتوب فقیہ الامت بنام حضرت مفتی احمد خانپوری زیدمجدہم ملاحظہ ہو حضرت فقیہ الامت قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں۔

اقتباس جواب حضرت فقیہ الامت قدس سرہٗ

جس روز یہاں پہنچا اسی روز شوریٰ کا اجلاس تھا، بعد عشاء ارکان شوریٰ چھتہ مسجد تشریف لائے اور فرمایا کہ ہم نے تجویز پاس کی ہے کہ تیرا قیام مستقلاً دارالعلوم میں رہے گا، میں نے عرض کیا میرا حافظہ ضعیف، میرا ناظرہ ضعیف، میرا دماغ ضعیف نہ زیادہ کتاب دیکھ

سکتا ہوں اور نہ زیادہ بول سکتا ہوں ایسی حالت میں میرا یہاں کیا کام ہوگا، مجھے معاف کر دیا جائے، جواب ملا کہ ہم کو نہ حافظہ کی ضرورت ہے نہ ناظرہ کی بس تجھے یہاں رہنا ہے، دارالافتاء کی سرپرستی اور رہنمائی تیرے ذمہ ہے میں اکیلا اور وہ جماعت نتیجہ ظاہر ہے کہ میں کچھ نہ کرسکا، نیز اس جماعت میں متکلم حضرت مولانا اسعد صاحب مدنی قدس سرہٗ تھے۔

آشیاں سے ہم تو تھے اڑنے کو پر تولے ہوئے
کیا کہیں صیاد آ پہنچا قفس کھولے ہوئے

یہ شعر پوری طرح صادق آگیا، نیز یہ وعدہ فرمایا کہ جب سہارنپور کے حالات درست ہو جائیں گے تو تجھے وہاں جانے کی اجازت دیدیں گے ان حالات میں جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین میں قیام کی حاضری کے لئے کیا صورت اختیار کی جائے اور عدم حاضری کے لئے کیا معذرت کی جائے۔ فقط والسلام املاہ العبد محمود غفرلہٗ چھتہ مسجد دارالعلوم دیوبند ۲۶/۳/ سنہ ۱۴۰۶ھ۔

اس تفصیل سے معلوم ہوگیا کہ حضرت والا قدس سرہٗ دارالعلوم کی ہر نوع کی ترقی کے لئے کس طرح کوشاں رہتے تھے، اس کا اجر بھی حضرت والا قدس سرہٗ کے نامہ اعمال میں شامل ہوگا ان شاء اللہ۔

فقیہ الامت حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کی نظر میں

حضرت فدائے ملت قدس سرہٗ کا مقام

فقیہ الامت حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کی نظر میں حضرت فدائے ملت قدس سرہٗ کا کیا مقام تھا اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ جمعہ کے

روز جب مزار قاسمی پر فاتحہ کے لئے تشریف لے جاتے تو واپسی پر حضرت فدائے ملت قدس سرہٗ کے دولت کدہ پر ضرور تشریف لے جاتے اور انتہائی عظمت و محبت کا طرفین سے مظاہرہ ہوتا۔

چھتہ مسجد میں نماز جمعہ

ایک دفعہ حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کو معلوم ہوا کہ حضرت مولانا قدس سرہٗ چھتہ مسجد میں نماز جمعہ ادا فرمائیں گے، حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ نے صف اول میں حضرت مولانا قدس سرہٗ کے لئے مصلیٰ بچھایا اور اس پر کسی طالب علم کو بٹھایا تاکہ حضرت مولانا قدس سرہٗ کے تشریف لانے پر وہ مصلیٰ خالی کر دے، اور خود حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ مسجد کے صحن میں حضرت مولانا قدس سرہٗ کی تشریف آوری کے انتظار میں کھڑے رہے اور قریب میں ٹہلتے رہے۔

جب حضرت مولانا قدس سرہٗ تشریف لائے خود آگے بڑھ کر انتہائی شفقت و محبت کے ساتھ ملاقات فرمائی اور خود مصلیٰ پر لے گئے۔

دفتر الجمعیۃ دہلی میں حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تشریف آوری

فقیہ الامت حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ جب بھی دہلی تشریف لے جاتے اور وقت میں پھر بھی گنجائش ہوتی جو جس طرح اہتمام کیساتھ مرکز تبلیغ نظام الدین تشریف لے جاتے اسی طرح الجمعیۃ بھی تشریف لے جاتے۔

ایک دفعہ حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ دفتر الجمعیۃ تشریف لے گئے، حضرت مولانا قدس سرہٗ وہاں تشریف فرما نہیں تھے، دفتر والوں نے حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کے

لئے حضرت مولانا قدس سرہٗ کا خاص کمرہ جس میں حضرت مولانا قدس سرہٗ کا بستر بچھا ہوا تھا اور حضرت مولانا قدس سرہٗ اسی میں قیام فرماتے تھے کھولدیا اور حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کو کمرہ میں لے کر گئے۔

حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ نے اس کمرہ میں تعظیماً قیام فرمانے سے معذرت فرمائی کہ یہ تو حضرت بھائی صاحب کا کمرہ ہے، دفتر والوں نے جب انتہائی اصرار فرمایا تب وہاں قیام فرمایا۔

حضرت فدائے ملت قدس سرہٗ کے دل میں حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کی عظمت

حضرت مولانا قدس سرہٗ کے دل میں بھی حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کی انتہائی عظمت تھی جیسا کہ اوپر گذرا، اسی طرح حضرت مولانا قدس سرہٗ جب کسی طویل سفر پر تشریف لے جاتے تو چھتہ مسجد حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کی خدمت میں ملاقات کے لئے تشریف لاتے کہ فلاں جگہ سفر میں جانا ہے ملاقات اور دعا کے لئے حاضر ہوا ہوں۔

وقت کی قدر

حضرت مولانا قدس سرہٗ کے یہاں وقت کی انتہائی قدر تھی، وقت ضائع کرنا پسند نہیں تھا، اس لئے کسی جلسہ وغیرہ میں تشریف لے جاتے جو وقت تجویز ہوتا اس کی پابندی فرماتے تھے اور کھانے وغیرہ میں وقت زیادہ ضائع کرنا انتہائی ناپسند فرماتے ایک دفعہ میرٹھ شہر کسی جلسہ میں تشریف لے گئے منتظمین نے چائے کا اصرار کیا، اور چائے میں تاخیر ہوئی

ناگواری کے ساتھ فرمایا چائے کی عادت نہیں ہے دوا سمجھ کر پی لیتا ہوں۔

موقع سے فائدہ اٹھانا

حضرت والا قدس سرہٗ کو حق تعالیٰ شانہ نے موقع شناسی کا خوب ملکہ عطا فرمایا تھا، موقع کو پہچانتے بھی خوب تھے، اور اس سے بروقت فائدہ بھی اٹھاتے تھے، قوم وملت کے فائدہ کا کوئی بھی موقع ہوتا حضرت والا قدس سرہٗ اس کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے حضرت والا قدس سرہٗ کی زندگی میں بہت سی اس کی مثالیں مل جائیں گی۔

حکمت ومصلحت

حکمت ومصلحت اندیشی سے بھی اللہ تعالیٰ نے خوب نوازا تھا، جس سے حضرت والا قدس سرہٗ خوب فائدہ اٹھاتے تھے۔

ایک دفعہ غالباً کانگریس کی حمایت کی وجہ سے کچھ مخالفت کا سلسلہ چلا ہوا تھا، سونی پت جلسہ عام میں حضرت والا قدس سرہٗ نے شرکت فرمائی تھی، بندہ بھی وہاں موجود تھا، بہت سے لوگوں کا خیال تھا کہ حضرت والا قدس سرہٗ سے یہ سوال کریں گے یہ سوال کریں گے، لوگ اس کے منتظر تھے کہ کچھ موقع ملے تو سوالات کا سلسلہ شروع کریں، مگر حضرت والا قدس سرہٗ جیسے ہی پہنچے فوراً سیدھے مسجد تشریف لے گئے اور نماز کی نیت باندھ لی، نماز سے فراغت پر سیدھے اسٹیج پر تشریف لے گئے بیان فرمایا، بیان سے فارغ ہوتے ہی سیدھے گاڑی پر تشریف لے گئے اور کار میں سوار ہو کر فوراً واپسی ہوگئی، نہ چائے نہ ناشتہ، نہ کھانا، نہ مزید کسی کو گفتگو کا موقع ہی دیا۔

سوالات کے جوابات

گو حضرت والا قدس سرہٗ کے جوابات کے عادی تھے، بیان کے دوران بھی کوئی سوال کرتا حضرت والا انتہائی سنجیدگی سے جوابات عنایت فرماتے تھے، اور سوالات سے کبھی ناگواری نہیں ہوئی تھی۔

بیان میں عجیب کشش

حق تعالیٰ شانہ نے حضرت والا قدس سرہٗ کے بیان میں عجیب کشش رکھی تھی، بعض دفعہ سنتے ہی لوگ مسحور ہو جاتے تھے، بیان کے دوران کوئی اٹھنے کا نام نہ لیتا تھا۔

اجلاس صد سالہ میں بیان

اجلاس صد سالہ کی اخیر نشست ختم ہوگئی، اور اجلاس کے ختم کا اعلان کر دیا گیا تھا اور بہت سے لوگوں نے ہنگامہ کیا کہ حضرت مولانا کا بیان ہونا چاہئے، حضرت مولانا قدس سرہٗ کے بیان کا اعلان ہوا، اور حضرت والا قدس سرہٗ نے خطبہ پڑھ کر بیان شروع فرمایا، جس نے جہاں سے آواز سنی فوراً پلٹ آیا، اور پورا مجمع پرسکون ہوگیا، مجمع پر محویت طاری تھی، اور بہت سے لوگوں کو کہتے سنا گیا کہ حاضری کا مقصد حاصل ہوگیا بعض کو کہتے سنا گیا اگر حضرت مولانا قدس سرہٗ کا بیان نہ ہوتا تو پورا اجلاس بے مزہ ہوتا۔

اجلاس پر گریہ طاری

دارالعلوم کے خلفشار کے بعد دہلی میں جمعیۃ علماء کا اجلاس تھا، حضرت والا قدس سرہٗ نے خطبہ پڑھا خطبہ میں ہی آواز بھر آئی اور خود حضرت پر گریہ طاری ہوگیا، جس کی وجہ سے پورے اجلاس ہی پر گریہ طاری تھا، اور سب کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

زندہ باد یا مردہ باد دونوں برابر

حضرت والا قدس سرہٗ جو کچھ کرتے اللہ تعالیٰ کی رضاء خوشنودی پیش نظر ہوتی تھی، نہ کسی کی تعریف کی پرواہ تھی نہ کسی کی تنقید کی، ایک دفعہ کسی اجلاس میں حضرت والا قدس سرہٗ کا بیان شروع ہوا، لوگوں نے زندہ باد کے نعرے شروع کئے، حضرت نے لوگوں کو خاموش کرتے ہوئے فرمایا میرے نزدیک زندہ باد یا مردہ باد دونوں برابر ہیں۔

ہر کام للہ فی اللہ

ایک دفعہ ہندوستان بھر میں کانگریس کی مخالفت کی لہر جاری تھی اور مسلمانوں کی اکثریت کانگریس کے خلاف تھی، حضرت مولانا قدس سرہٗ کانگریس کی حمایت فرما رہے تھے، اور کانگریس اور اندرا گاندھی کی حمایت میں سہارنپور گرفتاری بھی دی تھی، جس کی وجہ سے بہت لوگوں کے دلوں میں شکوک وشبہات پیدا ہو رہے تھے بندہ کے دل میں بھی اس کا خاص اثر تھا۔

اسی موقع پر بندہ نے خواب دیکھا کسی مکان میں سید المرسلین ﷺ تشریف فرما ہیں اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہٗ اور شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا

صاحب قدس سرہٗ دونوں حضرات بھی موجود ہیں، کہ سامنے دروازہ سے حضرت مولانا سید اسعد مدنی قدس سرہٗ تشریف لائے حضرت مولانا قدس سرہٗ کے کپڑوں پر پیروں پر کچھ غبار لگا ہوا تھا، ان تینوں حضرات میں سے کوئی ایک صاحب متعین طور پر اس وقت ذہن میں نہیں رہا، کھڑے ہوئے اور حضرت مولانا قدس سرہٗ کے پیروں اور کپڑوں کو اپنے رومال سے صاف کیا، اس کے بعد آنکھ کھل گئی، بندہ نے اس خواب کا تذکرہ اپنے حضرت، حضرت مفتیصاحب قدس سرہٗ سے کیا، حضرت مفتی صاحب نے فرمایا: حضرت مولانا کا ہر عمل للہ فی اللہ ہے، اس خاب اور تعبیر سے دل میں جو غبار تھا صاف ہوگیا۔ فالحمد للہ علی ذٰلک، ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم وتب علينا انك انت التواب الرحيم وصلى الله تعالىٰ على خير خلقه سيدنا ومولانا وحبيبنا محمد وعلى آله وصحبه وبارك وسلم۔

فقط والسلام مع الاکرام

محمد فاروق غفرلہٗ

خادم جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ (یوپی)

۴/ ۴/ ۱۴۲۸ھ

مولانا منور حسین صاحب زیدمجدہم کے والد محترم

حضرت مولانا منور حسین صاحب زیدمجدہم صدر مدرس دارالعلوم میرٹھ کے والد محترم انتہائی نیک پابند صوم وصلوۃ شخص تھے، محنت ومزدوری کے ذریعہ رزق حلال حاصل کرتے، اور اسی سے اپنے بچوں کی پرورش فرمائی اور اسی تنگی وترشی کی حالت میں اپنے بچوں کو دینی تعلیم دلائی، سب کو حافظ عالم بنایا، حضرت مولانا سید حامد حسین تھانوی قدس

سرہٗ خلیفہ حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہٗ سے بیعت تھے۔انتقال کے وقت ہسپتال میں داخل تھے،ایک روز اپنے بڑے صاحبزادے مولانا منور صاحب زیدمجدہم سے فرمایا:ارے منور!تو انہیں بختیار کاکی کو جانتا ہے؟

مولانا:جی ابا!حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ۔

والدصاحب:ہاں!ہاں!ابھی یہاں حضرت کی مجلس ہو رہی تھی اور حضرت اپنے پورے قافلہ کے ساتھ تشریف فرما تھے۔

ایک روز فرمایا:حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ،حضرت قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا حامد حسین تھانوی رحمۃ اللہ علیہ یہ حضرات موجود تھے۔حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی صدارت میں جلسہ ہو رہا تھا،اور حضرت قاری محمد طیب صاحب قدس سرہٗ کا بیان ہو رہا تھا،اور حضرت قاری صاحب قدس سرہٗ اولاد کی تربیت کے سلسلہ میں بیان فرما رہے تھے اور فرما رہے تھے:کہ اس زمانہ میں اپنی اولاد کی تربیت کرنا ان کو دینی تعلیم دلانا سب سے بڑا جہاد ہے وغیرہ وغیرہ۔اور اسی حالت میں انتقال فرمایا۔

○○○

حضرت مفتی سلیمان افریقی

۹؍جنوری ۲۰۰۷ء بروز منگل انتقال فرما گئے اناللہ وانا الیہ راجعون موصوف انتہائی خوش اخلاق خوش گفتار،مہمان نواز عجیب باغ و بہار انسان تھے،فقیہ الامت قدس سرہٗ سے شرف تلمذ کے ساتھ خلافت واجازت بیعت بھی حاصل تھی۔

دارالعلوم دیوبند کے زمانہ طالب علمی میں حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کے خادم خاص بھی رہے،اور سفر و حضر میں خوب خدمت کی سعادت حاصل کی،حضرت اقدس مفتی

صاحب قدس سرہٗ کی انتہا شفقت تھی گویا حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ کے یہاں محبوبیت کا درجہ ان کو حاصل تھا، شہر ملیشیا میں ایک مدرسہ میں خدمت انجام دیتے تھے اور چھوٹی موٹی تجارت بھی کرتے تھے متعدد حج وعمرہ بھی کئے، غرضکہ خدا بخشے بہت ہی خوبیاں تھیں مرنیوالے میں موصوف کو عارضہ قلب کی شکایت تھی، چند ماہ قبل ان کو بائی پاس بھی ہوا تھا، معتمد حضرات نے بیان فرمایا کہ موصوف مرحوم کی پیشانی پر لفظ اللہ ابھرا ہوا تھا۔

حضرت مولانا محمد اطہر صاحب قدس سرہٗ

مدرسہ مظاہر علوم وقف سہارنپور کے استاذ ادب بلکہ استاذ الاساتذہ تھے، جید الاستعداد اور انتہائی مقبول استاذ تھے عربی ادب میں بڑی مہارت تھی، عربی میں ان کے بعض قصائد ہیں، جو بلاغت کے بلند معیار کے حامل ہیں، ''رسم المفتی'' پر بھی حاشیہ ہے، ''ماہنامہ المحمود'' کے بارے میں بھی عربی میں ایک نظم کہی تھی، جو ماہنامہ میں شائع بھی ہوئی تھی، حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب سابق مفتی اعظم مظاہر علوم سہارنپور کے صاجزادے اور حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب قدس سرہٗ کے برادر اصغر اور مظاہر علوم وقف سہارنپور کے موجودہ ناظم محترم مولانا محمد سعید زید مجدہم کے والد محترم تھے، انتہائی سادہ مزاج، خلوت پسند، منکسر المزاج تھے، شہرت سے بہت نفرت تھی، اس لئے جلسے جلوس، اجتماعات میں شرکت نہیں فرماتے تھے، آنے والے مہمانوں سے بھی بہ مشکل ہی ملاقات فرماتے، ورنہ عموماً احتراز ہی فرماتے، اپنی یکسوئی اور خلوت ہی میں خوش رہتے، قناعت پسندی وتوکل علی اللہ وتعلق مع اللہ ان کا اصل سرمایہ تھا۔

اکابر واسلاف کا نمونہ تھے، دیگر مشائخ کے ساتھ فقیہ الامت حضرت مفتی صاحب قدس سرہٗ سے بھی فیض حاصل کیا تھا، حضرت فقیہ الامت قدس سرہٗ کی شفقت اور لطائف

وظرافت کے واقعات بھی سنایا کرتے تھے۔

ایک دفعہ سنایا کہ حضرت مفتی صاحب ہم دونوں بھائیوں (حضرت مفتی مظفر حسین صاحب حضرت مولانا محمد اطہر صاحب) کو مزاحاً فرمایا کرتے تھے ط،ظ،ط،ظ،ط، سے مراد اطہر ،ظ سے مراد مظفر ۲۵/ر جمادی الثانیہ ۱۴۲۸ھ مطابق ۱۱/ر جولائی ۲۰۰۷ء بروز بدھ بعد ظہر حسب معمول سبق پڑھایا، بعد عصر دفتر میں تشریف فرما رہے، خلاف معمول مغرب سے ذرا پہلے مکان تشریف لائے کچھ گرانی کا ذکر فرمایا، چائے پی، بعد مغرب طبیعت زیادہ ناساز ہوگئی، کچھ متلی بھی ہوئی ڈاکٹر کو بلایا گیا، ڈاکٹر نے دماغ کی رگ پھٹنے کا بیان کیا، اور علاج کے لئے میرٹھ لے جانا تجویز کیا، حسب تجویز میرٹھ کے لئے روانہ ہوئے، مگر میرٹھ پہنچنے سے پہلے سے اپنے خالق و مالک تعالیٰ شانہ کے پاس پہنچ گئے۔ "انا للہ وانا الیہ راجعون" اگلے روز بروز جمعرات تقریباً ساڑھے چار بجے طلباء وعلماء کے بڑے مجمع اور جم غفیر کے ساتھ بامامت محترم مولانا محمد سعید زید مجدہم نماز جنازہ ادا کی گئی اور برادر اکبر مولانا مفتی مظفر حسین صاحب قدس سرہٗ کی قبر کے برابر میں تدفین عمل میں آئی ۷۵/ر برس قریب عمر تھی۔ ○○○

حکیم محمد احمد صاحب کٹھوری رحمۃ اللہ علیہ

آپ قصبہ کٹھور کے رہنے والے تھے، حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے حکیم صاحب کے والد حضرت مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ محدث سہارنپور سے بیعت تھے، حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کٹھور کسی اجتماع میں تشریف آوری کے موقع پر معلوم ہوا کہ یہ فلاں صاحب کے صاحبزادے ہیں، توان کو دہلی اپنے ہمراہ لے گئے، سفر حضر میں اپنے ہمراہ رکھا، خود ہی عربی اور حدیث کی بہت سی کتابیں پڑھائیں، دوسال نظام الدین حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی خدمت میں قیام رہا، پھر

گھریلو حالات کی بناء پر واپس آئے، اور حیدر آباد یونیورسٹی میں حکیم کبیر الدین صاحب کی خدمت میں رہ کر فن طب کی تعلیم حاصل کی، پھر اس کے بعد اپنے وطن واپس آ کر مطب شروع کیا ان کی تشخیص و تجویز پر لوگوں کو بہت اعتماد تھا، ہر چہار جانب سے لوگ آتے اور شفایاب ہوتے، کم گو انتہائی سادہ مزاج انسان تھے، فرماتے تھے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نے لایعنی باتوں سے نفرت میرے اندر کوٹ کوٹ کر بھر دی تھی، اکل حلال کا بہت اہتمام تھا، مشتبہ چیز تک سے پرہیز فرماتے، اپنا آم کا باغ تھا، جب تک آم استعمال کے قابل نہ ہوتے فروخت نہ کرتے، خریدار کتنا ہی اصرار کرتے مگر انکار فرماتے رہتے، بعض دفعہ آندھی وغیرہ سے سب آم گر گئے مگر کوئی پروانہ رہی اور فرماتے حلال کھانا ہے حرام نہیں، جب آم استعمال کے قابل ہو جاتے خود آموں کا اندازہ لگاتے اسی کے مطابق قیمت تجویز کرتے، خریدار منتظر رہتے، اور جب چند منٹوں میں معاملہ حل ہو جاتا، خود کو بھی فائدہ ہوتا اور خریداروں کو بھی خوب فائدہ ہوتا اور خریدار خوش رہتے تھے۔

نماز باجماعت کا اہتمام

اشراق، اوابین کی بھی پابندی تھی، تہجد میں کئی پارے پڑھنے کا معمول تھا، جو آخیر تک باقی رہا، جھوٹ سے سخت نفرت تھی، شاید زندگی میں کبھی جھوٹ نہیں بولا۔

ایک دفعہ کسی نے ان پر مقدمہ دائر کر دیا مگر وہ تاریخ پر عدالت نہیں پہنچے دو تین دفعہ کے گرفتاری کا حکم ہو گیا، پولس افسر گرفتاری کے لئے آیا، مگر ان کی صورت و شکل دیکھ کر متاثر ہوا اور کہا آپ کسی میڈیکل سے بیماری کا سرٹیفکٹ بنوا کر دیدیں تو ہم گرفتار نہیں کریں گے، حکیم صاحب نے جواب دیا کہ میں بیمار نہیں تھا، میں جھوٹا سرٹیفکٹ نہیں بنوا سکتا، آپ کو گرفتار کرنا ہے گرفتار کر لیں میں حاضر ہوں پولیس افسر اور زیادہ متاثر ہوا اور بغیر گرفتاری کے

واپس ہوگیا، کہ اب اس کی تدبیر ہم کریں گے، کوئی نصیحت کی درخواست کرتا اسے کو یہی نصیحت کرتے، نماز باجماعت ادا کیا کریں۔ جھوٹ ہرگز نہ بولیں، مرض الوفات میں تاکید کی کہ مجھے ہسپتال میں نہ لے جائیں، انتقال کے روز صبح ہی سے کہنا شروع کیا، آج ہم اپنے گھر جارہے ہیں گھر والوں نے کہا کہ گھر تو آپ کا یہی ہے جواب دیا یہ تو تمہارا گھر ہے، ہم اپنے اس گھر جارہے ہیں جہاں قیامت تک رہنا ہے۔

"انت ولیی فی الدنیا والآخرۃ توفنی مسلما والحقنی بالصالحین"

کا خاص ڈر رہتا تھا، انتقال سے کافی وقت پہلے اس کا ورد بلند آواز سے شروع فرمادیا، اسی آیت مبارکہ کو پڑھتے ہوئے جان جاں آفریں کے حوالہ فرمائیں، تین بیٹے چھوڑے، تینوں ماشاء اللہ حافظ قرآن ہیں ایک بیٹی تھی جو زندگی ہی میں وفات پاگئی تھی وہ بھی حافظہ قرآن تھی۔ ○○○

حضرت مولانا محمد ایوب صاحب سابق شیخ الحدیث دارالعلوم میرٹھ شہر

حضرت مولانا محمد ایوب صاحب نوراللہ مرقدہٗ باغونوالی ضلع مظفرنگر کے رہنے والے تھے، دارالعلوم میرٹھ میں عرصہ دراز سے حدیث پاک کی خدمات انجام دے رہے تھے، جید استعداد رکھتے تھے، ہرفن سے خاص مناسبت رکھتے تھے، کئی سال بخاری شریف کا درس بھی دیا، دارالعلوم سے رٹائر ہونے بعد متعدد جگہوں سے تدریس کے لئے پیش کش کی گئی مگر میرٹھ اور اہل میرٹھ سے تعلق کی بناء پر کہیں تشریف نہیں لے گئے، محلہ جلی کوٹھی میرٹھ میں امامت

فرماتے رہے، اتوار کے روز اسماعیل نگر میں چھوٹے میاں کی بلڈنگ میں تفسیر قرآن فرماتے تھے، جس میں شہر کے لوگ کثیر تعداد میں شریک ہوتے تھے، مورخہ ۱۲/ ذی قعدہ ۱۴۲۸ھ مطابق ۲۴/نومبر ۲۰۰۷ء بروز ہفتہ رات کوتقریباڈ ھائی بجے داعی اجل کو لبیک کہا، ''اناللہ وانا الیہ راجعون''، فیض عام ڈگری کالج شہر میرٹھ میں صبح ۹/ بجے نماز جنازہ ادا کی گئی جس میں اہل شہر نے بڑی تعداد میں شرکت کی، نماز ظہر کے بعد اپنے آبائی وطن باغوں والی میں تدفین عمل میں آئی، حضرت والا کی رحلت کی وجہ سے علمی دنیا میں جو خلاء پیدا ہوا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو پورا فرمائے اور ان کا نعم البدل عطا فرمائے، حضرت والا بہت خوبیوں اور صفات کے حامل تھے، اللہ تعالیٰ حضرت والا کی مغفرت فرمائے کروٹ کروٹ چین وسکون عطا فرمائے، درجات عالیہ نصیب فرمائے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ ○○○

محترم الحاج جناب حافظ محمد حنیف رحمۃ اللہ علیہ کھوائی

محترم جناب الحاج محمد حنیف صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم مدرسہ الطاف العلوم کھوائی ضلع میرٹھ بندہ اپنے بچپن سے واقف ہے، ان کا ابتدائی زمانہ بھی دیکھا، آخری زمانہ بھی دیکھا، ہمیشہ ان کو تقویٰ وطہارت اور پاکیزگیٔ نفس، اتباع سنت، پابندی اوقات، لایعنی سے اجتناب، دنیا سے بے رغبتی فکر آخرت کا اہتمام کرتے دیکھا۔

قرآن کریم کی تلاوت اور اس کی تعلیم سے گویا ان کو عشق تھا جس کا نتیجہ تھا کہ وہ جس ذوق وشوق اور پابندی اوقات کیساتھ تعلیم دیتے تھے اس کی نظیر مشکل ہی سے ملتی ہے۔

ہمیشہ وقت سے قبل مدرسہ پہنچنا اور بہت اہتمام کیساتھ بچوں میں مشغول رہنا، تعلیمی اوقات میں تعلیم کے علاوہ کبھی کوئی کام نہ کرنا، کوئی اہم مہمان اگر آتا اس کی وجہ سے بھی

کبھی حرج نہیں کرتے تھے، ضروری اور مختصر بات کر کے اس کو رخصت کر دیتے، بالکل اخیر وقت تک بلکہ وقت سے بھی بعد تک درسگاہ میں رہتے تھے، ان کے لئے کبھی کسی کی نگرانی کی ضرورت نہیں تھی۔

مدرسی کے زمانہ میں اپنے کام سے کام رکھتے، انتظام میں کبھی کوئی دخل نہ دیتے، اگر ان سے مشورہ لیا جاتا ہمیشہ مفید مشورہ دیتے مگر اس کی فکر نہ کرتے کہ میرے مشورہ پر عمل کیوں نہیں ہوا، فصل وغیرہ کے موقع پر مدرسہ کے لئے فراہمی غلہ وغیرہ کی بھرپور کوشش کرتے۔

نماز باجماعت کا خاص اہتمام تھا ہمیشہ تکبیر اولیٰ کی پابندی فرماتے اشراق، اوابین، تہجد کبھی سفر وحضر میں ناغہ نہ ہوتی، غیر متعلق کام میں کبھی نہ الجھتے طلباء پر انتہائی شفیق ومہربان تھے ان کی ضروریات کا پورا خیال رکھتے جس کی وجہ سے طلباء بالخصوص ان کے پاس پڑھنے والے ان سے غیر معمولی تعلق رکھتے۔

کسی عہدہ کی کبھی خواہش نہیں کی، ان کو ان کی خواہش کے بغیر مہتمم بنایا گیا، مجبوراً قبول کیا لیکن اہتمام کے بعد بھی اپنے کسی طرز ومعمول میں فرق نہیں آیا، جس ذوق وشوق اور پابندی کے ساتھ پہلے پڑھاتے تھے اہتمام کے بعد بھی اسی ذوق وشوق اور پابندی کیساتھ پڑھاتے تھے جس کی وجہ سے اہتمام کے بعد بھی وہ ایک مدرس ہی معلوم ہوتے تھے۔

اہل بستی اور اہل علاقہ کی اصلاح کی فکر فرماتے، بستی میں تبلیغی جماعت آتی اس کا تعاون فرماتے، جماعت کی دعوت کرتے یا اہل تعلق سے کراتے، گشت میں بیان میں خود بھی شرکت فرماتے، کبھی کسی عالم کو بلا کر بستی میں بیان کا اہتمام کراتے۔

بیاہ شادی میں ہونے والے رسوم وبدعات پر سخت نکیر فرماتے اور لوگوں کو سمجھانے بجھانے کی بھی کوشش فرماتے، اس سلسلہ میں ہونے والی پنچایت وغیرہ میں شرکت

فرماتے، اس کا تعاون فرماتے اور اس میں بھر پور حصہ لیتے۔

جمعیۃ علماء ہند سے ہمیشہ تعلق رہا، اخیر چند سالوں میں ضلع میرٹھ کے نائب صدر بھی رہے، جمعیۃ علماء کے اجلاس اور دیگر تمام کاموں میں بہت دلچسپی کے ساتھ شرکت فرماتے اور دوسروں کو بھی ساتھ لے جانے کی پوری کوشش فرماتے اور تمام ذمہ داریوں کو پورے طور پر نبھانے اور انجام دینے کی کوشش فرماتے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ سے بیعت کا تعلق تھا، جس کی وجہ سے عشق خداوندی اور عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی دولت سے مالا مال تھے، اور ہمیشہ اسی میں سرشار رہتے تھے، اور معمولات کی پابندی تو ان کی عادت بن چکی تھی۔

شیخ الاسلام حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ کی وفات کے بعد فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی (نور اللہ مرقدہٗ سے رجوع فرمایا تھا۔

باقی تمام علماء اور مشائخ سے عقیدت رکھتے تھے، مزاج میں سادگی تھی، سادہ کھاتے، سادہ پہنتے، لباس عموماً سفید اور صاف ستھرا پہنتے، عوام وخواص بھی اکثر ان کو عقیدت ومحبت کی نظر سے دیکھتے اور ان پر پورا اعتماد فرماتے۔ ۲۸/ رمضان المبارک ۱۴۳۰ھ حرکت قلب بند ہونے کی وجہ سے پاکیزہ روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ooo

تعزیت نامہ

بروفات امیر الہند حضرت مولانا مرغوب الرحمن صاحب قدس سرہٗ مہتمم دار العلوم دیوبند

صاحبزادہ عالیہ مرتبت......زاد مجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مزاج گرامی!

امیر الہند حضرت مولانا مرغوب الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم صاحب دار العلوم دیوبند کا سانحہ ارتحال ایک عظیم حادثہ ہے، اگر ایک طرف آپ سایہ شفقت سے محروم ہوئے ہیں تو دوسری طرف دار العلوم بے لوث منتظم اور ملت اسلامیہ مخلص مدبر و مفکر سے محروم ہوئی ہے۔

"انا للہ ما اخذ ولہ ما اعطی وکل شئ عندہ باجل مسمی"

آپ کی زندگی، بندگی و پاکیزگی کی حسین تصویر اور کتاب وسنت، دین وشریعت کی عملی تفسیر اور بزرگی، ورع واحتیاط سے صحیح تعبیر تھی۔ اللہ تعالیٰ حضرت موصوف کی مغفرت فرمائے، درجات عالیہ نصیب فرمائے، اور آپ تمام اہل وعیال کو صبر جمیل عطا فرمائے ،اور ان کے بعد ملت اسلامیہ کو کسی فتنہ میں مبتلا نہ فرمائے۔

جامعہ میں ایصال ثواب ودعا کا اہتمام کیا گیا، بندہ سفر میں ہونے کی وجہ سے حاضر خدمت نہ ہوسکا اس لئے کے معذرت خواہ ہوں۔

دعا گو ودعا جو

محمد فاروق غفرلہٗ

خادم جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ

۳؍محرم الحرام: ۱۴۳۲ھ

حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب نوراللہ مرقدہٗ

شیخ الحدیث ثانی جامعہ عربیہ خادم الاسلام ہاپوڑ

مورخہ ۱۳ر جمادی الثانی ۱۴۳۳ھ مطابق ۵ مئی ۲۰۱۲ء بروز ہفتہ بوقت ساڑھے پانچ بجے صبح مختصر علالت کے بعد حرکت قلب بند ہوجانے سے حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب نوراللہ مرقدہٗ اس دارفانی سے رحلت فرماگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت مولانا موصوف موضع جلال پور ضلع بلند شہر کے رہنے والے تھے۔ مولانا موصوف کی پیدائش ۱۹۴۷ء قصبہ فرید نگر ضلع غازی آباد میں ہوئی تھی۔ ابتدائی تعلیم پانچویں جماعت تک اپنے والد محترم کے زیر سایہ فرید نگر ہی میں حاصل کی۔ اس کے بعد خورجہ میں حفظ قرآن کریم کی تکمیل کی، اس سے پہلے خورجہ ہی میں آٹھویں جماعت تک اسکول میں پڑھا، اور ہر جماعت میں اول پوزیشن حاصل کرتے رہے، اس کے بعد دینیات اور ابتدائی فارسی بھی خورجہ میں پڑھی، پھر عربی وفارسی کی تکمیل کیلئے جامعہ عربیہ خادم الاسلام میں داخل ہوکر شرح جامی تک تعلیم حاصل کرتے رہے، اور اپنی جماعت میں ممتاز ہونے کی حیثیت سے کامیاب ہوتے رہے، اس کے بعد مولانا موصوف دارالعلوم دیوبند میں علمی پیاس بجھانے کیلئے داخل ہوئے اور مادر علمی دارالعلوم دیوبند میں صف عربی میں حضرت مولانا وحید الزماں صاحب کیرانوی نوراللہ مرقدہٗ کی خدمت میں عربی تقریر وتحریر میں مہارت حاصل کی، اسی دوران مولانا موصوف نے حضرت مولانا مفتی محمد ابوالقاسم صاحب موجودہ مہتمم دارالعلوم دیوبند سے بھی عربی میں تحریری مشق کی مولانا مرحوم کے ساتھ اس وقت حضرت مولانا نور عالم صاحب امینی، حضرت مولانا عبدالعلیم صاحب فاروقی اور مولانا مبین احمد صاحب رام پوری

نور اللہ مرقدۂ استاذ جامعہ عربیہ خادم الاسلام ہاپوڑ شریک جماعت تھے۔مولانا مرحوم نے دارالعلوم دیوبند سے ۱۹۷۳ء میں دورۂ حدیث شریف سے فراغت حاصل کی اور دوسال جامعہ حیات العلوم مراد آباد میں حضرت مولانا محمد حیات سنبھلی نور اللہ مرقدۂ کے زیر سایہ درس وتدریس میں مشغول رہے ان دونوں سالوں میں کتب متوسطات زیر درس رہیں۔اسی زمانہ میں حضرت مولانا عبد الرحمن حضرت مولانا محمد حیات صاحب نور اللہ مرقدۂ سے بیعت ہو گئے، اور چند سالوں کے بعد حضرت مولانا محمد حیات صاحب نور اللہ مرقدۂ کی طرف سے مجاز ہو گئے۔ حضرت مولانا عبد الرحمن صاحب اس وقت مدرسہ حیات العلوم مراد آباد کے سرپرست اور اہم رکن شوریٰ بھی تھے۔مولانا مرحوم مدرسہ حیات العلوم میں دوسال درس وتدریس کے بعد اپنے مادر علمی جامعہ عربیہ خادم الاسلام ہاپوڑ میں تشریف لے آئے۔حضرت مولانا مرحوم نے جامعہ عربیہ خادم الاسلام میں درس وتدریس کے پینتیس سال گذارے۔اس طویل عرصہ میں مولانا اپنی ذہانت، قوت حافظہ اور درس وتدریس کے جامع انداز کی وجہ سے پورے جامعہ میں فائق ولائق شمار کئے جاتے تھے۔ابتداء سے انتہاء تک اور شعبہ افتاء تک جملہ اسباق کو بخوبی پڑھانے کی صلاحیت کے مالک تھے۔خاص طور پر مولانا مرحوم مشکل مسائل کو بورڈ پر سمجھا کر حل کرا دیتے تھے۔جامعہ کے پورے عملۂ مدرسین میں مولانا کی شخصیت نہایت مقبول اور باکمال تھی۔ایک خاص بات مولانا کی یہ تھی کہ وہ جس کام کو کرنے کی ٹھان لیتے تھے اس کو مکمل کر کے ہی چھوڑتے تھے چاہے ساری ساری رات جاگنا پڑے۔ایسے موقع پر نہ ان کو کھانے کی پرواہ ہوتی اور نہ آرام کی فکر ہوتی تھی۔

حضرت مولانا جامعہ کی مکہ مسجد میں قائم محکمۂ شرعیہ کے متحرک اور فعال رکن تھے۔ محکمۂ شرعیہ کے زیادہ تر مقدمات کی دیکھ بھال مولانا ہی کیا کرتے تھے۔فی الحال حضرت مولانا کے اسباق میں بخاری شریف جلد ثانی، ترمذی شریف جلد اول، مقدمہ درمختار وکتاب

القضا والوقف، القرآۃ الواضحہ ،شرح نخبۃ الفکر اورسراجی زیر درس تھی۔اخیر میں چند سال پہلے حضرت مولانا سید محمود نور اللہ مرقدہٗ خلیفہ حضرت شیخ الاسلام کے بھی مجاز ہو گئے تھے۔حضرت مولانا میں ان سب کمالات کے باوجود تواضع بے پناہ تھی۔جس کا نتیجہ یہ تھا کہ راستے میں چلتے پھرتے سلام کرنے میں ان کے مقابلہ کوئی سبقت نہ کرسکتا تھا،مولانا خود ہی سلام کی ابتداء کرتے تھے، خدا تعالیٰ جنت الفردوس میں مولانا کو اپنے جوار میں بہترین جگہ عطا فرمائے۔مولانا مرحوم کے پسماندگان میں اہلیہ، سات بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔اللہ رب العزت پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔آمین! ○○○

تعزیت نامہ

بروفات حسرت آیات حضرت مولانا عبد الرحیم متالا صاحب نور اللہ مرقدہ

خادم خاص وخلیفہ اجل قطب الاقطاب شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ۔ اَمَّا بَعْدُ!

مخدومی المکرم ذوالمجد والکرم حضرت اقدس مولانا محمد یوسف متالا صاحب مدت فیوضکم ودامت برکاتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت اقدس حضرت مولانا عبد الرحیم متالا صاحب نور اللہ مرقدہ کو حق تعالیٰ شانہ نے بے شمار صفات وکمالات سے نوازا تھا قطب الاقطاب محدث عصر حضرت مولانا محمد زکریا شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ کی طویل زمانہ تک صحبت میسر آئی،طویل عرصہ تک حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے کاتب خطوط رہے جس کی وجہ سے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے اعتماد میں اضافہ ہوتا چلا گیا اور پھر اعتماد یہاں تک بڑھا کہ مخصوص خطوط کے علاوہ حضرت مولانا مرحوم از خود جوابات لکھ کر حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کو سنا کر روانہ کر دیا

کرتے، اس درجہ کسی پر اعتماد حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کو بھی اپنے خدام میں سے بہت کم ہی کسی پر رہا ہوگا اور دیگر حضرات مشائخ میں بھی اس کی مثالیں بہت کم ہی ملیں گی۔

حضرت مولانا مرحوم کی شادی ہوئی تو حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ نے دعوت ولیمہ فرمائی اور شادی کیلئے بہت سے عطیات سے نوازا اور پھر مرحوم کی اہلیہ محترمہ کو اپنے مکان میں رکھا اور اپنی بیٹی ہی کی طرح اس کے ساتھ معاملہ فرماتے خیریت معلوم کراتے رہتے کبھی بیمار ہوتیں تو معالجہ کی فکر فرماتے اور ان کیلئے برابر فکرمند رہتے خود حضرت مولانا مرحوم کبھی بیمار ہو جاتے تو ان کے علاج کی فکر فرماتے اپنے گھر پر پرہیزی کھانا تیار کراتے کبھی حضرت مولانا مرحوم اپنے وطن تشریف لے جاتے تو حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ پر یہ جدائی بھی گراں گذرتی اور گھر خطوط روانہ فرماتے اور جلد واپسی کا تقاضہ فرماتے، اسفار میں بھی ہمرکابی کا شرف حاصل ہوتا مرکز حضرت نظام الدین اور رائے پور خانقاہ میں بھی وہاں کے قیام میں شرف صحبت حاصل رہتا اور وہاں کے اکابر کی توجہات بھی حاصل ہوتیں، مشائخ کے مزرات پر تشریف بری ہوتی تو بھی حضرت مرحوم ہمرکاب ہوتے، حرمین شریفین ''زادہا اللہ شرفاً وکرامۃً'' کے اسفار میں بھی متعدد مرتبہ ہمرکابی کا شرف حاصل رہا اور متعدد مرتبہ حج وعمرہ میں بھی شرکت کی سعادت میسر رہی اور مقامات مقدسہ اور مقامات اجابت کی مستجاب دعاؤں میں بھی شرکت رہی، ظاہر ہے کہ ان مقامات پر حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ نے حضرت مرحوم کیلئے اس پاک پروردگار سے کیا کیا اور کس کس طرح مانگا ہوگا۔

حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی حیات طیبہ کا عظیم سرمایہ ''بذل المجہود، اوجز المسالک، لامع الدراری'' کی جدید مصری طباعت کے سلسلہ میں جو حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی بہت ہی اہم آرزو تھی حضرت مرحوم نے قاہرہ میں طویل قیام فرما کر انتہائی جانفشانی کے ساتھ کوشش اور جدوجہد فرمائی، جس کی وجہ سے مرحوم حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی قلبی دعاؤں

اور توجہات عالیہ خاصہ کے مستحق ہوئے اور اسکے بعد حضرت مرحوم کی مدینہ طیبہ "زادھا اللہ شرفاً و کرامۃً" میں حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کی خدمت میں حاضری کے موقع پر حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے اپنی انتہائی خوشی اور قلبی مسرت کا اظہار فرمایا اور خوشی میں حضرت مرحوم کی دعوت کا خاص اہتمام فرمایا اور دعوت میں دیگر احباب کو بھی مدعو فرمایا۔

ان سب چیزوں کیوجہ سے حضرت مرحوم کو حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے یہاں محبوبیت و مقبولیت کا وہ خاص مقام حاصل ہوا جو بہت ہی مشکل سے کسی مرید باصفا کو اپنے شیخ و مرشد کے یہاں حاصل ہوتا ہے اور پھر یہ تعلق قرب و محبت برابر بڑھتا ہی رہا۔

حضرت مرحوم کے یہاں بچہ تولد ہوا اس پر مبارک باد کا تار اور پھر تفصیلی خط ارسال فرمایا، ایک بچہ کی ولادت پر دو دنبے خرید فرما کر عقیقہ فرمایا۔

زامبیاء میں مدرسہ کے قیام کا حکم فرمایا اور حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے حکم سے حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے مخصوص خلفاء نے سنگ بنیاد رکھا۔

حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے مدرسہ کیلئے پہلا چندہ عطا فرمایا اور چندہ میں بڑی رقم عطا فرمائی اور پھر حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ نے اپنے برطانیہ اور ساؤتھ افریقہ کے سفر کے موقع پر ساؤتھ افریقہ سے واپسی پر زامبیاء حضرت مولانا مرحوم کے مدرسہ "معہد الرشید الاسلامی" میں پانچ روز مستقل قیام فرمایا اور تین یوم مسلسل آنے والے بچوں کی بسم اللہ کراتے رہے، یہ سب عنایات و نوازشات اسی خاص بلکہ خاص الخاص تعلق و محبت کی بنا پر ہی تھیں اور ظاہر ہے کہ جب ظاہری طور پر یہ عنایات و نوازشات تھیں تو باطنی اور قلبی طور پر کن کن دعاؤں اور توجہات خاصہ سے نوازا ہوگا اور یہ بھی مسلم ہے کہ منازل سلوک و معرفت کے حصول میں طرفین کے اس تعلق کو خاص دخل ہے، حضرت مولانا مرحوم نے اپنے شیخ کامل غوث زمانہ کی توجہات عالیہ سے سلوک و معرفت کے کن اعلیٰ مقامات کو طے کیا ہوگا، اور کن کن اعلیٰ

مقامات تک رسائی حاصل کی ہوگی، اس کو تو دریائے معرفت کے غوّاص وشناور حضرات ہی جان سکتے ہیں، البتہ یہ ضرور ہے کہ حضرت مولانا مرحوم کو دوران سلوک ایسی حالت بھی پیش آئی جو خاص الخاص مشائخ ہی کو پیش آتی ہے کہ سالک کو اپنے خالق ومالک تعالیٰ شانہ کے ساتھ وہ خاص انس حاصل ہو جاتا ہے اور حضوری کی وہ خاص کیفیت حاصل ہو جاتی ہے کہ سالک کو ساری مخلوق سے وحشت ہو جاتی ہے یہاں تک کہ اپنے مشائخ سے بھی اور ہمہ وقت اپنے خالق ومالک کی یاد اور اس کے ذکر وفکر میں ایسی محویت ہوتی ہے کہ بس یہ کیفیت ہوتی ہے۔ ؎

دل ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کے رات ودن
بیٹھا رہوں تصور جاناں کئے ہوئے

اور یہ سب ثمرہ اسی کیمیا اثر صحبت اور توجہات خاصہ کا تھا، چونکہ اسی کیفیت خاص کا غلبہ خود حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ پر ایک عرصہ تک رہا اس کیفیت کی ترجمانی ان اشعار سے ہوتی ہے، جن کو خود حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کثرت سے پڑھا کرتے تھے۔ ؎

باغ میں لگتا نہیں صحراء سے گھبراتا ہے دل
کس جگہ لے جائیں یارب ایسے دیوانہ کو ہم

☆☆☆

اب رہیں ایسی جگہ چل کر جہاں کوئی نہ ہو — ہم نفس کوئی نہ ہو ہم زباں کوئی نہ ہو
گر پڑیں بیمار تو نہ ہو کوئی تیماردار — اور مر جائیں گر تو نوحہ خواں کوئی نہ ہو

بہر حال حق تعالیٰ شانہ نے حضرت مولانا مرحوم کو حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی صحبت بابرکات اور توجہات خاصہ کی برکت سے اپنے قرب خاص اور اپنی معرفت خاص کی دولت سے نوازا تھا جس کی وجہ سے ہمہ وقت اپنے خالق ومالک تعالیٰ کی یاد میں مشغول رہتے

مخلوق سے استغناء اور انقطاع رغبت الی الاخرت موت کا استحضار تواضع وعبدیت، پیکر اخلاق ومروت، ہمہ وقت چہرہ پر بشاشت، مگر حضرت مولانا مرحوم اپنی تمام تر صفات اور بے شمار مخلصانہ دینی خدمات اور بے شمار حسنات کے ساتھ اس دنیا دارالحزن سے دارالسرور آخرت کی طرف رحلت فرما گئے۔ "اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ" فَاِنَّ لِلّٰہِ مَا اَخَذَ وَلَہٗ مَا اَعْطٰی فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ۔

"کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ"

موت سے کس کو رستگاری ہے
آج ہماری کل تمہاری باری ہے

یہاں جو آیا جانے کیلئے ہی آیا ہے، یہ دنیا ہمیشہ رہنے کی جگہ ہی نہیں۔

یقیناً اپنے شیخ کی یادگار اور شیخ کے ایسے چہیتے محب ومحبوب اور اپنے مخلص ومشفق بھائی اور ایسے جامع الصفات شخص کی صحبت سے محرومی انتہائی صدمہ کا باعث ہے مگر ساتھ ہی "الموت تحفۃ المؤمن" اور "الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب" سرمایۂ تسلی ہے اور حضرت مولانا مرحوم یقیناً ان حضرات میں سے تھے جو اپنے محبوب حقیقی خالق ومالک تعالیٰ شانہ اور محبوب رب اور محبوب دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات اولیاء کرام اور مشائخ عظام رحمہم اللہ کی ملاقات کی تمنا اور اشتیاق میں اس وقت کے منتظر رہتے ہیں۔

جیسا کہ سیدنا حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے موت کے وقت فرمایا تھا "بل وافرحتاہ وامسرتاہ۔

غَداً نَلْقَی الْاَحِبَّۃ ★ محمداً وَحِزْبَہ

اور اپنے کسی خاص عزیز کی موت پر جو صدمہ ہوتا ہے اس صدمہ پر بھی رب کریم کی طرف سے اجر عظیم اور جنت میں بیت الحمد کی بشارت ہے۔

مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ، اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی رہنا اللہ تعالیٰ کے اولیاء اور نیک بندوں کا شعار ہے، آنجناب یقیناً اسی گروہ اولیاء کاملین میں سے ہیں اور آنجناب کا مقام اس سے بلند ہے کہ مجھ جیسا ناقص طالب علم آنجناب کی تعزیت کرے، صرف تعزیت کے ثواب کے حصول کی نیت سے یہ چند سطور پیش خدمت ہیں، حق تعالیٰ شانہ حضرت مولانا مرحوم کو جنت الفردوس میں درجات عالیہ نصیب فرمائے، پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، امت کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے، ان کے ادارہ اور تمام کاموں کی تکمیل اور پوری پوری نصرت وحمایت اور حفاظت فرمائے اور ترقیات عطاء فرمائے۔ آمین ثم آمین

آج کل بعد عصر مجلس میں جس میں حضرات اساتذہ اور بعض طلباء اور کچھ مہمان بھی ہوتے ہیں آنجناب کی تصنیف لطیف ''بزرگوں کے وصال کے احوال'' ہو رہی ہے اور بہت ہی لطف آرہا ہے آنجناب کا ترجمہ قرآن پاک بھی (مطبوعہ جدید) الحمد للہ بہت پسند آیا، حق تعالیٰ شانہ بیحد قبول فرمائے، صحت وعافیت کے ساتھ آنجناب کا سایہ دراز فرمائے اور فیوض وبرکات کو عام وتام فرمائے اور بے شمار مخلوق کو فیضیاب وسیراب فرمائے۔ آمین

فقط والسلام مع الاکرام

محتاج دعا

محمد فاروق غفرلہ

خادم جامعہ محمودیہ علی پور ہاپور روڈ میرٹھ یوپی

۱۲/ ۲/ ۱۴۳۴ھ

حضرت مولانا واجد حسین صاحب قدس سرہٗ

حضرت اقدس مولانا مفتی محمد فاروق صاحب زید مجدہم مہتمم جامعہ ہذا

استاذ محترم حضرت مولانا واجد حسین صاحب نور اللہ مرقدہٗ شیخ الحدیث جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل گجرات، سابق استاذ مفتاح العلوم جلال آباد مظفر نگر یوپی۔

حضرت مولانا واجد حسین (مفتاح العلوم جلال آباد ضلع مظفر نگر یوپی کے مقبول ترین استاذ تھے۔مفتاح العلوم سے علیحدگی کے بعد جامعہ اسلامیہ ریڈھی تاجپورہ میں شیخ الحدیث رہے، اور وہاں سے ان کو جامعہ اسلامیہ مدرسہ تعلیم الدین ڈابھیل گجرات میں بلا کر اولاً استاذ حدیث اور پھر صدر المدرسین اور شیخ الحدیث کے عظیم عہدہ پر فائز فرمائے گئے، اخیر میں کئی سال علیل رہ کر ہزاروں تلامذہ ملک اور بیرون ملک کو چھوڑ کر بعمر ۸۱ رسال ۲۳ ربیع الاول ۱۴۳۵ھ ۲۵ رجنوری ۲۰۱۴ء ہفتہ کی شب میں انتقال فرماگئے۔"اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ"

بندہ نے مفتاح العلوم میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے ترجمہ کلام پاک نصف اول، مختصر المعانی، مقامات حریری، ہدایہ اولین جیسی اہم کتابیں پڑھیں۔حضرت والا مرحوم کا درس انتہائی مقبول درس ہوتا تھا۔بہت عمدہ طریقہ پر ہر کتاب کو حل کیا جاتا تھا۔اولاً عبارت پڑھی جاتی، پھر عبارت کو حل کیا جاتا، ہر ہر لفظ کی لغوی، نحوی، صرفی تحقیق کی جاتی، ماقبل ومابعد کا تعلق، مضاف، مضاف الیہ، یا صفت وموصوف یا مبتداء خبر وغیرہ کو واضح کیا جاتا، اس کے بعد ترجمہ کیا جاتا، پھر اس کا مطلب دلنشیں انداز میں بیان کیا جاتا، پھر سبق کا خلاصہ بھی بیان کر دیا جاتا، جس کی وجہ سے سبق اچھی طرح ذہن میں بیٹھ جاتا، اور غبی سے غبی

طالب علم بھی محروم نہ رہتا اور سبق کے بعد ہر طالب علم یہ محسوس کرتا کہ مجھ کو کچھ حاصل ہوا ہے۔

ترجمہ کلام پاک کے درس میں آیات کا شان نزول بطور خاص بیان کرتے، اور آیات کا باہمی ربط بھی بیان فرماتے، اور الفاظ وکلمات کی لغوی، صرفی نحوی تحقیق اور تحت اللفظ ترجمہ کے بعد بامحاورہ ترجمہ بھی فرماتے؛ جس سے اور زیادہ لطف بڑھ جاتا، اور محسوس ہوتا کہ واقعہ گویا ابھی پیش آ رہا ہے۔

سیدنا حضرت یوسف علیہ السلام اور زلیخا کے قصہ میں جب زلیخا نے زنان مصر (جو زلیخا کے بارے میں نکتہ چینی کر رہی تھیں) کو ایک دعوت میں مدعو کیا اور ان کے سامنے چھری چاقو اور پھل وغیرہ پیش کئے، اور انہوں نے اپنے ہاتھوں میں چھری چاقو لے کر پھلوں کو تراشنے کا ارادہ کیا عین اس وقت زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے سامنے تشریف لانے کی دعوت دی اور کہا:

"اُخْرُجْ عَلَيْهِنَّ"، یوسف! ذرا باہر تو آنا۔

یہ ترجمہ کچھ اس طرح فرماتے کہ پورا نقشہ ذہن میں گھوم جاتا، گویا کہ زنان مصر سامنے موجود ہیں اور ابھی سیدنا حضرت یوسف علیہ السلام ان کے سامنے تشریف لا کر ان کو محو حیرت بنا رہے ہیں۔

مختصر المعانی کا درس بھی عمدہ اور دلچسپ ہوتا۔ عبارت کے حل کرنے کے ساتھ کوشش کی جاتی کہ قواعد محفوظ ہو جائیں، مثلاً فصاحت، بلاغت ہر ایک کے اقسام مع امثلہ صدق خبر، کذب خبر مع امثلہ، احوال اسناد خبری، احوال مسند، واحوال مسند الیہ مع تعریفات وامثلہ ذہن نشین کرنے کی کوشش کی جاتی، اور بعض طلباء سے سبق کا خلاصہ بھی سنا جاتا، اس طرح کچھ نہ کچھ ضروری چیزیں یاد ہو جاتیں اور کتاب اور فن میں کسی درجہ مناسبت ہو ہی جاتی۔

مقامات حریری کا درس بہت اہم ہوتا تھا، صرف ترجمہ اور حل لغات پر ہی اکتفاء نہیں ہوتا تھا، بلکہ ہر لفظ کی پوری تحقیق ہوتی، ہر لفظ کے مجرد اور مزید کے تمام ابواب پر جس جس باب سے وہ لفظ آتا اس کی تفصیل بیان فرماتے۔ مثلاً: نَصَرَ یَنْصُرُ سے اس کے یہ معنی ہیں، اور اس کا اگر یہ مصدر ہو تو یہ معنی اور یہ مصدر ہو تو یہ معنی اور اس کا صلہ یہ آئے تو یہ معنی اور یہ صلہ آئے تو یہ معنی۔

اسی طرح ضَرَبَ یَضْرِبُ، سَمِعَ یَسْمَعُ وغیرہ سے متعلق بیان فرماتے۔

اور پھر ابواب مزید فیہ، اِفْعَالْ، تَفْعِیل، تَفَعُّلْ، تَفَاعُلْ، مُفَاعَلَتْ وغیرہ ابواب سے متعلق یہی تفصیل بیان فرماتے، اور بیان کچھ اس طرح تسلسل کے ساتھ ہوتا کہ کہیں رکنے اور ٹھہرنے کا نام بھی نہ ہوتا۔

مقامات کے درس کا یہ انداز بندہ کو بہت پسند تھا، اس لئے پورا درس بندہ قلمبند کرتا تھا، اور بندہ کی تدریس کے زمانہ میں جب مقامات بندہ کے پاس آئی تو اس کاپی کی مدد سے سبق پڑھاتا تھا۔

مقامات کے امتحان سہ ماہی یا ششماہی میں ایک لطیفہ بھی پیش آیا، کہ اس وقت سہ ماہی، ششماہی امتحان تقریری ہوتا تھا، اور جو کتاب جس استاذ سے متعلق ہوتی وہی استاذ اس کا ممتحن ہوتا تھا، اور امتحان کا طریقہ یہ ہوتا تھا کہ طالب علم کتاب استاذ کے سامنے جس جگہ سے کھول کر رکھتا اسی جگہ سے یا ایک دو صفحہ آگے پیچھے کر کے استاذ عبارت پڑھواتا، اور ترجمہ و مطلب پوچھتا، اور اسی طرح عبارت سے متعلق کوئی ضروری بات دریافت کرتا، بندہ چونکہ مقامات کی کاپی تفصیل سے لکھتا تھا، اسلئے کتاب کے کسی مقام سے اسکے دو چار صفحے کاپی میں دیکھ کر خوب یاد کر لئے، اور کتاب لے کر امتحان کیلئے حاضر ہوا، اور ایک جگہ سے کھول کر کتاب سامنے رکھدی، حضرت مولانا مرحوم نے اپنے خاص انداز میں فرمایا: عبارت پڑھئے،

بندہ نے عبارت پڑھنی شروع کی اور پڑھتے پڑھتے جب کئی صفحے گذر گئے اور حضرت مولانا کو اندازہ ہوا کہ یہ جو دیکھ کر یاد کر کے آیا ہے گذر چکا، تو فرمایا: یہاں سے ترجمہ کیجئے، بندہ نے ترجمہ کیا، فرمایا: مطلب بیان کیجئے، مطلب بھی کسی درجہ میں بیان کر دیا، فرمایا: عبارت کی تحقیق کیجئے، مطلب یہ تھا کہ کس کس باب سے کس مصدر اور کس صلہ کے ساتھ کیا کیا ترجمہ ہوتا ہے، اب اتنی تفصیل کسی طالب علم کو بھی یاد ہونا مشکل ہے، اور جتنا کچھ دیکھ کر یاد کر کے گیا تھا وہ گذر چکا، مگر چونکہ بندہ کو حضرت الاستاذ کا انداز معلوم تھا، اس لئے اسی انداز پر ہر لفظ کی تحقیق اپنی طرف سے گھڑ کر بیان کرنا شروع کی کہ نصر ینصر سے یہ معنی، یہ مصدر آئے یہ معنی یہ صلہ آئے یہ معنی اور پھر اسی طرح دوسرے ابواب، ضرب یضرب، سمع یسمع وغیرہ اور مزید کے ابواب، افعال، تفعیل، تفعل، تفاعل، مفاعلت وغیرہ سے گھڑ کر معانی بیان کرتا رہا، اور حضرت مولانا مرحوم گردن جھکائے سنتے رہے، اور مسکراتے رہے، اور جب اپنی گھڑی ہوئی تفصیل سنا کر خاموش ہوا تو حضرت مرحوم نے انتہائی اطمینان سے خاص انداز میں بیان فرمایا: ایک بھی صحیح نہیں ہے۔

اب صحیح کیسے ہوتا؟ نہ بندہ کو وہ تفصیل یاد تھی اور خود خوب جانتا تھا کہ میں گھڑ کر بیان کر رہا ہوں۔

باقی نمبرات حضرت نے پورے سے بھی زائد دئے، اس لئے کہ حضرت مرحوم کو معلوم تھا کہ یہ محنت سے پڑھتا ہے، اور اتنی تفصیل یاد کرنا کوئی آسان بھی نہیں، اور گھڑ کر بیان بھی ایک درجہ کا کمال ہے۔

ہدایہ اولین کے درس کا بھی یہی حال تھا، ہر ہر مسئلہ کو اچھی طرح سمجھاتے کہ وہ ذہن نشین ہو جاتا، ہدایہ اولین کے سلسلہ میں بھی ایک لطیفہ ہوا۔

سالانہ امتحان کے موقع پر طلباء کو فکر ہوتی ہے کہ مقامات امتحان کا کچھ اندازہ

ہوجائے تاکہ ان مقامات کی اچھی طرح تیار کرلی جائے، چنانچہ بندہ اور ایک دو طالب علم اور حضرت مولانا مرحوم کے مکان پر پہنچے، اور عرض کیا کہ حضرت امتحان کے مقامات کا کچھ اندازہ ہوجائے کہ امتحان کہاں کہاں سے آئیگا، حضرت نہ ناراض ہوئے نہ نشاندہی فرمائی، بہت اطمینان سے جواب مرحمت فرمایا: کتاب الطہارت دیکھ لینا۔ کتاب الصلوٰۃ دیکھ لینا۔ کتاب الزکوۃ دیکھ لینا۔ کتاب الصوم دیکھ لینا۔ کتاب الحج دیکھ لینا۔ بس ان ہی جگہوں سے کہیں سے امتحان آئیگا، نہ انکار کیا نہ ضابطہ کی خلاف ورزی فرمائی۔ ہم کو پہلے بھی کوئی زیادہ امید نہیں تھی کہ حضرت مولانا قدس سرہٗ خلاف ضابطہ ہم کو باقاعدہ مقامات امتحان کی نشاندہی فرمائیں گے، لیکن حضرت مولانا قدس سرہٗ کے اس خاص انداز سے ہم کو خاص مسرت ہوئی، اور کسی ناگواری کے بجائے عظمت کی ایک زیادتی اپنے دلوں میں محسوس کرتے ہوئے ہنسی خوشی ہم واپس ہوگئے۔

خصوصیات

حضرت مولانا قدس سرہٗ اپنی بعض صفات میں امتیازی شان کے حامل تھے، حضرت مولانا قدس سرہٗ کا درس تمام سال ایک ہی رفتار کے ساتھ تحقیقی انداز پر ہوتا تھا، سال کے شروع اور سال کے اخیر کا سبق پر کوئی خاص اثر نہیں ہوتا تھا، اسی لئے کتاب ختم ہونے کا دستور بھی نہیں تھا۔

سبق میں تمام طلبا کی طرف برابر توجہ رہتی تھی، ہر طالب علم احترام کے ساتھ نام لیتے تھے، درس میں آواز درمیانی ہوتی تھی، نہ بہت بلند نہ بہت آہستہ، سبق میں غیر ضروری باتیں بالکل نہیں ہوتی تھیں، سبق گھنٹہ کے بالکل ختم تک ہوتا تھا، سبق میں اکثر چہار زانو بیٹھتے، اور جس ہیئت پر شروع میں تشریف فرما ہوتے پورا سبق اسی ہیئت پر پورا فرماتے،

بار بار ادھر ادھر پہلو نہ بدلتے، کبھی ہاتھ کی انگلی میں چابی کا چھلہ ہوتا، ہلکے ہلکے اس کو گھوماتے رہتے، گفتگو ہمیشہ مہذب ہوتی، غیر مہذب کوئی کلمہ کبھی ان کی زبان سے نہیں سنا گیا، خندہ پیشانی کے ساتھ پڑھاتے، بہت زیادہ کھل کھلا کر نہیں ہنستے تھے، عامۃً مسکراہٹ ہوتی، کبھی ہلکی آواز کے ساتھ بھی ہنستے۔

مزاج میں انتہائی یکسوئی تھی، اپنا مکان، اپنی درسگاہ، اور مسجد، مکان سے نکلتے سیدھے درسگاہ پہنچتے، درسگاہ سے فارغ ہوتے سیدھے مکان، نماز کا وقت ہوتا، مکان سے سیدھے مسجد اور مسجد سے سیدھے مکان، راستہ میں ادھر ادھر نظر اٹھا کر دیکھنے کا بھی دستور نہیں تھا، مکان، درسگاہ، مسجد کے علاوہ عامۃً کہیں آنے جانے کا بھی دستور نہیں تھا، البتہ گاہے گاہے استاذ محترم حضرت علامہ رفیق احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے کمرہ میں چند منٹ کے لئے تشریف آوری ہوجاتی تھی اور بس۔

کسی طالب علم سے خدمت لینے کا دستور نہیں تھا، نہ سر پر مالش نہ بدن دبوانا، مکان پر کسی طالب علم کے آنے جانے کا سلسلہ ہی نہیں تھا، جس کو جو پوچھنا ہو درسگاہ میں پوچھیں، اور بس۔

لباس ہمیشہ سفید زیب تن فرماتے، سفید کرتا، سفید پائجامہ سفید دو پلی ٹوپی عامۃً یہی لباس ہوتا، سردی میں البتہ کوئی جرسی اور چادر بھی استعمال فرماتے۔

خود بھی ماشاء اللہ حسین وخوبصورت تھے اور سفید لباس حسن میں اور زیادہ اضافہ کر دیتا تھا۔

حضرت مولانا قدس سرہٗ کی یہ خصوصیات ممتاز ومعروف تھیں، اور اپنی ان خصوصیات کی وجہ سے اساتذہ وطلبہ میں ہر دل عزیز تھے، طلباء پر بے انتہاء شفیق تھے، تمام طلباء کے ساتھ ہی شفقت کا معاملہ فرماتے، ڈانٹ، ڈپٹ، ترشروئی وغیرہ کچھ نہیں، جس کو جو کچھ فرماتے

انتہائی نرمی کے ساتھ فرماتے۔

مزاج میں انتہائی سادگی تھی، تواضع وعبدیت کا یہ عالم کہ بعض دفعہ اپنا ناشتہ دان لے کر مطبخ سے خود ہی کھانا لے آتے اور ذرہ برابر کوئی احساس نہ فرماتے۔

اس عاجز کے ساتھ انتہائی شفقت کا معاملہ فرماتے، اور فراغت کے بعد شفقت میں اور بھی زیادہ اضافہ ہوگیا تھا، جب بھی حضرت والا قدس سرہٗ کی ملاقات کے لئے دیوبند یا ڈابھیل خدمت والا میں حاضری ہوتی، انتہائی خوشی کا اظہار فرماتے، اور چائے ناشتے کے بغیر ہرگز نہ آنے دیتے، بعض دفعہ خود اپنے ہاتھوں سے ناشتہ کا سامان لے کر آتے، انتہائی شرمندگی بھی ہوتی، مگر برداشت کرنا پڑتا۔

بیعت وسلوک

فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی قدس سرہٗ سے بیعت تھے، اس کی صورت یہ ہوئی کہ حضرت والا قدس سرہٗ نے حضرت فقیہ الامت قدس سرہٗ سے بیعت ہونے کی خواہش کا اظہار فرمایا، بندہ نے حضرت فقیہ الامت قدس سرہٗ سے عرض کیا، حضرت فقیہ الامت نور اللہ مرقدہٗ نے وقت تجویز فرمادیا، اور حضرت والا قدس سرہٗ وقت متعینہ پر چھتہ مسجد تشریف لائے، اور حضرت فقیہ الامت نور اللہ مرقدہٗ نے بیعت فرما کر اوراد واذکار تلقین فرمائے، اسکے بعد گاہے گاہے ڈابھیل سے دیوبند تشریف آوری کے موقع پر یا کبھی حضرت فقیہ الامت نور اللہ مرقدہٗ کی ڈابھیل تشریف بری ہوتی تو حضرت والا قدس سرہٗ حضرت فقیہ الامت نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں حاضر ہو کر استفادہ فرمایا کرتے۔

حضرت والا قدس سرہٗ کے اندر یہ سادگی اور تواضع وعبدیت اپنے والد محترم حضرت مولانا احمد حسن عرف دادا میاں نور اللہ مرقدہٗ سے ورثہ میں ملی تھی، حضرت مولانا دادا

میاں نور اللہ مرقدہٗ فاضل دارالعلوم دیوبند اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے خواص تلامذہ میں سے تھے، جس طرح خود حضرت مولانا واجد حسن صاحب نور اللہ مرقدہٗ فاضل دارالعلوم دیوبند اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے تلامذہ میں سے تھے، اور ہر دو بیک وقت مفتاح العلوم جلال آباد کے استاذ تھے، اور طلباء مفتاح العلوم باپ اور بیٹے ہر دو سے مستفید ہوتے تھے، بندہ کو بھی الحمد للہ! ہر دو حضرات سے شرف تلمذ حاصل رہا، حضرت دادا میاں نور اللہ مرقدہٗ مسلم شریف، ابوداؤد شریف کے مسلّم استاد تھے، طویل عرصہ تک حضرت موصوف نے ہر دو کتابوں کا درس دیا، اور حضرت دادا میاں نور اللہ مرقدہٗ کا درس بھی انتہائی تحقیقی اور تفصیلی ہوتا تھا، گو انداز بیان زیادہ واضح نہیں تھا، مگر تحقیقی اعتبار سے درس انتہائی مقبول سمجھا جاتا تھا۔

حضرت دادا میاں نور اللہ مرقدہٗ انتہائی سادہ مزاج تھے، مجسم تواضع وعبدیت تھے، ان کو ان کے کسی انداز سے درس کے علاوہ کوئی عالم وفاضل کجا، یہ بھی نہیں سمجھ سکتا تھا کہ یہ کچھ پڑھے لکھے بھی ہیں۔

لباس انتہائی سادہ، رفتار گفتار انتہائی سادہ، اپنی کتاب اپنی بغل میں دبائے، درس میں تشریف لا رہے ہیں، درس سے فارغ ہو کر پھر اپنی کتاب اپنی بغل میں دبائے واپس تشریف لے جا رہے ہیں، اپنا ناشتہ دان اپنے ہاتھ میں لے کر مطبخ سے خود کھانا لے کر آ رہے ہیں، کسی طالب علم کے اصرار پر بھی اس کو ناشتہ دان دینے کیلئے تیار نہیں ہوتے۔ ایک دفعہ جمعہ کے روز مطبخ کے اندر کھانا پکنے کے بعد تنور پر جو کوئلے بچ جاتے ہیں اس پر غسل کیلئے پانی گرم فرما رہے ہیں، پانی میں نمک بھی ڈالا کہ اس سے صفائی اچھی طرح ہو جاتی ہے، پانی گرم کرنے کے بعد بالٹی میں پانی کر کے خود اپنے مکان لے جا رہے ہیں، بندہ نے عرض کیا: کہ میں پہنچا تا ہوں، مگر تیار نہیں ہوئے، بندہ نے بہت زیادہ اصرار کیا، تب کہیں بمشکل

آمادہ ہوئے اور بندہ نے بالٹی مکان پر پہنچائی۔

ایک دفعہ جمعہ کے دن لحاف کا استر نیچے تہبند کی جگہ باندھے ہوئے بدن کے اوپر کا حصہ کھلا ہوا، مدرسہ کے صحن میں کسی ضرورت سے تشریف لے جارہے ہیں، کسی قسم کا نہ کوئی حجاب نہ تکلف، کسی طالب علم سے کسی ادنیٰ درجہ کی خدمت کے بھی کبھی روادار نہیں ہوتے تھے، سبق میں ہر طالب علم کا نام انتہائی احترام سے لیتے، ہر طالب علم کے نام کے ساتھ مولوی ضرور لگاتے، ''سمجھے جنابو!'' تکیۂ کلام تھا، کبھی طلبہ کی طرف سے درس میں اگر تاخیر ہو جاتی تو اس پر ناراضگی کا اظہار بہت شفقت آمیز انداز میں فرماتے اور فرماتے: میں تو جنابو! چائے بیچ لونگا، پان بیچ لونگا، تم نے کیا سمجھا ہے؟ یہ کلمات ان کے انتہائی ناراضگی کے ہوتے تھے۔

اپنے مکان درسگاہ، مسجد کے علاوہ کہیں آنے جانے کا معمول نہیں تھا، رات کو بارہ ایک بجے تک مطالعہ کرنے کا معمول تھا، بعض اہم کتابوں کی شروحات تصنیف فرمائیں، لیکن اپنے نام کی طرف نسبت کے بجائے کسی دوسرے نام سے ان کو شائع فرمایا۔

ایک دفعہ جمعہ کی شب میں مدرسہ کے صحن میں تشریف لائے، کچھ بچوں پر نظر پڑی، استاذ محترم حضرت علامہ رفیق احمد صاحب نوراللہ مرقدہٗ کے کمرہ کے قریب بیڑی پی رہے ہیں، گو انہوں نے حضرت دادا میاں نوراللہ مرقدہٗ کو دیکھ کر بیڑی پھینک دی، مگر انکو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: جنابو! ہم کو تو یہاں گذرتے ہوئے بھی ڈر لگتا ہے، تم یہاں بیڑی پی رہے ہو، یہ تھا اپنے ہم عصر ہم منصب استاذ کا احترام جو عمر میں بھی کافی کم تھے، یہی اخلاص، مزاج کی سادگی، یکسوئی، تواضع وعبدیت صاحبزادۂ محترم حضرت الاستاذ مولانا واجد حسن صاحب نوراللہ مرقدہٗ کو وراثت میں ملی تھیں، ایسے مخلص ومشفق پاکیزہ شخصیت کا دنیا سے اٹھ جانا یقیناً امت کا عظیم نقصان ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت والا نوراللہ مرقدہٗ کی پوری پوری مغفرت فرمائے، درجات عالیہ نصیب فرمائے، پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے، جامعہ اسلامیہ

مدرسہ تعلیم الدین ڈابھیل اور پوری امت کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین! فقط والسلام

محمد فاروق غفرلہٗ

خادم جامعہ محمودیہ میرٹھ یوپی ۱۳/ ۴/ ۱۴۳۵ھ

حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب دیوبندی قدس سرہٗ

جد امجد

جناب ڈاکٹر منشی رفاقت علی صاحب مہاجر مدنی قدس سرہٗ ہیں، جو دیوبند کے باشندے اور شیوخ عثمانی سے تعلق رکھتے تھے، دنیوی تعلیم اعلیٰ درجہ کی ہونے کے باوجود دینی مزاج کے حامل، متبع سنت، باوقار و باعظمت شخصیت کے مالک تھے، عشق نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رگ و ریشے میں بسا ہوا تھا، شب و روز مدینہ طیبہ حاضری کا شوق دامنگیر تھا، بالآخر غلبہ شوق سے مجبور ہو کر گھر سے اطلاع دئے بغیر بے سروسامانی کے عالم میں گھر سے نکل پڑے اور کسی نہ کسی طرح راستے کی صعوبتیں اور مشقتیں برداشت کرتے ہوئے مدینہ طیبہ پہنچ گئے، اور مدینہ طیبہ پہنچ کر ہجرت کی نیت فرما کر مدینہ طیبہ میں ہی مستقل سکونت اختیار فرمالی اور اللہ پاک کی نصرت شامل حال ہوئی، ترکی خلافت کا زمانہ تھا، حکومت کی طرف سے آپ کو مدینہ طیبہ میں فوجی سرجن منتخب فرما کر میجر کے عظیم عہدے پر فائز کر دیا گیا۔

○○○

حضرت مولانا عبدالحق نور اللہ مرقدہٗ

اور پھر مدینہ طیبہ ہی میں کلکتہ کے باشندے ایک مہاجر متمول بزرگ نے اپنی صاجزادی سے نکاح کر دیا۔ جس سے کئی صاحبزادیاں اور ایک فرزند تولد ہوئے۔ صاجزادے کا نام عبدالحق تجویز ہوا، پیدائش کے بعد مدینہ طیبہ کے دستور کے مطابق اس بچہ کو روضہ اقدس علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی دیوار مبارک سے مس کیا گیا۔ اور سن شعور کو پہنچنے کے بعد تعلیم و تربیت کے لئے شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے حوالہ کر دیا گیا۔ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ ان دنوں اپنے والدین کے ہمراہ مدینہ طیبہ میں قیام پذیر تھے، اور مسجد نبوی میں درس کا سلسلہ جاری کئے ہوئے تھے۔ اور حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے حلقہ درس کو انتہاء درجہ مقبولیت حاصل تھی اور باوجودیکہ حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے یہاں حدیث وتفسیر اور دیگر علوم کی اونچی درجہ کی کتابوں کا درس ہوتا تھا، مگر حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ نے دیوبند کی نسبت اور دیگر خصوصی تعلقات کی بناء پر اس بچہ کی تعلیم و تربیت کو اپنے ذمہ لے لیا اور اس طرح حضرت مولانا عبدالحق صاحب کی تمام تر تعلیم و تربیت شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ نے مدینہ طیبہ کی مبارک سرزمین میں فرمائی۔ اور یہ ایسی خصوصیت ہے کہ از اول تا آخر علوم کی تکمیل حضرت مدنیؒ سے ہوئی اور وہ بھی مدینہ طیبہ میں اور مدینہ طیبہ میں بھی مسجد نبوی میں اس خصوصیت میں غالباً کوئی دوسرا شخص شریک نہیں۔ "ذٰلك فضل الله يوتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم"

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

تکمیل علوم کے بعد حضرت مولانا عبد الحق صاحب قدس سرہٗ ایک عرصہ تک مسجد نبوی ہی میں درس دیتے رہے، ترکی خلافت کے زوال کے بعد حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے حکم سے اولاً کراچی قیام پذیر ہوئے، اس کے بعد حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے حکم سے ہی ہندوستان تشریف آوری ہوئی اور مرادآباد میں قیام فرمایا۔ اور حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے حکم سے ہی شاہی مدرسہ مرادآباد کے مہتمم تجویز ہوئے اور مدرسہ کے اہتمام وانتظام کے ساتھ ساتھ درس وتدریس وعظ وتقریر اور شاہی جامع مسجد میں درس وتفسیر کا سلسلہ شروع فرمایا۔ حضرت مولانا قدس سرہٗ کے زمانہ اہتمام میں شاہی مدرسہ نے غیر معمولی ترقی کی اور مرادآباد اور علاقہ کے عوام وخواص کو بھی بہت فائدہ پہنچا اور بہت کچھ اصلاحات ہوئیں۔

اہالیان مرادآباد حضرت قدس سرہٗ کے انتہاء درجہ معتقد اور گرویدہ تھے۔ حضرت مولانا قدس سرہٗ نے اپنی باقی زندگی جامعہ قاسمیہ شاہی مدرسہ کی خدمت میں ہی گذاری، اخیر میں جب علالت طویل اور شدید ہوگئی اور زندگی سے بالکل مایوسی ہوگئی تو دیوبند اپنے وطن اصلی مراجعت فرمائی اور چند روز کے بعد دیوبند ہی میں وفات ہوئی اور مزار قاسمی میں تدفین عمل میں آئی۔

حضرت مولانا محمد اسماعیل قدس سرہٗ

آپ حضرت مولانا عبد الحق مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے ہی صاحبزادے ہیں، اور مرادآباد میں ۱۳۵۰ھ میں ولادت ہوئیں اور مرادآباد ہی میں بچپن گذرا اور مکمل تعلیم از ابتدا تا موقوف علیہ جامعہ قاسمیہ شاہی میں ہی حاصل کی اور دورۂ حدیث شریف کے لئے دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوکر دورۂ حدیث شریف کی تکمیل فرمائی۔ بخاری شریف، ترمذی شریف، شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ سے پڑھنے کی سعادت

حاصل ہوئی۔

درس وتدریس

فراغت کے بعد حضرت مدنی نوراللہ مرقدہٗ کے حسب ایماء حضرت مولانا فخر الدین نوراللہ مرقدہٗ (جو اس وقت مدرسہ شاہی کے شیخ الحدیث اور ناظم تعلیمات تھے) نے شاہی مدرسہ میں آپکا تقرر فرمالیا۔ دس سال تقریباً شاہی مدرسہ میں خدمات انجام دینے کے بعد اپنے وطن دیوبند مراجعت فرمائی اور یہاں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب نوراللہ مرقدہٗ مہتمم دارالعلوم دیوبند نے دارالعلوم کے شعبہ تنظیم وترقی میں بحیثیت سفیر تقرر فرمایا۔ پھر کچھ عرصہ بعد شعبہ تبلیغ سے وابستہ کردئے گئے اور مبلغ دارالعلوم ہونے کی حیثیت سے ہندوستان کے مختلف شہروں اور بستیوں میں وعظ وتقریر کے ذریعہ خدمات انجام دیں۔ تقریباً ۲۳؍سال دارالعلوم دیوبند کی خدمات انجام دیں۔ پھر جب دارالعلوم دیوبند میں قضیہ نامرضیہ پیش آیا تو گجرات جامعہ عربیہ تعلیم السلام آنند میں استاذ حدیث کی حیثیت سے تقرر عمل میں آیا اور وہاں دو سال تک حدیث پاک کا درس دیتے رہے۔ مگر پھر والدہ محترمہ کی علالت کی بناء پر دہلی منتقل ہوگئے۔ اور دہلی کے مشہور مدرسہ جامعہ رحیمیہ دہلی میں آپ کا درس حدیث کے لئے تقرر ہوگیا۔ اور حدیث پاک کی مختلف کتب کے ساتھ درس نظامی کی دیگر کتب کا درس بھی تقریباً چھ برس تک خوبصورتی کے ساتھ دیا۔

جامعہ محمودیہ میرٹھ میں تقرر

اس کے بعد فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن نوراللہ مرقدہٗ کے منشاء اور مشورے کے مطابق جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ میں نائب مہتمم اور استاذ حدیث کی حیثیت سے

تقرر ہوا۔ جامعہ محمودیہ میرٹھ میں مسلم شریف، مشکوۃ شریف، اور دیگر کتب کا درس انتہائی خوبصورتی اور کامیابی کے ساتھ دیا۔ درس کے ساتھ ساتھ انتظامی امور بھی خوبصورتی کے ساتھ انجام دیئے اور تعلیم کے ساتھ ساتھ طلبا کی تربیت پر خاص توجہ فرماتے تھے۔ انتہائی خوش مزاج، خوش اخلاق، مہمان نواز تھے، ہر وارد وصادر کی مہمان نوازی فرماتے، چائے کا خاص ذوق تھا، اور اپنے ہاتھ سے چائے بناتے، پاس میں آنے والے طلبا اساتذہ کی بھی ضیافت فرماتے، اساتذہ وطلبا پر خاص شفقت فرماتے، جس کی وجہ سے تمام اساتذہ، طلبا آپ کے ساتھ انتہائی تعظیم وتکریم کا معاملہ فرماتے اور آپ کو اپنا سرپرست ومربی تصور فرماتے۔ انتہائی متواضع اور منکسر المزاج تھے، صفائی، ستھرائی، سلیقہ مندی، مزاج میں داخل تھی، مگر اس کے باوجود سادگی کو پسند فرماتے، تکلفات سے خود بھی پرہیز فرماتے اور دوسروں کے تکلّفات کو بھی ناپسند فرماتے۔ اپنا کام خود فرماتے، طلباء سے خدمت کے عادی نہیں تھے، اور طلباء کی خدمت کو پسند بھی نہیں فرماتے تھے۔

تقریباً دس برس جامعہ محمودیہ میرٹھ میں بحسن خوبی خدمات انجام دیں، درمیان میں کبھی علالت وغیرہ کی وجہ سے تعطیل بھی ہوئی، مگر کسی نہ کسی درجہ میں تسلسل جاری رہا۔ اور یہ سب خدمات حسبۃً اللہ کسی تنخواہ وغیرہ کے بغیر انجام دیں۔

پھر مسلسل اپنی اور اہلیہ محترمہ کی علالت اور گھریلو دیگر مصروفیات کی وجہ سے گھر پر دیوبند ہی مستقل قیام ضروری ہوگیا۔ جس کی وجہ سے مجبوراً اخیر حیات تک گھر ہی قیام فرما رہے۔ مگر جامعہ محمودیہ اور اس کے اساتذہ، طلبا سے برابر تعلق قائم رکھا، سال بھر میں ایک دو مرتبہ ایک دو شب کے لئے تشریف آوری ضرور ہوتی اور حضرت مولانا قدس سرہٗ خود بھی خوش ہوتے اور تمام اساتذہ طلبا بھی خوش ہوتے، جامعہ کے کوئی استاذ یا کوئی طالب علم دیوبند حاضر ہوتے، تو حضرت مولانا قدس سرہٗ کی خواہش ہوتی کہ حضرت والا قدس سرہٗ کے یہاں ہی

قیام وطعام ہوا اور ضیافت فرما کر انتہائی خوشی کا اظہار فرماتے، اگر کوئی کہتا کہ فلاں جگہ کھانا ہے، یا فلاں جگہ کھالیا ہے تو اس پر ناراضگی کا اظہار فرماتے کہ جب آپ کا یہاں گھر موجود ہے، پھر کسی دوسری جگہ کیوں کھایا، بندہ کا اگر کبھی عمرہ کا سفر ہوتا تو اصرار فرماتے کہ مدینہ طیبہ میں حضرت مولانا قدس سرہٗ کے مکان میں قیام ہو، اور مدینہ طیبہ اپنے مکان کے منتظم کو فون کر کے اطلاع فرماتے اور پھر درمیان میں بھی دریافت فرماتے رہے، اور قیام کے ساتھ طعام وناشتہ کا بھی اہتمام فرماتے۔

ایک مرتبہ مدینہ طیبہ حاضری کے موقع پر حضرت مولانا قدس سرہٗ کا قیام مدینہ طیبہ ہی تھا، حضرت مولانا قدس سرہٗ نے پہلے سے اطلاع ہونے پر فون سے رابطہ فرمایا اور اصرار فرمایا کہ قیام میرے یہاں میرے مکان پر ہوگا، چنانچہ حضرت قدس سرہٗ کے مکان پر قیام ہوا۔ حضرت والا بہت خوش ہوئے اور طعام وناشتہ وغیرہ کا بڑا اہتمام فرماتے۔ اور بار بار خوشی کا اظہار فرماتے اور جب مدینہ طیبہ سے مکہ مکرمہ کے لئے برائے عمرہ حاضری ہوئی تو حضرت مولانا قدس سرہٗ نے خود بھی اپنے سفر عمرہ کا نظام بنالیا اور یہ سفر مدینہ طیبہ سے مکہ مکرمہ تک حضرت مولانا کی معیت ورفاقت میں ہوا۔ اور مکہ مکرمہ میں قیام وطعام بھی ساتھ ہی ہوا، اور پورے سفر میں انتہائی شفقت بزرگانہ فرماتے رہے، جس کی وجہ سے یہ سفر انتہائی سہولت وراحت کے ساتھ پورا ہوا۔ فجزاہم اللہ خیر الجزاء۔

بیعت وخلافت

حضرت مولانا قدس سرہٗ اولاً شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہٗ سے بیعت ہوئی اور حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے تعلیم فرمودہ اوراد کار پابندی سے پورے فرماتے۔ حضرت مدنی نور اللہ مرقدہٗ کے وصال کے بعد حکیم الاسلام حضرت مولانا

قاری محمد طیب صاحب قدس سرہٗ مہتمم دارالعلوم دیوبند سے رجوع فرمایا اور پھر حضرت مہتمم صاحب قدس سرہٗ کے وصال کے بعد فقیہ الامت حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی نوراللہ مرقدہٗ سے رجوع فرمایا اور پھر حضرت فقیہ الامت نوراللہ مرقدہٗ کی طرف سے خلافت واجازت سے نوازے گئے۔

معمولات کی پابندی

نماز باجماعت تکبیر اولیٰ اور صف اول کا اہتمام فرماتے اور نماز فرض سے قبل اور بعد کی سنن ونوافل کا خاص اہتمام فرماتے اور ساتھ ساتھ اشراق، اوابین، تہجد اوراذ کارمسنونہ کا خاص اہتمام تھا، ذکر جہری، پاس انفاس، ذکر قلبی، مراقبہ وغیرہ کا بھی اخیر تک اہتمام رہا۔

حقوق العباد

حقوق العباد کی ادائیگی کا خود بھی انتہائی اہتمام فرماتے تھے اور متعلقین کو بھی خاص تاکید فرماتے رہتے تھے۔

وفات وتدفین

۱۴۳۵ھ میں عمرہ کا آخری سفر فرمایا اور پورا رمضان المبارک حرمین شریفین میں گذارا، سفر سے واپسی پر ضعف بڑھ گیا اور علالت کا سلسلہ بھی بڑھتا چلا گیا۔ ہر طرح علاج ومعالجہ کی تدبیر اور کوشش جاری رہی۔ بالآخر وقت موجود آ گیا۔ اور ۱۷/ ۱۸/ ذی الحجہ ۱۴۳۵ھ مطابق ۱۳/ ۱۴/ اکتوبر ۲۰۱۴ء پیر اور منگل کی درمیانی شب میں تقریباً تین بجے صبح جان جاں آفریں کے سپرد فرمائی۔ ”انا للہ وانا الیہ راجعون۔

دارالعلوم کے احاطہ مولسری میں ایک جم غفیر کے ساتھ حضرت مولانا قاری سید محمد عثمان منصور پوری زید مجدہم استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند کی امامت میں نماز جنازہ ادا کی گئی اور مزار قاسمی میں تدفین عمل میں آئی۔حق تعالیٰ شانہ پوری پوری مغفرت فرمائے۔ اور جنت الفردوس میں درجات عالیہ نصیب فرمائے۔آمین!

آسماں تیری لحد پر شبنم آفشانی کرے
سبزہ نو رستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

فقط

محمد فاروق غفرلہ

خادم جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ (یوپی)

الہند

۲۵/۶/۱۴۳۶ھ

حضرت مولانا محمد اسمٰعیل صاحب منوبری قدس سرہٗ

حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب منوبری قدس سرہٗ کی وفات کے عظیم سانحہ کی خبر سن کر انتہائی ملال ہوا۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت مولانا کی شخصیت بڑی عظیم شخصیت تھی۔وہ دارالعلوم کنتھاریہ بھروچ گجرات کے ایک طویل عرصہ سے مہتمم رہے۔متعدد ملی سماجی مذہبی تنظیموں کی سرپرستی فرماتے تھے۔حضرت مولانا علماء وصلحاء میں امتیازی مقام رکھتے تھے۔وہ ہم عصروں میں خوش مزاجی خوش اخلاقی اور حسن ادب کا ایک اعلیٰ نشان تھے۔ان کی شخصیت وضعداری اور وفائے جوہر سے آراستہ تھی۔بے شمار خوبیاں تھیں اور یہ سارے کمالات بزرگوں کی فیض صحبت، ذمہ داری

کے مختلف مراحل اور طویل تجربات سے بتدریج حاصل ہوئے تھے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

لیکن کیا کیا جائے یہ قضا و قدر کا فیصلہ ہے جسے تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں۔ ہم میں سے ہر شخص اس فانی دنیا کو چھوڑنے کے لئے ہی آیا ہے۔ اس لئے ہمیں تسلیم و رضا کا پیکر بن کر جینا چاہئے۔ اور راضی بقضا رہنا چاہئے۔

الحمدللہ حضرت مولانا نے سینکڑوں شاگرد علماء وصلحاء اور مشائخ کی اچھی خاصی تعداد چھوڑی ہے۔ جو ان کے علوم شرعیہ کے امین و وارث ہیں۔ نیز سرمایہ آخرت بھی۔ حضرت مولانا قدس سرہٗ کو بندہ عاجز سے مشفقانہ تعلق تھا۔ متعدد مرتبہ جامعہ ہذا میں تشریف آوری ہوئی اور بے انتہاء مسرت کا اظہار فرمایا۔

جامعہ میں حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے لئے ایصال ثواب و دعائے مغفرت کا اہتمام کیا گیا اللہ تعالیٰ حضرت والا کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے۔ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ اور دارالعلوم کنتھاریہ کو ان کا نعم البدل میسر فرمائے۔ فقط والسلام

محمد فاروق غفرلہٗ

خادم جامعہ ہذا

ooo